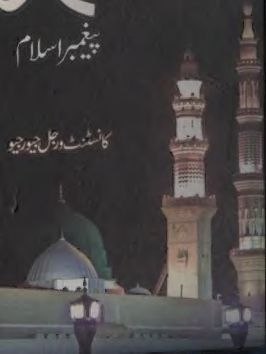


محمد

پیغمبر اسلام

کاسٹمنٹ ورکل پیوریو



محمد
پیغمبر اسلام

کاسٹمنٹ ورکل پیوریو

عطیہ

نگر فلاح انساہیت

(C-40)

ہیلپ لائن

705 اسٹون ٹاؤن شاپ لاہور

فون نمبر 35157374, 35110164

محمد ﷺ
پیغمبر اسلام

کانشنٹ ورمل چورجیو

ترجمہ

مشتاق حسین میر

کانسٹنٹ ورمل جیورجیو

کانسٹنٹ ورمل جیورجیو: (۱۵ ستمبر ۱۹۱۶ء ولیمباہارو، تاجکستان - ۲۲ جون ۱۹۹۲ء پیرس، فرانس)
ابتدائی زندگی مالدیویا میں گزری۔ ۱۹۳۶ء میں اعلیٰ نمروں کے ساتھ ابتدائی تعلیم مکمل کی،
بعد ازاں بخارست یونیورسٹی اور ہانڈل برگ یونیورسٹی سے فلسفے اور انشیاٹ میں اعلیٰ
تعلیم حاصل کی۔

جنرل ایان انٹوشکو کے دور حکمرانی (۱۹۳۳-۱۹۳۴ء) میں رومانیہ کی وزارت خارجہ میں
بین الاقوامی امور کے ماہر کی حیثیت سے ذمہ داریاں ادا کیں، لیکن جب ۱۹۳۳ء میں روس کی
کیوسٹ فوجیں رومانیہ پر قابض ہو گئیں تو جیورجیو نے جلا وطنی اختیار کر لی اور جنگ عظیم دوم
کے خاتمے پر امریکی افواج نے اسے گرفتار کر لیا، تاہم رہائی کے بعد ۱۹۴۸ء سے فرانس میں
سکونت اختیار کر لی۔ ۱۹۴۸ء میں اس کا مشہور ڈولڈر ۵۰000 فرانک میں قیام کے
دوران تادم آفریٹک طبعی اور مذہبی سرگرمیوں سے وابستگی اختیار کی۔

ایک مشہور مصنف اور صاحبِ طرز ادیب کی حیثیت سے جیورجیو کا نام اور مقام اعلیٰ
مغرب کے ہاں مسلمہ حیثیت رکھتا ہے۔ سچائی کی تلاش میں اس نے سیرت پاک کو اپنے
مطالعے کا موضوع بنایا اور ایک غیر مسلم ہونے کے باوجود جب اس کے دل نے سیرتِ مطہرہ
کی عظمت کو قبول کیا تو اعترافِ حق کے طور پر ایک جذبِ دینی میں یہ کتاب تصنیف کی۔

برائے ایصالِ ثواب

والد محترم جناب محمد صدیق مرحوم

والدہ محترمہ ذکیہ بیگم مرحومہ

ترتیب

- ۷ پیش لفظ
۹ مقدمہ از علامہ محمد اسد
۱۷ بچپن
۲۲ اصحابِ نبی
۳۳ محمد ﷺ، ائمن
۴۱ حلفِ الفضول: ایک رضا کارانہ تنظیم
۴۶ از وراج محمد ﷺ
۵۳ کمر بیلو زنگی
۵۹ غارِ حرا
۶۸ آقا ز رسالت
۷۷ سابقین
۸۹ عربوں کی عادات و روایات
۹۶ اسلام کی راہ میں پہلی شہید عورت
۱۰۹ عمر بن الخطاب کا قبولِ اسلام
۱۲۲ مسلمانوں کی ہجرتِ اقل
۱۳۳ شعب ابی طالب

- ۱۳۵ معراج کی ملی جو شیعہ کیا ہے؟
۱۵۵ ایمان لانے والی مخلوق جو ظاہر نہ ہوئی
۱۶۳ اسلام میں 'امت' کا مفہوم
۱۷۰ ہجرت: تاریخ اسلام کا ایک فیصلہ کن واقعہ
۱۸۰ محمد ﷺ کی عظیم ترین نفاکاری
۱۸۷ اسلام اور دنیا میں ہجرت کی اہمیت
۱۹۶ قبا سے مدینہ میں آمد
۲۰۵ اسلام کا پہلا اساسی قانون
۲۱۷ اقتصادی اور تجارتی حاکمیت کا جواب
۲۲۹ عبداللہ بن جحش کا حملہ
۲۳۵ جنگِ بدر اور محمد ﷺ کی جنگی حکمت
۲۳۹ تاریخ میں پہلی بار جنگی قیدیوں پر رحم کیا گیا
۲۵۷ مکہ میں جنگِ بدر کے اثرات
۲۶۳ ایک یہودی گروہ کا مدینہ سے اخراج
۲۷۰ جنگِ اُحد میں پیادین اسلام کی شجاعت
۲۸۹ جنگِ اُحد اور فوجی غلطی کا دھوکہ
۲۹۶ پیغمبر اسلام ﷺ کی نذر وراجِ مطہرات
۳۰۲ قریش کی نئی چال
۳۱۱ جنگِ خندق
۳۳۰ عروہ کے لیے روانگی

○ جنگِ خیبر

○ خالد بن ولید کا اعتراف

○ نرم سے جنگ

○ فتح مکہ - محمد ﷺ جب مکہ میں فاتح داخل ہوئے

○ درہ تھین میں

○ وفود کی پیرائی کا سال

○ رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں

○ ارتحال

۳۵۲

۳۶۳

۳۷۱

۳۷۸

۳۹۱

۳۹۸

۴۱۰

۴۱۲



پیش لفظ

اخلاقی شان اور عدل و احسان کی جس روایت سے انسانی تاریخ متنی اور نمونائی ہے، اس روایت کا تعلق ہدایت الہی اور سلسلہ نبوت سے مربوط ہے۔ ہر چند کہ انسانوں کی سی عقلیں دیکھنے والے لوگ اس کردہ انسانی پر سانس لے رہے ہیں، مگر انھیں جانوروں یا چرچہ بھاز کرنے والے درندوں کی سی خصلت سے الگ کرنے والی چیز انسانی اور اخلاقی جس ہے۔ اس حس کو پروان چڑھانے اور بندگی کا قرینہ کھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیشبر اور رسول بھیجے، بلکہ اولین انسان حضرت آدم علیہ السلام ہی کو نبی بنا کر بھیجا۔

انسانوں کی بدقسمتی ہے کہ انھوں نے الہی ہدایت سے ہار بار ہمتاوت کی۔ انہی کم کردہ راہ انسانوں کو خالق کائنات نے اپنے رسولوں اور پیغمبروں کے ذریعے پے در پے رہنمائی دی۔ اس رہنمائی کی آخری مکمل اور موثر شکل، محمد ﷺ کی صورت میں، انسانیت کے تمام ادوار پر سایہ گھن ہے۔ ہزاروں کتب آپ کی حیات غیبیہ کے مختلف پہلوؤں پر لکھی گئی ہیں، اور ان میں سے ہر کتاب کا اپنا رنگ، اپنا اسلوب، اپنا آہنگ اور معلومات کا ذخیرہ ہے، اسی طرح زیر نظر کتاب بھی ایک منفرد انداز سے اہل سائنس آتی ہے۔

یہ کتاب *Vie De Mahomet* کے دانش ور، ڈائل نگار اور چین الاقوامی تعلقات کے ماہر کاشفٹ اور جلیں بیورجیو کے جذبِ رواں کی روشن دلیل ہے۔ وہ عقیدے کے اہتمام سے ایک مکتبی تھے۔ ۱۹۶۱ء میں اس کتاب کو لیویا لیور (Livia Larnoure) نے رومانوی زبان سے فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔

۱۹۷۹ء میں گمرات کی ایک علم دوست شخصیت جناب مشتاق حسین میر نے اسے اردو زبان کے قالب میں ڈھالا۔ فاضل حرم نے کتاب کے بارے میں اپنا تاثر ان الفاظ میں

جیان کیا ہے۔ اس کتاب کو کھول کر چھپے ہی آپ مطالعہ کریں گے، آپ کو محسوس ہوگا کہ یہ کتاب حیات طیبہ پر لکھی گئی کتب سے مختلف ہے، اور آپ جتنا آگے بڑھتے جائیں گے، آپ کے احساسات، جذبات اور خیالات میں انقلاب آتا چلا جائے گا۔ اس ترجمے کے لیے ہم جناب مشتاق حسین میر مرحوم کے شکر گزار ہیں اور اس کاوش کو بطور صدقہ جاریہ یادگار ایروڈی میں پیش ہونے کے لیے دست پر دے رہے ہیں۔

اس ترجمے کی دوبارہ اشاعت سے قبل اس کی تصحیح اور غلط کاری کے لیے محترم ذوالقرنین صاحب اور سلیم منصور خالد صاحب نے زبرداری بھائی۔ کتاب کے شایان شان نقشہ جات کی فراہمی کے لیے جناب محسن فارانی نے اپنے ذاتی مخزن سے تعاون کیا۔ سماں اخلاق الرحمن صاحب اور ڈاکٹر اعظم ہاشمی صاحب نے کتاب کی اشاعت کے لیے وسائل کی فراہمی کا بیڑا فریضہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اصحاب کے جذبہ حب رسول کو قبول فرمائے۔ دنیا سے اسلام کے بانیہ نواز اسکالر علامہ محمد امجد کی تحریر کو بطور مقدمہ شامل اشاعت کیا جا رہا ہے جس میں سنت نبویؐ کی اہمیت کا ایک نئے انداز سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اس اقتباس کا انتخاب ادارہ ترقی کرتے ہوئے کیا ہے۔

ادارہ ترقی فکر پاکستان کے پیش نظر یہ ہے کہ اس نوعیت کی معلومات افزا اور موثر کتابوں کی مطالعے کے لیے فراہمی کا ایک مربوط نظام تشکیل دیا جائے۔ اللہ لاہ اس منزل کی طرف بڑھنے کے لیے یہ جہلی کوشش ہے۔ امید ہے اعلیٰ حق مشرور اور تعاون کی صورت میں مثبت نتائج حاصل فرمائیں گے۔

وَمَا تَقْدِرُونَ إِلَّا أَنْ تَقُولُوا سَمِعْنَا الْقَوْلَ

ڈاکٹر عامر اللہ بخش

drasim@yusara.com

042-35170120

مقدمہ

سنت پر عمل، کامیابی کا راستہ

محمد امجد

میرے مطالعے اور علم کی حد تک رسول کریم ﷺ کی سنت مبارکہ کی اتباع کے کم از کم تین مختلف مقاصد ہیں:

□ پہلا مقصد یہ ہے کہ فرد کی باطنی تربیت کا اہتمام کیا جائے تاکہ وہ ہر وقت شعور اور بیداری کی حالت میں رہے اور جہاں جس کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرے۔

انسان کی روحانی ترقی کے نقطہ نظر سے اہل رب سرزد ہونے والے افعال اور ان افعال سے جنم لینے والی عبادات ان رکاوٹوں کی مانند ہیں، جو رکاوٹوں والی دوڑ میں شریک کھوڑوں کی راہ میں کڑی کی جاتی ہیں۔ یہ امر ضروری ہے کہ ایسے افعال اور عبادات کو کم سے کم کیا جائے، جو طبیعت کے روحانی ارتقاء کو منتشر کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ ہونا یہ چاہیے کہ ہم جو کچھ بھی کریں، وہ ہمارے اپنے ارادے اور ایک بہترین ضابطہ اخلاق کے تابع ہو۔ لیکن اس مقام تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ بدوقت اپنی ذات کا مشاہدہ و محاسبہ کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔ اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت محاسبہ نفس کا ذریعہ ہیں، جن سے پوری طرح استفادہ کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلْعَدْلُ لَكَ فَتَلَكَّ فِرَافًا وَتَلَارِيًا اَللّٰهُ كِي مَادَتِ اَيْسَے کر چھپے تم اسے کچھ نہ ہو۔ ایک مسلمان کے لیے جب تک اس کی ضرورت بیان کرتے ہوئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی یہ نصیحت قابل توجہ ہے:

خَابُوا اَنْفُسَهُمْ قُلُ اَنْ فَخَسَتْ اَوْ تَمَّ خُورَا يَنْتَا حَاسِبَہ کہ جس اس سے کہ حمارا حاسبہ کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ عبادت کا اسلامی تصور صرف مذہبی فرائض تک محدود نہیں بلکہ فی الحقیقت

ایک خوش گوار جسمانی ورزش محسوس کرے گا۔ اس سے یہ حکمت اور زندگی کی جو حریفہ واضح ہو جاتی ہے کہ سنت کے دائرے میں انسانی زندگی کے قریب ہر پہلو کو کس لیے شامل رکھا گیا ہے۔ اگر ہم سے مسلسل اپنے تمام اعمال اور خطاؤں کو جانچنے پر کہنے کا تقاضا کیا جا رہا ہے تو ہماری عبادت نفس کی استعداد بھی مسلسل بڑھتی رہے گی، اور ایک خاص حد تک بعد ہماری اطاعت خاصہ بن جائے گی۔ جب تک یہ تربیت جاری رہے گی، ہمارا اخلاقی تسلسل بھی کم سے کم تر ہوتا چلا جائے گا۔

تربیت (training) کے استعمال سے قدیم طور پر یہ مراد ہے کہ اس کا نتیجہ تربیتی عمل کے مقصد پر منحصر ہوگا۔ اگر سنت پر عمل زوال پڑے تو ہر عمل حرکات و سکنات کا ایک مجموعہ بن جائے تو اس کی تعلیمی و تربیتی قدیمت جو ہم کو روک رہی جاتی ہے۔ گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں کا طرز عمل بھی کچھ ایسا ہی رہا ہے۔ جب رسول رحمت ﷺ کے صحابہ اور ان کے بعد آنے والی نسلاں نے اپنی زندگی کے ہر معاملے کو اپنے آقا کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی تو انھوں نے مکمل فہم و شعور کے ساتھ ہدایت پر مبنی ہر اس عمل کے سائنسے سر تسلیم خم کر دیا، جو در قرآن کے مطابق ان کی زندگیوں کی تکمیل میں معاون ہو سکتا تھا۔ اسی شعور اور ارادے کی بدولت وہ اجماع سنت سے پوری طرح فیصلہ باب ہو سکے۔ اگر بعد کے زمانوں میں آنے والے مسلمان ان نفسیاتی امکانات سے بھر پور فائدہ نہ اٹھا سکے، جن کا دروازہ دہکتی بیوی سنت سے ہے تو یہ نغوز جہل سنت کی "خانی" بن گئی ہیں۔

اس پورے گذشتہ عہد میں مسلمانوں کے انحطاط اور فرقہ گدشت کا ایک سبب کسی نہ کسی حد تک قبول بھی ثابت ہوا ہے، جو انسان کی فعال توانائیوں کو غیر اہم قرار دیتا ہے اور ان توانائیوں پر زیادہ زور دیتا ہے جو محض تاثرات و قصورات کے اور آگ میں معاون ہو سکتی ہیں۔ چونکہ سنت نبویؐ پر عمل اسلام کے ابتدائی ایم نام سے اسلامی مذہبی زندگی کا حصہ بن چکا تھا، اس لیے دور اوائل سے حاصل زمانے میں رو بہ تکمیل صوفی ازم دین کی اس بنیاد کو زائل کرنے میں کامیاب تو نہ ہو سکا، لیکن وہ اس کی فعال قوت کا اثر کسی حد تک کم کرنے میں ضرور

وہ ماری انسانی زندگی کو صحیح ہے اور اس کا ہدف ہمارے روحانی وجود کو ہمارے مادی وجود سے جوڑ کر ایک وحدت میں سمٹا ہے۔ لہذا، ہماری کوششوں کا قافی اہل ایمان ہدف ہے ہونا چاہیے کہ ہم اپنی زندگیوں میں سے خود فراموشی کی کیفیت اور اپنے عمال کو جوڑے لکھا دیں جو انسان کے روحانی و مادی وجود میں ایک جتنی پیدائش ہوئے دیتے۔ مشاہدہ نفس اس راہ میں پہلا قدم ہے۔ یہ وہ انتہائی چٹنی طریقہ ہے جس کی مدد سے فرد اپنے نفس کے مشاہدے اور احتساب کی تربیت کر سکتا ہے اور اپنی عادات اور اپنی روزمرہ زندگی کے بظاہر غیر اہم افعال کو اپنے شعور کے تابع کر سکتا ہے۔ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں اور بظاہر غیر اہم افعال اور عادات ذاتی تربیت کے سیاق و سباق میں فی الحقیقت ہماری زندگی کے بڑے کاموں کے مقابلے میں کہیں زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ بڑی بڑی باتیں اور عظیم کام اپنی بڑائی کی وجہ سے ہمیشہ واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں، لہذا وہ کم و بیش ہمیشہ ہمارے شعور میں رہتے ہیں۔ لیکن چھوٹی چھوٹی باتیں یا سببانی نظر انداز ہو جاتی ہیں اور ہمارے کنٹرول سے خارج ہوتی ہیں، حالانکہ فی الحقیقت یہ کہیں زیادہ اہمیت کے حامل ہوتی ہیں، اور ان کی مدد سے ہم منہج نفس کی صلاحیتوں کو کہیں زیادہ تیز اور اثر انگیز بنا سکتے ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ یہ بات بجا ہے خود اہم نہ ہو کہ کس ہاتھ کے ساتھ کھانا کھایا جانا چاہیے یا یہ کہ رازمی کی کیا اہمیت ہے؟ لیکن نفسیاتی اعتبار سے یہ بات انتہائی اہم ہے کہ زندگی کے معاملات کو محض اہل ناپ عادت کے طور پر نہیں، بلکہ باقاعدہ ارادے کے تحت انجام دیا جائے۔ اس لیے کہ اس طرح ہم اپنے آپ کو کاسہ نفس اور اخلاقی پابندیوں پر عمل کرنے کے لیے تیار رکھ سکتے ہیں۔ بظاہر تصور کیا جائے تو یہ کوئی آسان کام دکھائی نہیں دیتا۔ ذاتی طور پر سست ہونا، جسمانی طور پر سست ہونے سے زیادہ نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ ایک ایسے شخص کو لمبی میر کے لیے مانیں، جو اکثر چیلنے، پھینکے کا عادی ہو، تو وہ جلدی تھک جائے گا اور پیدل چلنے کے قابل نہیں رہے گا۔ لیکن اس کے برعکس وہ شخص جس نے کچھ کا جو عمر بھر پیدل چلنے کا مادی رہا ہو۔ اس کے لیے یہ میر چھن کا باعث نہیں ہوگی اور وہ اسے

کامیاب رہا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے نقطہ نظر سے سنت ایک ایسی مجرد علامت بن کر رہ گئی، جس کی اہمیت نظریاتی و تصوراتی تھی، مگر عملی نہیں تھی۔ وہ اسے محض روحانی اور صوفیانہ تاثر میں دیکھتے تھے۔ دوسری جانب مذہبی علما اور فقہاء کے نزدیک اسلام محض ایک فقہی یا قانونی نظام تھا۔

نتیجتاً مسلمان مسلمان کے لیے سنت اپنے حقیقی معانی کو بھی گھٹی گھٹی لیں اس بات کے باوجود کہ مسلمان قرآنی تعلیمات سے استفادہ کرنے اور سنت نبوی کی روشنی میں قرآنی تعلیمات کی تعبیر اور ان کی تعبیر کے عمل سے محروم ہو چکے تھے، تعلیمات نبوی کے سیاق و سباق اور ان کی تعبیر کے پیچھے کارفرما تصور میں قصور کی طرف توجہ نہیں آئی۔ وہ آج بھی پرانی طرح قائل اطلاق ہیں۔ چنانچہ کوئی جہ نہیں کہ ایک بار پھر سنت نبوی کو عملی زندگی کا حصہ نہ بنایا جاسکے۔

دوسری جانب قائدین کہتے ہیں: سنت کا مقصد محض معاملات پر اصرار، خواہ برپستی اور رسوم کے پابند زہد و خشک تیار کرنا ہے۔ ان عقائد میں [اور سنت کے منکر دل] کا یہ تیسرا پھول پڑ جاتا ہے۔ فی الحقیقت انتہائی سنت کا مقصد باشعور، صاحب عزیت اور حوصلہ مند مردان کا تیار کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ و صحابیات اسی طرح کے انسان تھے۔ وہ ہر دم متحرک، قلب بیدار کے مالک اور ہر قدم احساس ذمہ داری سے اٹھانے والے لوگ تھے۔ کردار کی بیکہ وہ خوبیاں ہیں، جن میں ان کی کرشماتی صلاحیت و استعداد کا راز پوشیدہ ہے اور انہی خوبیوں کی بدولت انہوں نے اپنی انسانیت ساز تاریخی کامیابیوں سے دنیا کو جہان کر دیا تھا۔ پادشاہِ اتباع سنت ہی کا یہ اولین اور سرفراز پہلو ہے۔

□ اس کا دوسرا مقصد اس کی معاشرتی اہمیت و افادیت ہے۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ باعوم معاشرتی کشمکش ایک دوسرے کے افعال و حرکات کے بارے میں غلط فہمیوں سے جنم لیتی ہے۔ معاشرے کے افراد کا یہ غمگرا حواس اور فانی رجحانات میں تقسیم ہونا ایسی غلط فہمیوں کا باعث بنتا ہے۔ مختلف حواس میں مختلف عادات اور رویے پر ان جڑ بستے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ چلتے ہو جاتے اور پھر وہ مختلف افراد کے درمیان دیوار بن کر

جائل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر اس کے برعکس معاشرہ ایک ہی جمعی اقتدار پر مبنی عادات کا حامل رہے تو زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ افراد ایک دوسرے کے اہد و قدم خواہ ہوں گے اور ذاتی طور پر ایک دوسرے کو زیادہ انہی طرح سمجھ سکیں گے۔ لہذا اسلام، جو معاشرے اور فرد دونوں کی یکساں بھلائی اور بہبود کا خواہاں ہے، اس سمجھ پر زور دیتا ہے کہ معاشرے میں شامل افراد کو عظیم انداز میں یکساں عادات اور عملی آداب کی تربیت دی جائے، خواہ ان کا معاشرتی و سماجی مرتبہ ایک دوسرے سے کتنا ہی مختلف کیوں نہ ہو۔

لیکن رسول کریم ﷺ سنت کی بدولت اس سے بڑھ کر معاشرے کی تشکیل و تعمیر کرتی ہے۔ یہ معاشرے کو باہم مربوط اور محکم بناتی ہے اور ایسی باہمی مناظروں کا سد باب کرتی ہے جنہیں معاشرے مغربی معاشرے میں 'معاشرتی سوالات' و 'اختراعات' کے نام پر پیدا کی گئیں، اور جن کی وجہ سے مغربی معاشرہ، فکر، نظر اور عمل کے بہت بڑے تضاد و تضاد کا شکار ہوا۔ ایسے معاشرتی سوالات اس وقت سر اٹھاتے ہیں جب یہ عیسویں کیا جانے لگے کہ بعض ادارے، دہلیات اور رسم و رواج بے بنیاد، خام اور ناقص ہیں، لہذا ان پر تنقید اور 'نیشہ' تہذیبوں کی اجازت ہونی چاہیے لیکن اہل مغرب کے اس اندیشے کے برعکس جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، وہ اپنے آپ کو احکام قرآن کا پابند اور اس پابندی کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ کے احکام کا پابند سمجھتے ہیں۔

مسلم معاشرے کی ظاہری شکل و صورت کے برقرار رہنے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ مسلمان اپنے معاشرے کو تشکیل دینے والے عوامل کو الہامی اور الہی سمجھتے ہیں۔ جب تک یہ عقیدہ قائم ہے معاشرتی تشکیل کے بنیادی عوامل کو تبدیل کرنے کی ذمہ داری ضرورت ہے اور نہ اس کی کوئی خواہش سر اٹھانے گی۔ انہی حقائق کی روشنی میں ہم قرآن کریم کے اس حکم کی حکمت اور افکار سمجھ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کو بنیاد میں صحت یعنی سیدہ عائشہ کی دیوار کی طرح متحد ہونا چاہیے۔ اگر ہم اس اصول کا اطلاق اپنی اجتماعی زندگی پر کریں تو معلوم ہوگا کہ معاشرے کو لازمی مسائل اور جزوی اصلاحات کے لیے اپنی توانائیاں شریعت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں

کہ ان کی جو بھی قدر و قیمت ہے وہ محض دینی و ماضی ہے۔ اسلامی معاشرے کو فکری و طبقاتی کشاکش کے الجھاوے سے نکل کر قانون الٰہی اور اللہ کے آخری نبی ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے باطنی و فکری مسائل کے حل کے لیے قوانین بنانے پر توجہ دینا چاہیے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے فرد کے روحانی ارتقاء کے لیے کوششوں کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔ یہی اسلامی معاشرتی عقیم کا حقیقی صلب العین ہے۔

□ آئیے اب اجتماع سنت کے تیسرے پہلو کا جائزہ لیتے اور دیکھتے ہیں کہ اس پر پابندی سے عمل کرنا کتنا ضروری ہے۔ اس نظام حیات میں، ہماری روزمرہ زندگی کی متعدد جزئیات نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر مبنی ہیں۔ ہم جو کچھ بھی کریں، ہمیں ایسی ہی ذیلی رہتا ہے کہ اس معاملے میں نبی کریم ﷺ کا عمل کیا تھا یا انھوں نے اس بارے میں کیا فرمایا۔ اور یوں بنی نوع انسان کی تعلیم ترین شخصیت ہماری روزمرہ زندگی کے معمول میں رہنمائی دیتی ہے، اس کا روحانی فیض حقیقی زندگی میں ہماری وساری رہتا اور ہمارے وجود کا مستقل اور فعال حصہ بن جاتا ہے۔ اس راستے کو اختیار کرنے کے بعد ہم شعوری طور پر زندگی کے ہر معاملے میں یہ معلوم کرتے رہتے ہیں کہ کس کس معاملے میں نبی کریم ﷺ کا طریقہ عمل کیا تھا۔ یہی ہے دوسرا مستقیم کہ جس پر چلتے ہوئے ہم بتدریج یہ جان لیتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ صرف حاملہ دینی ہی نہیں بلکہ وہ ساری زندگی کے لیے ہمارے راہبر بھی ہیں۔

اس مرحلے پر ہمیں لازماً یہ فیصلہ کر لینا چاہیے کہ آیا ہمیں حضرت محمد کو دنیا کے دوسرے حکیم و دانشمندانوں کی طرح محض ایک حکیم و دانشور تصور کرنا چاہیے یا بنی نوع انسانی کے لیے اللہ تعالیٰ کا آخری نبی اور رسول ماننا چاہیے کہ جن کا ہر فعل و ہی الٰہی کے تابع تھا؟

اس بارے میں قرآن مجید کا غلط نظر یا غلط صاف و واضح اور ہر شک و شبہ سے بالا ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء اور رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔ ان کی رہنمائی اور احکام کے کسی حصے سے منہ موڑنا خود اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے منہ موڑنے والے سے کم تر دیکھنے کے مترادف ہو گا۔ مزید برآں سنت پر عمل سے منہ موڑنے یا ایسا خیال رکھنے والا شخص اس سوچ کا حامل قرار

پائے گا کہ اسلام کا پیغام حقیقی پیغام نہیں، بلکہ انسانی مسائل کے جو محدود و مختلف حل پیش کیے گئے، ان میں سے وہ ایک حل ہے، اور یہ فیصلہ اب فرد کی صواب دہی پر ہے کہ ہم پیغام اسلام کو اختیار کریں یا کسی دوسرے حل کو جو غالباً یکساں طور پر بچاؤ کا راہ حل ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ ظاہر ایک آسان راستہ ہے، کیونکہ اس پر چلتے ہوئے اخلاقی اور فکری طور پر کسی عزم یا ہدایت کی پابندی لازم نہیں رہتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ راستہ ہمیں کہیں بھی لے جاسکتا ہے مگر روح اسلامی کی طرف ہرگز نہیں لے جاسکتا۔ اس بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

﴿لَقَدْ آتَيْنَا لَكُمْ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مَنَاسِكَاتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝۱۳۵﴾
[المائدہ: ۱۳۵] آج کے دن میں تمہارے لیے تمہارا دین (نظام حیات) مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت (ہدایت) تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین بن لیا۔

ہم اسلام کو تمام دینی نظاموں کے مقابلے میں برتر سمجھتے ہیں، کیونکہ یہ ساری کی ساری زندگی کو اپنے ناکھ دھت میں سمیٹ لیتا ہے۔ اسلام ایک وقت و دنیاؤ آخرت، روح اور بدن، فرد اور معاشرے کو یکساں اہمیت دیتا ہے۔ وہ نہ صرف انسانی فطرت کے ارفع امکانات کو نگاہ میں رکھتا ہے بلکہ اس میں مضمر وجود اور کردار کو بھی غور رکھتا ہے۔ اسلام ہم پر کوئی ایسی ذمہ داری نہیں ڈالتا جسے ادا کرنا ہمارے لیے ممکن نہ ہو۔ وہ ہمیں اپنے ذاتی امکانات اور صلاحیتوں کو پوری طرح بروئے کار لانے کے لیے رہنمائی عطا کرتا ہے اور ہم حق اور مشاہدہ حق کے اس اعلیٰ مقام پر لے جاتا ہے جہاں نظریے اور عمل میں کوئی تضاد اور پہنچنا مشکل نہیں رہتی۔

لا ریب اسلام دوسرے راستوں کی طرح ایک راستہ نہیں بلکہ واحد راستہ (الصراط المستقیم) ہے اور وہ انسان جس نے اس کی تعلیمات سے ہمیں روشناس کرایا، وہ انسانی تاریخ کے عظیم رہنماؤں میں سے ایک رہنما نہیں ہے، بلکہ باطنی خاص ہے۔ اس باطنی برحق کے ہر علم پر عمل کرنا اور ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنا ہی اسلام ہے۔ اسی لیے محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت سے روگردانی یا اسے ترک کرنا ہی الواقع حقیقت اسلام سے روگردانی ہو گا۔

بچپن

[illegible]

نہایت ہی مہربانوں نے بچپن کا دور قیمتی میں گزارا اور جہاں اپنی نگاہیں تھیں۔
ان وقت نصوص نے اس دنیا میں آنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد حضرت محمد بن عبدالمطلب
رحمۃً فرما گئے تھے۔

محمد بن عبد اللہ قنبر قریش سے تھے۔ یہ قنبر کہ جس بہت حرام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔
 حضرت محمد بن عبد اللہ کی والدہ اپنی تک رافقی اور بیگم کے باعث مجبور ہوئیں کہ کچھ مال لکھا کر لے کر
 مدینہ کے غریبوں کے پاس پہنچ جائیں اور ان کی مدد سے اپنے ختم بیگ کی پرورش کریں۔

ہند میں پہلے گریجویٹ کے پاس پہلے آئے کے باوجود محمد شفیع کی والدہ جن کا کام
میں آتا تھا، اور دو بچیں۔ وہ خود بھی جوڑ تھیں اور اپنے شوہر کی موت کی
بارے کے غمزدہ تھیں۔ جو کچھ انھیں دیکھیں اور اندر لگتا کرنا یا غم نہ کرنے کی کوشش کریں۔
دو بیویاں مسلمان (پڑھنے والے عرب) میں اپنے بیٹے کی کی ایک عمر میں شریعت تھیں۔

اسرائیلی مورخ سیوٹی، اسی سحر اور عہدہ کہتے ہیں کہ جب محمدؐ کو اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ سے قوی دارالحکومت سے وہاں کا خوش ویکو، جس میں ہمیں اپنے دن کا کاکس دکھائی دیتا ہے۔ یہ واقعہ کے، لیکن میں جیسا کہ وہاں ٹکڑے پائی کہتے۔ وہاں سے اس طرح آج کے مکین کے سکھانے کے زمینوں میں ہے جس میں کہاں کہیں مگر ہمیں پائی کے آج کے ہے۔

ذریعہ معاش، یعنی عرب کے گرم ترین ریگزاروں میں گھمائی۔ ان عظیم طوفانیت میں
محمّد مصطفیٰ کی زندگی جس کچھ پر عمل کی اس سے اسباب پیدا ہوئے کہ یہ قسم کھجے کہ ہمارے خدا کی
طرف سے پیغمبری کے لیے چن چن ہے۔۔۔ جب بھی گرمیہ ریزوں میں انھوں نے کاریز سے گزر
جاتے تو دروازے میں کھوپرتے۔ سحر جہاں فرور ڈالتا تو خدا میں گم ہونے کا تاثر نہ تھا۔۔۔

جب تک انسان عرب کے وسیع صحرائیں خاص مشرقی صحرائیں رہائش پذیر نہ ہو سکیں
نہیں جان سکتا کہ صحرائی وسعت و سکونت نگری جس کو کہ تدریج کرتی ہے اور انسانی سوئی کو
کسی چٹیل بستی ہے۔

صحرائے عرب کے برگ و گیاہ، یارِ پیمانی لک کے ہاگات سے بہت فرق رکھتے ہیں۔ اگر مصر اور یمن کوئی درخت یا پودہ زندہ نہیں رہ سکا، تاہم ایشیائی سرزمین کی بچے فطرت وہ حتیٰ کہ عربستان کے عام مغیبل سے بھی بہتر پھر مصر حاصل کیا ہو سکتا ہے۔ یارِ پیمانی پلوں جو خاصیت صحرائی ہیں، اگر مرستان ملے گا کہ عربستان کاشت کر یارِ پیمانی تو وہ تین سلوں کے بعد اُن میں خاصیت صحریہ پیدا ہو جائے گی اور عرب کے یہ کوہا تہ پودے صحرائے عرب میں کاشت کے بعد درخت کی طرح پتھر ہو جائیں گے۔ اسی طرح صحرائے عرب میں زندگی گزرنے والے لوگ صحرائیوں کے درمیان سے دور تھے اور ان کی زندگی سے معلومات نہیں ملے اور ان کے خصلتوں کا کوئی ڈیٹل نہیں تھا۔

عرب کے گم صحراؤں میں اگر ایک شخص ایک عقیدہ چاہتا تھا تو اس پر عمل کرنا خود پر لازم کر لیتا تھا۔ انسانی حیثیت میں تھا، دارمنا نفقت اس وقت شروع ہوئی، جب یہ سے بڑے تہ بہ تہ صحرائی حدود سے باہر نکل کر گمراہی کی ممکنات میں جو ریکستانی نہیں تھیں، چلیں گئے۔ اس وقت جن لوگوں سے صحرائی کھنڈوں میں اپنے مذاہب کا ادا کر کے کیا تھا، انھوں نے سخت گیری کی جس کے دھم میں کسی قسم سے لڑنے و جدو میں نہ۔ بہر حال پیغمبر اسلام ۸ سال کی عمر میں بخیر ہوئے۔ صحرا میں گھلے جلی کر رہے۔ دو مہینہ تدریس شریعہ سے نکل جاتے، شام تک تیس صحر میں رہتے اور راتیں انھوں آسمانی کی پہنائیاں میں اور سب سے نچ کاڑ

جے ۔ جس سے پہلے کہ آفتاب غروب ہو، نکلے آبدانی میں سے تے اور چچے الیہ طباب کے گھر میں جا کر سونے لگے۔

یہ سب مسئلوں کے کہ چشم بچہ دوسرے بچوں کی بہت تعلیمی اور اخلاقی طور پر چھوٹی
ہوتی ہے۔ اس لیے اگر کوئی ان سے بچہ دہر بھرت کا نظارہ دیکھ کر تڑپ اٹھے تو کبھی اس کے چشموں
پر آنسو نہیں آتا۔ کسی کو یاد کیا ہے کہ چشم بچہ کے گائے اور اس کا منہ چمے یا اسے دس اور
چوڑا کر دے۔

پہلے ہی ایک ہزار بیت تھا کہ اچھے بچے کی تہ ماں مولہ باپ، ۸۰ سال کی عمر میں مجبور ہو کر - - - - - جو کہ سرور کی کہا ہے اور یہ جانا جو کہ کسی بچے کی پڑا اور جو بھی شکایت ہے جس کی - - - - - ہی سامنا کرے ہے۔ بہت زیادہ شکایت تھی اور اس کی ذمہ داری ہے مجھے سنبھالنے کو ملے۔
وقت قتل حراج اور مشین بنادیا۔



یہاں سے تمام تہذیبوں میں اس نے خود کو بے باک سے اٹھاتے اور عقائدوں سے فوڑا ہوا ہے۔

۔۔۔ جو یہی چیز ہے، جسے مسیحی تھا، اس نے اور دو کی زندگی میں حقایق کی تہذیبی حیثیت سے بین الاقوامی تہذیب کا نرغہ صاف (بکس) کی طرف مڑا ہے۔ مسیحیت سے اس نے یہ ہیں ماحول متغیہ میں تہذیب کر کے کا حکم دیا۔ کچھ مدت بعد برہمن نے سکھ کی تہذیب مکمل ہو گئی۔ اس نے سبک تر شوں سے تھک کر تہذیب اور معنوں سے کام لیا۔ انہوں نے سکھ کو روپیہ۔ سکھ کی تھکیم کے ساتھ جو اس کی توحید کے خلاف ہیں، اقوامی تہذیب کا راج ٹکڑا دیا۔ یہاں تو اس نے سکھ کو دیراں کر کے کی گھائی، تاکہ تہذیبی مرکز متغیہ قرار پائے۔ آخر یہ وہاں کر کے کے راج کی صحت، قصداً کی گئی کہ کھٹائی، یہ کھرا کر یہ کہیے کہ اس کے عقائد کی ایک بڑی وجہ اقتصادی ضرورت تھی۔

۔۔۔ یہ چند باتوں کے ساتھ سکھ کی طرف روشنی ہو رہا تھا، انہیں جس راستے سے دوڑا تھا، جس سے اسے "سرمادھیل" کا نام دیا اور جو جیسے اس روپہ واقع تھے، انہیں "میں اٹھیں" ان کے اور جس سمت سے دوڑا تھا، اسے "باب اٹھیں" کا نام دیا۔ یہ جس سال یہ واقعہ ہوا، اسے "عام اٹھیں" کہتے ہیں۔ رسول خدا کی سارا پیدا ہوا ہے۔

۔۔۔ یہاں یہ مطلب ہے مطلب کے لیے قربانی سے گریز نہیں تھا۔ وہ سوچتا کہ وہ ماحول میں کی میں نے منت دینی سے اور جس کی مجھے تلاش ہے، انہیں یہ رنگ اور تڑپتی۔ اس کے برعکس میں بہت تہذیب و تہذیب ہیں اور قرض (قربانی) کی اور کئی میں پکچھاسٹ نہیں کر رہا ہوں۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ جس نے زمین و آسمان بنائے ہیں، اپنے قس سے صرف نظر کر دے؟ انہیں عہد مطلب کے پاس کوئی ایسا اور نہیں تھا جس سے وہ یہ جان سکے کہ قربانی معاف کر دی گئی ہے یا نہیں۔ میں اس نے تہذیب کیا کہ کسی "عرف" سے جو "عرف" ہے۔ اس باتوں کی "عرف" ٹیڑھ میں رہتا تھا۔ اس کے پار سے میں مشہور تھا کہ "ان" مقام میں صحت کو کچھ سکتا ہے۔ عہد مطلب یکہ رشتہ پر سو رہا کہ ٹیڑھ کی طرف

ان عرف یعنی کاموں ایسے نہیں کو کہتے تھے جو عہد کی باتیں نہ ہوں۔

درویش اور معمر عربستان کا نام دیتے تھے۔

عرب قبیلہ درویش جنگ و جدوجہد، جنگ سان درویش یا درویش (Dams) سے تیار ہو جاتے تھے، باعثِ جوانی ہوتے تھے۔ حضرت کرتے تھے کہ جنوب میں چونکہ سندھ کی اچھے سے راہ مسدود تھی، لہذا انھوں نے شہر کا زرخیز حصہ جو ان میں دوسری دنگی تلاش کرتے کرتے ختم ہوئی یا ہوتی بننے لگے۔ شہر کی طرف صحرایہ ایک راہ ۱۸ سفر شروع ہو جاتا اور انھیں مجبوراً اس وسیع صحرائے سندھ اور محض اس کے پانی زندگی کی کفالت کرنا پڑتی۔ یہ پانی انھیں سخت کوشش دنگی کی حالت میں ملتا تھا۔ صحرانوردی کے اس دور میں بہت سے مرد جاتے مگر مردہ دفن ہوتے تھے اور اس سخت دور سے گزر کر ان میں بہت سے پودھ پیدا ہو جاتے تھے اور انھیں کھانے پینے میں لکھتا ہے، دیکھ کر وہ پانی پیتے، پتے اور پھوس پاتے ہیں جو بیشتر صانع ہوں اور درویشانہ جو انھوں اور سے شعور ہوں ختم ہو جاتے ہیں۔ صحرائے عربستان میں بھی وہی فیصلہ رونا دھنک تھا جو صرف ہمسائیگی کا سے بلکہ روت اور صابنیت کے اعتبار سے بھی قوی ثابت ہوا۔

عرب کے دشت ہائے میرازی دریا میں جہاں فقہ، غار مقبلان نظر آتے ہیں، دنگی کی حدت بغیر اس کے ممکن ہی نہ تھی کہ انسان درویشی اور جہنمی طور پر پیدا ہوئے تھے قیدی و طائفہ کے نظم و ضبط کی پابندی کرے حتیٰ کہ آج جب کہ عربستان میں موٹر کاریں اور ہوائی جہاز تک میسر ہیں، کوئی شخص ان صحرائے میں تنہا دنگی سر نہیں کر سکتا۔ آج بھی وہاں صحرایہ بیابان اور کھجور کا پانی پیتے ہیں۔

چنانچہ اگر فرد قیدی کے ساتھ زندگی بسر کرے ہے اور اس کے نظم و ضبط کے بعد ہوں تو وہ قیدی فرد کی حد کرتا ہے۔ قیدی کے فرد کی بجائی کوشش میں بہت سی مشکلات کو دور

۵ عربی ملکین جہد و جدوجہد سے عرب کے صرف اس حصے کا نام تھا جو آج کل حجاز و نجد و بحرین جہد جاتی تھے صحرائے عرب کو پانی "عربیا ابراہیم" (عربیا میں عرب) کہتے تھے۔

۶ قرآن کی سورۃ اسما میں نظم (سورۃ صلاب) سے آئے دال ثابتی کا ذکر ہے۔

یہ کافری کوئی ہے جس سے ایک فرد مجبور نہیں ہو سکتا اور وہ اسے صحرائے میں قیدی سے فرد کی ادائیگی کی اہمیت حاصل کر لے کر ایک فرد کو قیدی بنے ہیں۔ ان میں سے بہت سے درویش قیدی تھے۔ قیوں میں کرتا تھا۔ عرب کے کسی صحرائے قیدی کے ساتھ ملک ہوا کا یہ مطلب ہو کہ انھیں کسی صحرائے سے یہ حد ابھرتے اور انی حاصل ہو گئی، بلکہ یہ صرف مشکلات میں کمی کی وجہ تھی۔

یہ مدنی عرب بھوک درویش کی کال قدر خود کو ہوتا کہ وہ وہاں بیچ میں اس کی فطرت کا برہنہ ہوتی تھی۔ تو مرد و عورت ہاں کے نیچے ایک کر بد خوب کس کر رہتے تھے کہ ان سے۔ ہر دے بھوک کا حساس ہوا اور انھیں عادات میں جب یہ تجربہ کیا کہ وہاں تو ان سے بہت سے پتھر پھرتے تھے تاکہ اس کا اور بہت پر محسوس ہوا اور عرب میں جہاد میں ان کا مدد و فائدہ نہ رہا۔

۱۰ اور چاہے ایک عرب شاعر اپنے اشعار میں کہتا ہے "میں پانی بھوک کو دیکھ کر سکتا ہوں مدد سے کی آوازوں کو فہم کر سکتا ہوں اور چاہے کہ بھوک کی شدت کم ہو۔" دیکھ کر مدد سے وہاں شاعر نے بیچ و تاب دوس کا کوئی دیکھے، دیکھ اپنے پاؤں سے روٹی کو اس طرح نہیں دیتا۔

مدنی عرب میں بھوک اور بیاس کی شدت اس قدر زیادہ تھی اور اب بھی ہے کہ وہاں سے رہنے والے لوگ اس کا صحیح اور کم سے کم وقت کر سکتے تھے اور اب کر سکتے ہیں تو انھیں دیکھ گیا ہے کہ وہاں سے بھوک کی شدت سے بچنے میں اس کی قدر بہم (دوان) لگائی، یہاں تک کہ ایک بال بھی بدن پر نہ رہے۔

۱۱ عرب میں موسم بہار، بقول عرب "نفس رطی" صرف تین ہفتہ کا ہوتا ہے اور صرف ان تین ہفتوں میں صحرائے عرب میں بارش ہوتی ہے۔ اس دور میں جب زمین ریت سے اٹھتی ہے اور بارش ہوتی ہے۔ یہی سبزہ گرہوں کی خور و خور میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اصل میں جب صحرائے عرب ہوتا ہے تو بعض اوقات ہر فرد کی تلاش میں صحرائے

جاتے ہیں۔ اس وقت عربی عربیوں کا شمار کرتے ہیں۔ اس کے بعد ۱۱ سال بعد ہجرت میں
نہیں آتا کیوں کہ صحرا خشک ہو جاتا ہے۔

بدوی عرب اگر شہروں میں رہائش پذیر ہو جاتے تو بھی اپنی خصوصیات بدوی بدوؤں کو
مکھوہ رکھتا ہے۔ اور صرف کافی فرق ہوتا ہے کہ خیمے کے بجائے مکان میں سکونت اختیار
کرتا ہے۔ کہہ دینا اور ناف و دودھ کے شیریں پانی شہروں میں سکونت اختیار
کرنے والا ہر قبیلہ اپنی اپنی اصولی بدوؤں کی کوٹھری مکان میں بھی قائم رکھتا اور کسی دوسرے کی
تہذیب کی اپنی تہذیب میں آمیزش کو رائے کرتا ہے۔ بدو عرب ہمیشہ قتل مکانی کرتے رہتے
ہیں۔ انھیں شہر کا کوئی بار برداری ہے۔ اس کا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چل
ہونے میں زحمت کم ہے کہ ہر ایک بدو بدوی اشیاء کو ساتھ نہیں رکھتا اور اس کے گھر کا اضافہ کم
اور کم ضرورت زندگی پر مشتمل ہوتا ہے۔

نکندہ قریشی بزرگ اسی نوع کی زندگی سر کرتے تھے اور ان کے ہاں زینت کی شے
صرف اونٹنی تھی حضرت کا قریشی ہیں جب تک رسول اللہؐ زندہ رہے۔ ہم گھر میں
ایک چھلنی بھی نہیں رکھتے تھے کہ اگر کسی دور دوری پہنچا تو کاشی چھوٹیں۔ بدوی عرب
چھلنی کو ایک غیر ضروری چیز سمجھتے تھے۔

قریش کے قبائل نے بدوؤں کی زندگی میں بدوؤں کو
نہیں کیا تھا۔ اپنے گھر کو بعد از اذان دہائی عورتوں کے پر دروایت تھے تاکہ اپنے گھر میں
پردوش پائے۔ اس رسم میں بدوؤں کو کوئی دخل نہ تھا۔

مکلی یہ کہ عربوں کا خیال تھا کہ مکہ کی ہر عورت ہے۔ شہر خوار ہو جائے گا بدوؤں میں پردوش پائے نام
ظہیریت میں فوت ہو جاتا۔ مکہ میں ہندی امراء کی موت کا باعث ہوتے تھے مگر صحرا
کی اوصاف اور جراثیم سے پاک ہوتی تھی۔

دوم یہ کہ جب کوئی شخص بدوی عورت کو دیکھتا تھا تو بدوؤں میں قریشی خلعت
استور ہو جاتے تھے۔ دیکھنا چاہے اور دوسرے پر بدوؤں رضائی قرار پاتے تھے۔ اعراب میں

یہ کہ... بدوی بدوؤں کو تحقیق بدوؤں کا سا رویہ نہ تھا۔ ان کا احترام کیا جاتا تھا۔
صحابہ اہل شریف لائے تو ان کے سر کے بال ترشہ کر ان ہاتھوں کے وزن کے
... اس بات کا بھی ایک ثبوت ہے کہ ہاں کا وزن تو کچھ بھی نہیں ہوتا مگر قریش اس
... تھے اور بدوؤں میں ان کی تعظیم میں ہر جگہ رکھیں گے۔
بال ترشہ کرنے کی رسم کے بعد محمدؐ کو ان کے سپرد کر دیا گیا۔

دوسرا یہ کہ بدوؤں کی دو اہم چیزیں تھیں۔ تواریخ سام میں اس دو میں سے ایک کا ذکر بہت کم
ماتا۔ نام ایک اور کا ذکر اس لیے کم ہے کہ وہ اہلبی کی کثیر تھی جو کہ محمدؐ کا بھائی تھا۔
اور دوسرا یہ کہ ایک قابل غرت تھا اس لیے کہ اس نے پیغمبرؐ کو بہت زیادہ دوستی
پہنچائی تھی۔ بدعتی نے اسے قرآن پاک میں اپنی مومن قرار دیا اور فرمایا:

«... انہیں اہلبی کہتے ہیں» یعنی اہلبی کے ساتھ ٹوٹ گئے۔ [اہلبی ۱۰]

یہ کہ جب محمدؐ نے اپنی اہلیت کا عدان کیا تو اہلبی و صحابہ و صحابہ کا جگر داکر تھا۔
اس کا چارہ اور بیڑہ کو بھی کر دیا کرتا تھا۔ محمدؐ اپنے رشتہ داروں کو اپنے اہلبیوں سے
صلوات دے دیتا ہے کہ کرتے پائے اہلبی کو ایمان لانے کی توفیق دے فرما۔ اہلبی
کی زبان بھی جس کا نام ہم مکمل تھا پیغمبرؐ کو لایا تھا پہنچا کرتی۔ راقون کو محمدؐ کی راد میں
لانے لیا تھا جن کی وجہ سے عرب آپؐ کے پاس رہی ہو گیا کرتے تھے۔ خداوند
علی... ان پہنچ گئے کہ شہر کی حرمت جیسی اور قرآن پاک میں فرمایا

«یا مہدیہ خاتون العنقب» یعنی وہ عورت جو ید میں اعلیٰ ہے۔ اہلبی ۱۱

اسی میں کہ جب (جوہر) داخل جنم ہو گا اس کی بیوی آدم مکمل جوہر دار
بہائوں ہوگا اور جن اشیاء کی تھی، جوہر سے چاہے گی۔

تیسری بات یہ کہ اہلبی کی کثیر تھی۔ محمدؐ کا جب وہ گئے آپ نے اس کثیر
کا اہلبی سے فرمایا کہ آ کر کہو۔ جیسا کہ پہلے کیا چکا ہے عرب عورتیں چار کو اپنے دودھ
نکلتی تھیں بلکہ ان کے سپرد دیکھیں کہ وہ ان کو کھڑے لے جا کر پردوش کریں۔

میں سے عرب میں تحقیق کی تو معلوم ہو کہ آن کرستان میں گرچہ ۱۱۲ ہجری حاشی
تبدیل ہو چکی ہے اور ان کے کھاتے پہنے لوگ کار میں استقامت کرتے ہیں لیکن ہر بھی بعض
شرعاً پہنے بچوں کو یہ ہے پیر کرتے ہیں کہ وہ ان کو کھڑے میں جا میں اور وہ گدے سے ہم
پردہ پہن کر۔ یہ ہر بھی ملک فخر نہیں ہوئی۔

قید ہو سہی عورتیں چند گھنٹوں میں بچوں کو گولے کر دیاں جلی تھیں۔ مگر ان میں سے
کسی ایک نے بھی عمر ثلاثہ کو گولہ نہ مارا ہے کہ وہ ایک یتیم اور غریب بچہ ہے۔ ان فرایک
عورت نے جس کا نام میر تقی، جس کا گویا اور ہے تاثر اس بیان ہے۔

اس سب فصل رشتہ میں، ان میں ہونے والی تھی۔ میں سے شہر ہے کہ کہ وہی معاشی
حالت ابھی نہیں ہے۔ کیا ہی چھ ہوس بھی نہ کر کسی بچے کو کھڑے میں۔ آئیں
اور پردہ کر لیں تاکہ اس سے بھگدڑاوقات کا وسیع ہاتھ آئے۔ شہر نے یہی
تائید کی۔ میں نے بچے شیر خوار بچے کو اپنے دامن میں لیا اور انہی پر سوار ہوئی۔
میر سے شہر نے انہی کی گلی نکالی اور ہم گلی کی طرف چلے گئے۔

میر اپنے بچے کو ہلکے سے ہلکا رہتا کیوں کہ میرے ۱۱۲ ہجری قمری بلکہ یہ کہنا چاہیے تقریباً
شک ہو چکا تھا۔ ہمارے انہی بھی شک سالی کی وجہ سے بہت، غر ہو چکی تھی اور ۱۱۲
نہیں دیتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میں اور میرا شہر وہاں قاعدہ سے تھے۔

جب ہم گدے پہنچے، ۱۱۲ ہجری قمری کی عورتیں ثروت مند گھروں کے بچوں کو گولے مارے۔
وہابی کے لیے چار ہو چکی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک نے بچوں کے والدین سے
خاصی رقم چھٹی وصول کر لی تھی۔ میر سے احمد میں کی ثروت مند کائنات۔ یہ بلکہ ہمارے
ہائی ایک یتیم بچہ کی ہرارش کے لیے مجھ سے درخواست کی گئی اور ابھی بچے کی چٹائی
موجود ہے۔ میں نے شہر سے کہ "خدا تمہارے بچے سے بہتر ہے ہم اس بچے
ساتھ سے چھین چھو ہے تو یہ قریش میں ہے۔ جب یہ ہو گا تو بزرگان قریش میں
سے ہو گا اور ہم اس سے یقیناً ہوا نہ نکلیں گے۔ میر شہر میں گیا اور ہم گھومنا

۱۔ میں سے ہر آدمی عورتوں کے ساتھ ہی وہاں ہو بیٹے۔ ابھی گدے سے ڈیڑھ گز
میں ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱

ہے۔ میں نے بعد چاہی، اور مجھ کو ایک مکتوب بھی اسی کی تائید کرتا تھا، لیکن ہمارا معاملہ
میں محمد بن حنفیہ کے علم میں ہی نہ رہا، کی کہ عرب میں ہر جگہ سے ہر جگہ میں بڑھ کر تین [شاعری]
ہے جو سنانے سے بھی گراں تر ہے۔

۴۔ ایک عرب شاعر کہتا ہے "انسان کی وقت و حرمت" میں سے اس کے اس دور
زمانہ سے ہے۔ باقی سب خون آلود گوشت کا پیکار ڈھانچا ہے۔"

۵۔ ایک ہزار عرب کی سی سو فیصد سے ٹھیک ہی کہ ہے کہ عربستان میں سخاوت
صدور سے ایک بھڑکے ہوئے ہر شاعر کا تھا۔

۶۔ تاہم ایک بڑی وسیع سرزمین سے جس کا بیش تر حصہ رعیت سے ڈھکا ہوا ہے۔ ان
جگہوں میں جہاں گرم ریت کے بھڑکے ہوئے ہیں، ایک عرب کا سرمایہ حیات تین چیزوں
پر مشتمل ہوتا تھا۔ ایک ٹھیکہ جو اسے آفتاب کی حرمت سے بچاتا تھا، ایک اونٹ سواری کے
لیا، اور آخری کا دودھ خدائے عور پر استعمال کے لیے اور ایک گلو جس سے وہ اپنے دفاع کرتا۔
۷۔ اس کے علاوہ اس کے پاس اپنے لڑکے اور لڑکیوں کی تسکین کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔

۸۔ سنان کا ایک فرانسیسی نقلی کہتا ہے "دوسری قوموں کے علوم خصوصاً ایران کے
تاریخ و جغرافیہ اسلام کے بعد عرب میں درآمد ہوئے، اگر عربوں سے وہ سب سنانے
کیا نہیں ہوتا، تو ہمارے گائے کا اونٹ" گھر میں پڑے عقلمندوں کے کہہ سکتا ہوں
۹۔ سنان میں مقیم معاش کے بغیر ہی نہ ہوتا کہ وہی سے وہ کرتے تمام علوم، ہر قسم اور ہر
دور عربوں سے وہ سب سے بڑے گائے جب بھی عربوں کے پاس قاطعاً ضرورت ملتی
ہوتی رہ جاتی ہے۔

۱۰۔ محمد سنانی، معاشری اور شاعری نہیں کر سکتے تھے، اس لیے کہ اس سے متعلق لوازمات
۱۱۔ یہ نہیں۔ لیکن انھوں نے اپنے فن میں ان تمام اہمیت کا اعادہ کیا ہے۔ سخاوت (شاعری)
۱۲۔ کا وہ دعویٰ سنا ہے کہ جس میں انھوں نے اپنی تائید، اب اور ہر دور کی کوثر کر دیا تھا۔
۱۳۔ ان میں سے ہے کہ وہ علم، ادب، شاعری، ہر دور اور دوسرے عربی علوم سے تحقیق حاصل

محمد ﷺ امین

محمد ﷺ کا دودھ پھرنے کے بعد صدر انھیں نبی کی والدہ بی بی آمنہ کے پاس رہا جس
چھوڑ گئیں۔ جیسے کہ پہلے کہا جا چکا ہے، محمد ﷺ کی وہ بی بی تھیں جنہیں مدت بعد ہی آن کی والدہ
۱۔ اور ہر دور بعد مطلب کیے بعد دیگرے اس جہاں سے کوچ کر گئے۔ تب ان کے چچ
ہو سب سے انھیں اپنی سرپرستی میں لے لیا، اور جب محمد ﷺ ہر دور سال کے تھے، ہر صاحب
انھیں اپنے ہر دور شام کے سفر پر لے گئے۔

۲۔ شام کے سفر سے وہ بی بی پر ہر دور آپ ﷺ نے لکھ دینی کا کام شروع کر دیا، تاہم ہر دور
گرم ریتوں اور آفتاب کی جھل سے وہ دن گری تھی اور محمد ﷺ تھے۔

۳۔ جن دنوں ہجراتوں کے دودھ ہوتا، آپ ﷺ اس دودھ کو خدائے طور پر استعمال کرتے
اور جب ہجراتوں کا دودھ خشک ہوتا تو آپ ﷺ ہر دور کی بڑی وہ بی بی کا گزر کر لیا کرتے
تھے، جب تک محمد ﷺ بڑھاپے کو پہنچتے تو ان دنوں کو اپنے ہر دور تک کے یہ دنوں میں لے
جاتے اور مختلف جگہوں کی شان دینی کیا کرتے اور فراموش کرتے میں یہاں بکریوں چاہا کرتا
تھا اور یہ بڑی بی بیوں کا طور پر استعمال کیا کرتا تھا۔

۴۔ جیسے کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، عرب سال میں چار بار جنگ و جدوجہد نہیں کیا کرتے تھے۔
۵۔ حج کے دنوں میں وہ عرب لوٹ مار سے ہاتھ روکنا کرتے تھے۔ قبا، اور تاجروں کے
قاتلوں پر حملے نہیں کیا کرتے تھے۔ حج کے ایام میں مکہ کے نزدیک ایک بازار کا کرتا تھا
جیسے کہ وہ ہاں کوئی کیے گئے ہیں۔ تمام عرب اس بازار میں خرید و فروخت کے لیے آتا
کرتے تھے۔ یہ بازار خدا کے شہر میں نہیں شہر سے ہمارا کرتا تھا۔ محمد ﷺ بھی پہنچے تھے جب
اس بازار میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہ کچھ جانتا تھا کہ عربستان میں سب سے قیمتی چیز

آپ نے متعلق بات چیت کر دیں گے وہ شخص اپنا وعدہ بھول گیا اور اس روز آپ کو
 یہ خبر دی کہ وہ شخص اس کا گزرا اس مکان سے ہوا تو حیرت سے کہہ دیا ہے کہ محمد ﷺ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
 میں نے اسے سنا کہ وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے کہا تھا کہ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

آپ نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
 میں نے اسے سنا کہ وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے کہا تھا کہ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
 میں نے اسے سنا کہ وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے کہا تھا کہ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

آپ نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
 میں نے اسے سنا کہ وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے کہا تھا کہ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
 میں نے اسے سنا کہ وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے کہا تھا کہ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

آپ نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
 میں نے اسے سنا کہ وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے کہا تھا کہ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
 میں نے اسے سنا کہ وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے کہا تھا کہ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

آپ نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
 میں نے اسے سنا کہ وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے کہا تھا کہ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
 میں نے اسے سنا کہ وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے کہا تھا کہ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

آنحضرت کی شہر میں سے تھیں جس کے قتل کا واقعہ یہاں پر آج بھی ہو رہا ہے۔
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
 میں نے اسے سنا کہ وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے کہا تھا کہ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

آج بھی یہ واقعہ اسی طرح رونما ہو رہا ہے جس کے قتل کا واقعہ یہاں پر آج بھی ہو رہا ہے۔
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
 میں نے اسے سنا کہ وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے کہا تھا کہ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

آج بھی یہ واقعہ اسی طرح رونما ہو رہا ہے جس کے قتل کا واقعہ یہاں پر آج بھی ہو رہا ہے۔
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
 میں نے اسے سنا کہ وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے کہا تھا کہ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

آج بھی یہ واقعہ اسی طرح رونما ہو رہا ہے جس کے قتل کا واقعہ یہاں پر آج بھی ہو رہا ہے۔
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔
 میں نے اسے سنا کہ وہ اس کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے کہا تھا کہ
 میں نے اسے دیکھا تھا کہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

اے قبیلے سے جنگ کر کے حالت کے پر پناہ حق وصول کرے یا قسم کرے۔ لہذا جب کسی کوئی قبیلہ اپنے حق کو تسلیم کرے کے لیے نہ پڑھتی کرتا تو اسے قریش مکہ کی صفہ قوت کا سامنا کرنا پڑتا۔

یہی وجہ تھی کہ جب بھی ہر سے یا ہوا کوئی شخص نہ میں علم و ہدایت کا نکتہ نہ ہوتا تو اس کے لیے اپنے حق کی باریکی میں مشکل ہوتی۔ "میں" کی عربی صورت لگتا ہے جے کے موقع پر جنوبی صحرا سے ایک عربی بلی جن بنی کے ساتھ نہ رہت کے لیے یہ نہ میں ایک ثروت مند تاجر نے اس کی کو خواہ کر لیا۔ اب باپ کے پاس اس کے ساتھی چارہ نہیں تھا کہ صحرائیں وہاں جے اپنے قبیلے کو جنگ کے لیے تیار کرے اور اس کے ہمراہ وہاں نہ کرتا جو (افواہ لکھو) کے قبیلے سے جنگ کرے۔ افواہ لکھو تاجر چاہتا تھا کہ اس عرب کا قبیلہ چھوڑ جائے اور اس میں یہ جرات نہیں کہ قبیلہ قریش کو موت بہر زت دیں۔

قریش کے رفا کار جو یہ مظلوم کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے درخت کعبہ کے ارد گرد اکٹھے ہو کر متحدہ باطل قسم کھائی۔

اب ہم کہتے ہیں کہ مظلوم کی اس حد تک حمایت نہ کر کے کے عام مجبور ہو کر مظلوم کا حق وہیں کر دے۔ اس راہ میں ہم کسی قسم کے رعب اور جبر کو نہ نہیں آئے وہیں لگے یہ حمایت بلا تفریق اور فریب ہوگی۔

یہ جہد کر کے قریش جو اس (شخص جس کی خدمت میں) نے جبراً اس کو آپ زحوم سے قتل دے کر اس بلی کو یا کعبہ ہلاک ہوتا ہے۔ بعد ازاں جو چاہتا قریش اس تاجر کے گھر کی طرف چل دیے۔ گھر کا یہ صرہ ایک دروازہ کو دھکی دیا کہ وہ شخص وہی کو، جس حالت میں کہ وہ ان کی کئی تھی اس کے باپ کو فوری دیکھ کر دے۔ دولت مند تاجر نے ایک رستہ کی بہت تھی اور کہا کہ میں اس کی کو وہاں کر دے گا۔ مگر قریش رفا کاروں نے اس کی درخواست رد کر دی اور کہا لڑی فوراً اس کے باپ کو مار دو۔ تاجر مجبور ہو کر لڑائی کو دیکر رہا۔

ایک اور موقع پر اب وہیں نے نہ سے دے کر ایک تاجر سے کچھ شہ خریدیں مگر ان کی قیمت اس کی۔ تاجر کو اس رفا کار (مظلوم) کا علم نہیں تھا۔ لہذا وہ صحرے کر چے

قبیلہ وہ نہ پھر وہ چوہاں اس قبیلہ قریش کا مقصد نہ کر سکا۔ حضرت محمد ﷺ کو جب ان سب رفا کاروں کو آپ کو پہنچا لیا جیل کے پاس گئے اور اسے رقم ادا کرنے کو کہا۔ لہذا جیل نے چارہ دیا اور ان کی رفا کاروں کے ہاتھوں سے جہد جب بھی دے کے کسی فرد پر کوئی ظلم ہوتا تو یہ رفا کار (مظلوم) اس کی حمایت کو لگتی جاتی۔

دست کے بعد وہاں نہ دیکھا فرما کر دے تھے کہ میں رفا کار وہیں اپنی حمایت پر دستوں اور رفا کار تھی کہ اگر کوئی ایک صوابت سرخا ہوا دے دے کہ تسلیم کو چھوڑ دے کہ بے پناہ تو بھی میں اپنے نہ کرنا۔

حکم (مظلوم) کو استوار کرنا ہی اس کے کہ آپ دیکھا رستہ پر مہیوت ہوں استہیت رکھا ہے۔ محمد ﷺ کی اس رفا کار تنظیم کی کارکردگی کے باعث عرب قبائل میں اختلاف کی حالت ایک انقلاب آجیا انجام لینے کی اصل منزل ہو گئی۔

یہ صاب کا تنظیم جو مظلوموں کی حمایت کے لیے وجود میں آئی تھی، اسے ایک چھوٹا سا تنظیم میں کیا جاتا ہے۔

تعمیر کے جو سے پہلے کسی فرد کے، اس میں یہ بات نہ آتی تھی کہ کسی کا رستہ رہا میں نہ جانتی ہے یا ایک مظلوم کا جو نقص ہوتا ہے اس کی حالت اس طرح بھی جو حق نہ تھا کہ اس حالت اور قبیلے سے ہوتا اور قبیلہ اس کے حق کی باریکی کے لیے تیار ہوتا تھا۔ اس کا حق ضائع ہوتا تھا۔ اسی طرح ایک مظلوم کا قبیلہ اس شخص جانتی رہا نہ تو اس کا خون ریاکار چاہتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ مظلوم جہد سے اپنے حق وہیں نہیں تھے نہ استطاعت نہیں رکھتے تھے وہ اس کا روبرو نہ کر جاتے اور حضور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اسی ان اہم کی باریکی قوانین میں تعمیر آ سکتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی قابل مثال خدمت خدا کی خدمت سے قطع نظر آپ پیشتر اس کے کہ وہ نہ نہ تھے، نہ تھے، دیکھتے روزگار تھے۔ بہت سے پہلے حضرت محمد ﷺ کے عمل و فکر کا ایک حصہ نہ تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ایک عظیم انسان تھے اور ایک و شبہ دوسروں

حضرت خدیجہ کی عمر پچیس سال تھی۔ اولاد میں ایک جو نکاح اور ایک لڑکی۔
محمد ﷺ کی عمر اس وقت پچیس سال سے زیادہ تھی۔

خدیجہ بہت دانا و جمیل اور محمد ﷺ اس کی نسبت محاشی اقبال سے کم دیتے تھے۔

۱۔ عمر کے دم دروان کے مطابق حضرت محمد ﷺ اور خدیجہ کے قبیلوں کی
بہ سہولت و منظور کا مسئلہ تھا۔ خدیجہ کا قبیلہ اس نکاح کی موافقت میں نہیں تھا۔

خدیجہ کو خود محمد ﷺ سے براہ راست شادی کی بات نہ کر سکی تھی بلکہ اپنے خادم
یسرہ کو یہ کہنا کہ وہ محمد ﷺ سے اس سوچاوار پر بات کرے۔ یسرہ نے محمد ﷺ سے کہا

خدیجہ بہت سچا ہے۔ آپ اس سے شادی کر لینے پر آمادہ ہیں؟ آپ کا یسرہ کو اس سوال پر
جواب تھا کہ ہاں۔ ہاں اور طریقاً خدیجہ ایک دولت مند عورت ہے اور میں غریب۔ لہذا یہ شادی

میرے لئے بہت نفع دے گی۔ دوسرے میں نے یہ کہہ کر کہہ کر خدیجہ سے شادی کا
خود کہا تھا۔ خدیجہ نے اس میں سے کسی کو قبول نہیں کیا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ عورت مجھ
جیسے غریب مرد (محمد ﷺ) سے شادی کرے گی۔

۲۔ حضرت محمد ﷺ کے خیالات خدیجہ تک پہنچ دیے اور کہا میں نہیں سمجھ سکا آیا
وہ خود بھی اس سے گایا نہیں؟ خدیجہ نے ایک عورت عام بصر کی خدمت حاصل کی اور
اسے سوا کیا کہ وہ محمد ﷺ سے بیکار کی ایہام کے بات کرے۔

۳۔ حضرت سہیلہ سے بھی یہی پہنچائی طور پر عرب تھی اس سے وہ بات چیت میں عربی
زبان پر پوری کو کم ہی غور نہ کرتی تھی۔ سہیلہ کو بھی اشارہ دیا کہ یہ کے براہ راست

بات نہ کرے۔ سہیلہ نے محمد ﷺ سے کہا کہ آپ جو بن لڑیا ہیں، شادی کیوں نہیں کرتے؟
آپ نے فرمایا کہ میری مالی حالت نہیں جمی کہ میں بیاہوں اور اولاد کا پتہ نہ ہو سکے۔

۴۔ یہاں آپ سختی جو تھیں، پہنچا دینے والے کو اس کی کفالت نہ کر سکتے تھے۔
محمد ﷺ نے فرمایا میرے بچے کو اس سے بڑے ہو گئے ہیں اور وہ عقلت مند بھی ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ عورت میری بہن بن کر رہے گی۔ اب جب کہ میں جوان ہو گیا ہوں، انھیں

ازدواج محمد ﷺ

حضرت محمد ﷺ جب دوسرے طرف سے ملنے کے حالات بتائے اور جب کتاب
دینے کے لیے حضرت خدیجہ کے پاس تشریف لے گئے۔ محمد ﷺ ایک لڑکا جن سے آپ کی
نکاحیں اور مال یہ چند دوسرے تھے جو ان کے ساتھ ایک پہنچے ہوئے تھے۔ عمر کی دم
کے مطابق اس کے درمیان جنگ لڑاتے تھے۔ بات چیت میں زیادہ تر غصہ کرتے تھے
طرح کہ ان کی سفیدی لڑیاں ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ کا دین مبارک خوش ترکیب تھا۔
لڑکی کو خوب صورتی کے علاوہ آپ کے بدن سے جو خوشبو آتی لوگوں کو آپ سے میل جول کا
خواہاں بناتی۔ ان دنوں عرب میں صلہ کار کا استعمال بہت زیادہ تھا۔ مکہ و مدینہ میں جس کو صلہ
کرنا بہت خاتہ دل اور ہائے مکانات کو محظوظ رکھنے کا عام رویہ تھا۔

حضرت محمد ﷺ کبھی کبھی کرتے تھے یعنی کتاب کو اس طرح دیکھ کر کہتے تھے کہ
برفہ اس میں قرآن چلا جاتا تھا اور اس کو شمار کیا جاسکتا تھا۔ آپ ﷺ کا یہ طرز تکلم بہت
وجہ نہ تھا۔ آپ ﷺ جو کچھ ارشاد فرمایا کرتے، سننے والے کے دماغ میں یہ بیج پڑتا
کہ وہ اسے فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ جب محمد ﷺ سے جب کتاب بھی دیا تو خدیجہ نے
آپ ﷺ سے یہ واسطہ چنوا دیا، تاکہ یہ کچھ ممکن کرے کہ یہ بات اور اس شادی کی فکر
میں بے یاسی نہ ہو۔ مگر جو جب محمد ﷺ نے اسے اس سے معلوم ہوا تھا کہ شادی کا خیال بھی
ان کے دماغ میں نہیں ہے۔

تاہم خدیجہ کو حد نہ کر سکی کہ براہ راست شادی کی درخواست کرے۔ خدیجہ سے اس
وقت تک دو شادیاں کی تھیں۔ ان کی اولاد میں ایک نام عام دوسرے ایک لڑکی یہ دم ہند
تھیں۔ خدیجہ نے اس ایک تاہم کی حیثیت سے ہی صبر کیا تھا اور ایک بہترین مکان میں
رہتی تھیں۔ حضرت محمد ﷺ سے نکاح میں تین چیزیں تھیں:

وہ نہ نہ ہو، اسے وضعت میں نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے اس کی مدد کرنی پڑی ہے۔

غیر سے کہ آپ سب عورت سے شادی کر سکتے ہیں، اگر خدا و اس کی کھات سے
ہے لگتی ہو جائے۔

محمد ﷺ نے کہا: ایک عورت خد سے مرد پر نہ کرے گی کہ کچھ جیسے غریب کو۔

پھر فرمایا کہ خدیجہؓ آپ ﷺ سے شادی کرنے پر راضی ہیں۔ اب اگر آپ راضی ہو
جائیں تو یہ شادی ہو سکتی ہے۔ آپ ﷺ کہیں سوئی میں بیٹے گئے۔

آپ ﷺ کو جب یہ معلوم ہوا کہ خدیجہؓ خود شادی پر آمادہ ہیں تو فرمایا میں اس موضوع
پر خدیجہؓ سے خود بات کر دوں گا۔ ایک روز بعد حضرت محمد ﷺ خدیجہؓ سے ملے اور شادی کی
بات اُن سے معلوم کیا۔ خدیجہؓ نے صبر کی تعریف فرمائی اور اپنی رخصت مندی کا اعلان کیا۔

چونکہ خدیجہؓ ایک چالیس سالہ بیوہ تھیں اور ان کا دس دو بیٹے بھی تھے عربوں کی رسم کے
مطابق اُس کے قید (نئی اسد) کی اس رخصت میں مخالفت ضروری تھی۔ خدیجہؓ کے قبیلے کے
رہنما عمرو بن اسد نے کہا: بلاشبہ محمد ﷺ اہلین دوسرے ہیں جو عرب میں ہیں اور جب دوسرے قبیلے
کو معلوم ہوگا کہ خدیجہؓ نے ایک غریب مرد سے شادی کی ہے تو وہ میں میں مل کر کہیں گے کہ عربوں
کا قیود کہ خدیجہؓ سے محمد ﷺ کی راجت اختیار کی۔ اب جب سے جب دیکھ کر محمد ﷺ کے
لیے یہ شادی سود مند ثابت ہوئی تو انھوں نے بھی قید سے اس کو سدا چھوڑ دیا اور اسے سر کر دیا اور
کو ایک عورت میں شرکت کے لیے بلا بھیجے۔ کھانے کے بعد یہاں تک رہا کہ گویا بوسے

محمد ﷺ ابیر بکس سے لیکر ایک نیک نام مرد اور خاتون باغی ہے۔ سب دہس میں اگر
وہ اس سے بڑھ کر نہیں تو کس طرح نہیں ہے۔ اس بات کو بھی چھوڑ ہے۔ خوب صورت
جوت ہے۔ جوتی اور دھاتی بھی ایک راست ہے۔ گرم اس کی شادی کی حفاظت کرو
گے تو فقہ محمد ﷺ ہی نہیں مدینہ بھی دیکھ ہوگی۔ خدیجہؓ پہلے سے ایک مدد اور شادی
جائے مگر قید باغی کے محمد ﷺ جیسا دیکھ دیکھ نام جو اس میں سے ہے۔

جو سب کی باتوں سے عمر ان سے بہت متاثر ہوا اور اس شادی پر رخصت ہو گیا۔

۱۔ وہ جس کی شادی کے موقع پر شوہر اور کرا تھا۔ محمد ﷺ نے خدیجہؓ کو جو ہم داکہ
۲۔ وہ جس کے نام سے وہ اس کی نہیں فرمے۔ آپ ﷺ کہتے تھے۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ
۳۔ وہ ان کا وہ اس کے حق میں نہیں اہل کیوں کھ ہے جب کہ صحیح میں ہے کہ حق میں
پانچ سو روپے اور اسی تھا۔

۴۔ وہ اس کے موقع پر حضرت محمد ﷺ کی رانی بی بی علیہ صرا سے آئیں اور حضرت خدیجہؓ
۵۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے
۶۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے
۷۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے

۸۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے
۹۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے
۱۰۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے

۱۱۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے
۱۲۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے
۱۳۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے

۱۴۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے
۱۵۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے
۱۶۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے

۱۷۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے
۱۸۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے
۱۹۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے
۲۰۔ وہ اس کے وقت اس کے بعد بی بی صبر کی ماہ آئیں اور پھر رضی بیٹے سے

گھریلو زندگی

حضرت خدیجہؓ کے محل سے جس فرخ پیدا ہوئے۔ قطب عالم مہدیؑ نے پہلے فرخ کا نام قاسم رکھا اور اسی مناسبت سے آپ کی کنیت "ابو قاسم" تھی۔ قاسم بھی بچے ہی تھے کہ وفات پا گئے۔ دوسرے فرخ کو سرطیب اور تیسرے کو فرسالی ہی تھے کہ اس زمانے سے کوئی نہ گزرتا۔

مذکورہ بالا دو فرزند کے علاوہ حضرت خدیجہؓ کے محل سے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے نام دالتربیبہ، رقیہ، زینب، آمنہ کلثوم اور خاتون تھیں۔ پہلی تین صاحبزادیاں کے دس مہینے اور چوتھی بیس مہینے تک وہاں ادا فرمادیں۔

یہاں یہ ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ جب آپ ﷺ سے خدیجہؓ سے شادی کے تو آپ ﷺ کے عمامہ اسی خانقاہ سے گھرے ہوئے اور اسی مناسبت سے حضرت خدیجہؓ کے قید خانہ سے ان کے افراد سے شادی ہوئی۔

قید خانہ کے مرد و عورتوں میں ممتاز تھے اور حنیف کہلاتے تھے۔ حنیف ان کو کہتا تھا کہ چونکہ نہت پرست تھے۔ مگر ان پر مضبوط عقائد نہیں رکھتے تھے۔ حقیقت کی جستجو میں سرگرداں رہتے تھے اور ان کی کوشش کوئی کسی واحد معبود متعلق کی پرستش نہ تھی۔

خاندان میں ایک مرد با نام رتد بن فہل تھا جو حضرت خدیجہؓ کا مہر دہن۔ آپ ﷺ کی خدیجہؓ سے شادی کے بعد وہ محمد ﷺ کا دوست ہو گیا تھا۔ دوسرا ایک مرد با نام عبد اللہ بن جحش تھا۔ تیسرا خنزلہؓ نامی ایک مرد تھا۔ چوتھا زید بن عمر۔ قید کے چار دوسرے افراد کے برعکس جب انہی نبی ﷺ سے ملنے آپ ﷺ سے مذہبی معاملات پر بحث کرتے اور آپ ﷺ کو حنیف

کہا جانے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

یہ مذکرات جو یہی کے خانقاہ سے ہوئے ایک مؤرخ کی نظر میں قید طلب ہیں۔

ان میں مذکرات کا مکمل علم نہیں ہو سکا مگر بہت مختصر کے ساتھ بعض عرب مؤرخوں نے ان میں مذکور شخص کے گھر کی زندگی کے چند چٹائیوں کو جو آپ ﷺ نے بحث کے دوران ان کے پاس لایا تھا۔ ان میں مذکرات کی تفصیل اور نوعیت معلوم ہو جاتی تو یہ مذاکرات جو ان کے عہد عرب میں ہوتے رہے اور محمد ﷺ کی مجلس مبارک سے منقبتیں ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں ان سے ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی طرز فکر میں اس وقت کی تحریک تھی کہ جب آپ ﷺ کا پیغام

"آپ ﷺ کے شادی سے عہد تک کے مذکورہ تاریخی درج کے لحاظ سے ہمارے لیے بہت بہت نکلتے ہیں۔ دوسرا مذکورہ جہانوں سے ہوتے رہے ہمارے لیے تو جب طلب ہیں مگر ان میں چند محسوس کے ساتھ ان کے دوسرے مسائل کے تعلق سے ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں اور کچھ ہیں۔ ان میں مذکورہ سے روایات کے توسط سے نقل کیا ہے کہ جب بھی خدیجہؓ آپ ﷺ سے "حقیقت کی کوشش کرنے کو کہتے تو آپ جو بافرماتے لا ازالہ مذہب اور کچھ آپ۔ یہاں سے فرمایا حقیقت اپنے وقت پر خود بخود ظاہر ہوگی اور قرآن میں سے جو کوئی نہ ہوگا اس کے لیے بیان دے گی۔ حضرت محمد ﷺ چونکہ خدیجہؓ کی نسبت عرب سے تھے لہذا خدیجہؓ اپنے شوہر کی طرح خدمت اور وہ کوئی فرمایا کرتی تھیں۔

۹۰۵ میں میں جب کہ محمد ﷺ کی عمر بیستین سال تھی، مذکورہ دو بڑے ہی نامور واقعات اس سے ہوئے۔ پہلے یہ تھا کہ خاندان کعبہ کو ایک لگائی تھی جس سے وہ جمل گیا تھا۔ دوسرا یہ تھا کہ اس کا کچھ حصہ تباہ کر دیا۔ مذکورہ شادی واری وارش ہوئی ہے جس کی لگائی گئی۔ یہاں یہ ہے۔ اس میں بھی سیلاب زدہ کیا اور خاندان کعبہ کی خدمت کو خاص نقصان پہنچا۔ قریش کے بھی قبیلوں نے مرمت کے لیے سلمان جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ ابھی مرمت سے پہلے ہی اس میں کیا جا رہا تھا کہ ایک کشتی زلزلہ سے تھری کے لیے تباہ ہوئی تھی۔

۹۰۵ میں سے مرد و عورتوں کی خدمت (پہلی خدمت) ہے، ۹۰۵ میں مردی خدمت ۹۰۵ میں لڑکی کے دھوکوں میں تعمیر ہونے پر اسی میں تھی۔ اس کا دارالخدمت تھوڑا تھا۔ اس کو قرآن میں مذکور کیا گیا ہے۔

ہمیں یہ بھی معلوم نہیں اس کا کہ ۶۰۵ء سے ۶۱۰ء تک آپ کی مصروفیات کی کیا تھیں اور
زعفرانی کے یہ پانچ سال آپ ۱۸۸۵ء نے کیسے بسر کیے۔

خدا کو کسی چیز کو ساتھ لے کر ہی ہونی قرار دیا ہوں کے متعلق ہے اور وہ میری حسب سابق نصیب اور آرزو ہے۔ میں ۶۰ سال کی عورت ہوں جس کا یہ شعر تمام کا یہی شاعر ہے لیکن یہ پانچ سال آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ البتہ یہ کہہ رہا تھا کہ آپ کا ہر شے میں عجب سے ہوتے تھے۔ وہاں تو میرے تھے اور نور علی کرتے تھے۔



جب وہ ایک مدت بعد کی رملہ کی قمری سب سے شہرہ آفاق کی جتنی جاس سے چار
تھ ۱۰ ایک بار میں گوشہ نشین کی مدت کا شہر قمری سب سے ہی کیا کرتے تھے۔
حضرت کو ۱۰۰ سے پہلے سے ۱۰۰ کے بعد چھ حضرت ابو العاصم بھی ہر سال ایک ایک
مات ہی ۱۰۰ میں سب سے کرتے تھے۔ ۱۰۰ سے لوگ بھی جب عمر کے ان میں سے پہنچتے تو
سال میں ایک ایک کا عمر اہل اہل کے عادل میں گزارتے تھے۔

آپ نے یہ بات کہ آپ ہر سال رمضان خاور میں گزارتے ہیں اس بار کے لئے یہ بھی کہہ دیا کہ وہاں کا عقیدہ کہ شب قدر رمضان میں واقع ہوتی ہے۔ اس شب میں بھی جو کچھ کرے وہ پوری ہوتی ہے۔ نیز اس رات کوئی بھی دعا مانگا ممکن ہے۔ امام ابن حنفین نے محمد ﷺ کی زندگی کی جو تحقیق کی ہے وہ لکھتے ہیں

[illegible]

نک۔ ماہ 7 کو دیکھا ہے۔ مگر شہر کے طرف میں متعقد نہیں ہیں۔ عرب ان میں کو

جس وقت آپ ﷺ اور حضرت خدیجہؓ ان کے گھر میں داخل ہوئے تو وہ (دو تہہ بن لٹل) اور بن کی پس آئیل پڑے میں مشغول تھے۔ حضرت محمدؐ نے اپنے تمام راتھ عاثر اور نزول سورہ مدثر سے ورد کو آگاہ کیا۔ ورد نے قوم و دشمن کے حد بانی کسی شک و تردید کے کہ یہ کام (ناموس) ہم سب کے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ باطن میں موتی پر بھی ناز ہو تھا۔ مسلمان واقعہ کاروں کے یک گردے لئے کھڑے کہ ارد نے کہا تو تم دین (ناموس) جو جس کی پیشی تھے خبری دینی کا ایک روز تم میں آئے گا۔

رات میں "ناموس" کے معنی "دو قوانین الہی جو شریعت کے لیے وضع ہوتے ہیں" کے ہیں اور باطنی قوانین الہی کو "ناموس" کہا جاتا ہے۔

بعد ازیں ورد بن لٹل نے وضاحت کی کہ کوئی بھی تیری جگہ ہوتا تو جہنم سے ہو وہ بھی یہی کچھ کرتا۔ ہر شخص تمہارے دشمن ہو جائے گا۔ خدا کرے میں اس وقت تک زندہ رہوں اور دشمنوں کے ساتھ رہے میں تمہاری مدد کر سکوں۔ نیز یہ بھی ضرور ہے کہ اگر تم سے تیغ شریعت کی تو تم قبیلے سے طرد کر دیے جاؤ گے۔ "طرز" کے معنی قبیلہ سے نکال دیا کرتا ہیں۔ اس حرب معاشرے میں یہ باطنی سزا جی جی جس شخص کوئی پاسکتی تھی۔

جس وقت یہ شخص کو "طرز" کیا جاتا تو اس کا یہ مطلب ہوتا کہ اس شخص کے سپہ سالار کے قبیلے کی حمایت دائل ختم ہوگئی۔ اس قبیلہ کی رملی میں وہ اب اہیت ہو کر رہ جاتا۔ اس کا غول اور اس اور ہر ایک کے سپہ سالار ہو جاتا تھا۔ کوئی بھی اسے ظلم یا زد نہ کر سکتا تھا۔ فردا ایک جہتر کا نکلا ہو کر وہاں کوئی بھی اسے خود کرنا نہ سکتا تھا۔ خود کرنا یہی ایک سنگ تھا۔

اور جاہلیت کے ایک شاعر نے یہ خوب کہا:

"مجھے خوف ہے کہ تمہارا وعدہ مجھے ہمارا زانو گول کے ہاتھوں میں دے دے"

"مجھے خوف ہے کہ ہر شخص جو مجھے دیکھے مثل سنگ آفے در در ہو چھٹک دے"

جو شخص قبیلہ سے طرد ہوتا اس کی حالت اس شعر کے مطابق ہوتی تھی۔ وقتاً اس کے وجود و نازا جو دین کوئی قاصد اور فریق نہیں ہوتا تھا۔ ورد بن لٹل کو بھی یہی خدا شرافت ہو کہ

یہ رات کے رسول کے بعد کی راتوں کو بھی محمد ﷺ کا رخا میں تشریف لے جاتے رہے۔ مگر وہ اس سے اس کل رات بیدار کی اور کلام خداوندی سننا تو جتنی جبریلؑ شریف نہ دے۔ محمدؐ میں سورہ مدثر میں مذکور ہے۔ ہر چند کہ خدیجہؓ زوجہ کی فردا میں ہر طرح سکون و آرام و نرمی کی خوش گشتیں کر لائی، مگر ان کا گھر نہ ہوتا۔ بعض اوقات آپ ﷺ کی کنی اس اور کی کنی "عار" میں سر فرماتے اور حوا میں آنکھ کے بعد دستہ داندہاں مگر شریف رہتے۔

یہ رات محمد ﷺ انیم سے غصہ حل عاثر حوا میں ہم خوبیدگی کی حالت میں تھے کہ وہی "ہاؤں" کو خوش مبارک سے نکل کر "اے محمد" آپ رسول اللہ ہیں اور میں جبریل ہوں۔ "محمد" خدا کرے مجھے ہر فقر ہوئے کہ جبریل اس کے بعد کچھ دیکھیں گے مگر کوئی "دار" ہر "نہ" نہ کہ "سب" آپ ﷺ مگر شریف لے گئے تو حضرت خدیجہؓ نے محسوس کیا کہ آپ خدا سے سزا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مگر خوشب میں نے جبریلؑ کی آواز سنی وہ کہہ رہے تھے اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔ میں سرور و مخلص ہوں کہ خداوند کی نظر سے گریں کیا۔

یہ خداوند میں تک محمد ﷺ راتوں کو مارا میں تشریف لے جاتے رہے اور تمام اہل عرب میں مشغول رہے۔ بیشہ و بدلی طرف دہیاں لگائے رکھتے۔ کبھی کبھی جبریلؑ ان سے بات دے جاتی: "اے محمد! آپ رسول اللہ ہیں اور میں جبریل ہوں۔ اس کے خدا میں سے کچھ درد نہ کیا۔" سہت میں کہ رات میں کبھی کبھی محمد ﷺ کا دھن خدا کی طرف سے یہ ہوتا کہ وہ نازل شدہ کلام کی تلاوت فرماتے رہتے۔ اس میں سرور و "فترت" کا نام دیا گیا یعنی وہ دور جس میں نزول قرآن موقوف رہا۔

حق ہے۔ پتہ نہ دے کہ وہ کون کون سے نبیوں کی طرف سے آیا ہے۔ اس سے بدعتیوں نے اس سورۃ میں
نہایت اور دشمنی کا اظہار کیا ہے۔ پس اللہ العزیز نے اس کے بعد پہلی آیت
واللہ اعلم بالصواب میں بدعتیوں کے خلاف اشارہ کیا ہے کہ تم کوئی اس طرح
نہیں کہہ سکتے۔ یہ قدیم روایت ہے کہ چار یا پانچ جہاں تک کسی کی بات سے سلام سے
پہنچے اس میں قسم نہیں تھی۔ اس قسم کی قسمیں جو ہندوؤں کی مذہبی کتابوں (ویدوں) میں
پائی جاتی ہیں۔ اس کی نفی صحت اور رد کرتی ہیں۔ قرآنی قسموں سے کوئی مطابقت نہیں رکھتی۔
۱۲۔ سورۃ میں حد و نہ سے گھر نکالنے کے لیے دو چوں کی قسم نکالنے سے ایک طور پر غور شدہ
قرآنی اور روایت کی آیت مذکور ہے۔ یہ دونوں قسمیں اپنے اندر بہت زیادہ طاقت رکھتی ہیں۔
۱۳۔ آیت کا کوہ کا کہ یہ قسموں کو کتاب سے جیسے طور پر غور شدہ ایک طرح کی حد ہے جس
میں نہ کھینچے گئے ہوں وہ ہیں اور میں بڑھ چکی ہے نہ ہے۔ سزا میں مغرب کا ایک قادی یا
نہی۔ عربی "اب کا دریا" نہیں کر سکتا۔ "واللہ" کا ترجمہ طور پر غور شدہ کرے گا جب
کہ عربوں میں اس کے الفاظ بھی معنی نہیں ہے بلکہ یہی معنی بہت آسان تھا۔

۱۴۔ "اب" میں "واللہ" کے معنی کچھ ایسے ہوں گے کہ "قسم" اس وقت کی جب
قرآن کی پہلی سورتیں لکھی جاتی تھیں اور یہ آیت اسے جھٹکتی چلی جاتی ہے اور ہر جگہ غور شدہ
آیت سے منسوب ہوتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ جہاں آیت کے کفر سے اس طرح مندرجہ آیت ہے
نہیں لکھی نہ ہونے لگتی ہیں۔

۱۵۔ "قسم" ولفظ رسالت سننے "چلی قسم کی طرح چلی جاتی ہے بہت آسان ہے۔ وہ
معمولہ طور پر وہی اس سے جتنا ہے کہ یہ عربی یا نہی دیکھی جاتی اس کا رد نہیں کر سکتا۔
یہ نہی و یہی دیکھ کر اس کا ترجمہ کرے گا تو وہ کہے گا "اس قسم کی قسم جب کہ وہ سکون
میں نہ ہو جائے"۔ وہ دیکھ اس کے معنی یہ ہیں "قسم اس وقت کی جب تاہم ہر سو
مکتبہ میں سے اور دنیا میں ہر جگہ سکوت ہوتا ہے۔ یہ معنی سکوت کے زور کی ایک معمولی
کی آواز کی مثال دے جاتی ہے۔"

آغاز رسالت

تم میں سے ایک رات جبریل عازر میں تشریف دے اور سورۃ "واللہ" جواب
قرآن پاک کی سورۃ نمبر ۹۳ ہے۔ آپ ﷺ کے لیے پہلی سورۃ کہ سب اللہ العزیز
الرحیم کو ایک آیت شکر کر کے پڑھ لیں پر مشتمل ہے۔ سورۃ "واللہ" دوسری سورۃ
ہے جو اس میں شامل وہ میں نازل ہوئی۔

"نفرت" کے حقیقی معنی، عدم کی مخالفت ہیں۔ معنی کہتے ہیں کہ دو نفرت چند
روز یا زیادہ سے زیادہ دو روز تھا۔ دو نفرت سے دو نفرت کو دن سے قرار دیا ہے۔ لیکن یہی
طبری جیسی دیکھاری نے دو نفرت کو تین سال کہا ہے۔

"نفرت" کے دوران محمد ﷺ ایک ہی تھے۔ اسی لیے مسلمان دو نفرت کو دو نبوت شمار
کرتے ہیں لیکن جب سورۃ "واللہ" نازل ہوئی تو آپ کے دو رسالت کا آغاز ہوا۔

دو نبوت میں محمد ﷺ ایک غیر تھے۔ سورۃ "واللہ" نازل ہونے کے بعد وہیں مذ
ہنی "الانذار" خدا (غیر خدا) ہوئے۔ یہی معنی دو جہاں اور اشارہ دیتا ہے اور وہیں وہ
ہے جو قانون کتابت شدہ (یعنی لکھا) نوع بشر کے لیے، تاہم۔ مغرب کے داخلی اور
صغیرات نبوت اور رسالت کے فرق کو نہیں سمجھتے اور دونوں کو ایک ہی معنی و مطلب میں لینے
ہیں، جب کہ اس کی عقل پر اس دونوں کے درمیان فرق کیا کرتے ہیں اور نبوت کو دور قبل
ورسالت شمار کرتے ہیں جس میں کہ ایک شخص اطلاع و اشارہ دینے پر مامور ہوتا ہے مگر جب
وہ خدا کا نوشتہ (قانون) کو اس کا پہنچاتا ہے تو وہ خدا کا فرستادہ یعنی رسول ﷺ کے درجے پر
مأمور ہوتا ہے۔ سورۃ "واللہ" جو کہ دو نبوت میں نازل ہوئی، محمد ﷺ کے لیے ایک
فوتی رسالت کا پہلا معنی جس میں خدا میں شانہ کے طور پر ﷺ کی نسبت محبت کا اظہار کیا ہے۔
خداوند کو محمد ﷺ کی سرسراہٹ کی کامیابی کا ہم قدر۔ آپ ﷺ کے دس میں حدیث جگہ پڑتے تھے

کسی وقت ہون کر سکتے تو اسل سے کس طرح پیش آئے کہ وہ خوش خوش جیسے کسی پیش سے نکلتا۔ آپ علیہ السلام خوش و محترم رہتے تھے۔ رسول اللہ علیہ السلام کو سورتائیں یاد تھیں کہ ہے کہ "ماں سے خوش انداختی سے پیش آؤ" محمد علیہ السلام نے رسالت کے ناما میں ہی عربوں کو دعوت دی کہ خود کو پیش میں اقرار و خرافات سے متحرک حاصل کرنے کے لیے اقدام کریں۔

منصب رسالت پر جا کر لوگوں کے ساتھ محبت و شفقت کی نظر دے گا۔ ایک جبریلؑ چار دروازے کے لیے توجہ طلب ہے۔ محمدؐ کی رسالت صرف غیب تک محدود نہیں تھی بلکہ انعامیت اور تقدیریت تک واسطی تھی۔ مہرِ مرثیہ عرب میں چار سو سال پہلے نہ رسالت کی موجودگی میں عرب کی خلافت اور نہ چار سو سال پہلے نہ تقدیریت کی طرف توجہ دینا ایک فوقی کلام کا ارتقا تھا۔ محمدؐ نے بیشتر رسالت کے ساتھ ہی اپنے ساتھ ہی لے لی۔

اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کھوکھڑی کی رسالت تک مذہب ہی۔ تھی بلکہ یہ رسالت الہی اور اقتصادی پہلوں میں ہمہ گیری قرن پنجم کی ۶۶۹ء میں متعدد دلائل موجود ہیں۔ گر میں یہ ذکر چھوڑا تو قابلِ غور ہے کہ یہ آئینہ کا باعث ہوگا کیوں کہ وہ مسئلہ عرب کی انقلابی غارت سے آئینہ نہیں رکھتے۔

میں نے اور فراتر جیسی دانشوروں سے جو کہ عربی زبان پر مہر رکھتے ہیں اور عربی کی تاریخ میں انہیں کھس حاصل ہے، خدا "خیر علیہم" کو جو قوانین خدا کی طرف سے عوامین ہو۔ ان کا فائدہ ایک ناشر کرتا اور اشتہار ہے۔ محمد ﷺ ایک بہت بڑے جنائی اور اقتصادی نظام سے متعلق قوانین کے ناشر ہیں، اور انہی میں سے ہر ایک کو قوانین جو خدا کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل ہوئے کہ ان کی تکمیل کی جائے، و تدریج نازل ہوتے تھے۔

عرب اس موضوع پر حجت زدہ تھے اس لیے کہ گزشتہ دور میں آسمانی قوانین ایک ہی مرتبہ نازل ہو کر چلے گئے تھے نہ کہ تدریجاً۔

محمد علی جناح کی پشت سے قتل جو خیرباد، مود ہوئے اپنے تو نہیں یک ہی دروازے لیکن وہ
تو جین جو محمد علی جناح پر مارا ہوئے وہ ۳۹ میلادی سے لے کر ۴۰ صحت دس سال تک ۲۳ سال
تک محمد علی جناح پر مارا ہوئے رہے۔

[illegible]

میرے چیلر توجہ نہ دیں کہ میں ان کی گتیں وہاں پر ہوں (نہی) نہیں تھے،
 پھر وہاں تک کہ ایک ہی مرتبہ ان کی چال تھی۔

میرا ہونا۔ (جی) بھی ہے، اسی لئے ہے اُن پر قیامت بھرتی گاڑ ہوئیں تاکہ آپ
بچ سکیں۔ (امام کو) (بطریق حفظ) محفوظ رکھیں۔

نہی، انھیں ہی پروردگارم جو کلمہ شہادہ کی چیلنج میں ہرپاداس طرح حرکت میں آئے۔ اسی جہی مہدی نے ٹرنز سے پانی قحی کر دیا جس سے بڑی شہنشاہیں (ایران، مصر، روم) اس پر ہراسہ آئے۔ ان کے سامنے سرگرم ہو گئیں۔ مں ملک کے عوام مسلمان ہو گئے۔ اپنے ملک کوں دیکھ کر تیزی سے فیض پھیلا۔ اگرچہ کلمہ شہادہ کے قوانین بھی مذہب تک ہی محدود ہوتے تو ان میں اس رحمت سے بہرہ پڑا۔

اس سے اس حرکت سے پہنچنے کی وجہ اس کا جتنی دور تصدی پرگرام ہی تھا۔
 محض اس کے تو ہی پرگرام کی اصل آج بھی وہاں زیادہ عام ہے یعنی "وعدتوں کا شر"۔

قرآن میں سورہ شوریہ ص ۱۰۵ اور ص ۱۰۶ میں اختلافات جو ملتے ہیں ان کے
مابین یہ بات ہے کہ وہ دو حکم، قرآن اور اس کے مفسرین کی ہیں۔ خداوند نے قرآن کی
سورۃ اولیٰ ص ۱۰۵ میں اس موضوع پر فرمایا

”اس کہیں اُمّہ و جدّہ“ ”جی“ ”تمام انسان یکساں اُمّت تھے۔“

آپ ﷺ کے دین کی اساس ملت اور اجماع پر رکھی۔

اور نیکو بیوی تھے نہ تنگی اور نہ بے پرواہی تھے بلکہ یک مسکن تھے اور یک مکان پر مشتمل تھے۔ مگر وہ جب کہ بیوی اور تنگی دونوں پر نیکو نظر رکھتے ہیں۔

محمد ﷺ نے اپنے دین کی اس بھی سی وجہ سے طے کر لی کہ بیوی و بیٹا کی خوش اس دین کا خیر مقدم کریں۔ مگر یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے امور دین کی انجام دینی کا کام شروع کیا تو کسی وجہ سے (بے نیکی) کی خاطر نہ کی بلکہ فیصلہ دین کی اسامہ کو قبول کر لیں۔

پیغمبر اسلام کا نظریہ یہ تھا کہ جو احکام مومن اور مومنہ پر نازل ہوئے تھے بیویوں اور بیٹوں کے لئے ان کی تحریک کر دی ہے۔ اب ان کی زندگی پر خدا مومن و مومنہ کے لئے نہیں ہے۔ لہذا ان سے اس حد تک روک لیا ہے۔ اب وہ احکام اسلام میں داخل ہو کر یہ سعادت و بار حاصل کر سکتے ہیں۔

"اسامہ" عربی زبان کا ایک خوبصورت لفظ ہے اور یہ قرآن پاک کے رجعت اور قس توجہ لفظ میں سے ایک ہے۔ روایت سے معلوم ہے کہ محمد ﷺ کی بیعت سے قبل "اسامہ" کا صرف ایک بار ذکر آیا ہے اور وہ بھی جب ابراہیم نے بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کا حیرت کیا اور خدا نے قرآنی صاف فرمادی۔

روایت ہے کہ اس کے بعد خدا نے کہ "اسامہ" پر ایمان والوں کا یقین اسامہ "نے" یعنی ارادہ خداوندی پر مبنی ہونے اور "اسلام" یعنی ارادہ خداوندی کے لئے سر تسلیم خم کیا اور خود کو "مسلم" یعنی ارادہ خداوندی کے تحت قرار دیا۔

"قرآن" یہ کہہ کر چاہتا ہے عربی زبان کے خوبصورت ترین کلمات کا مجموعہ ہے اسے قرآن بھی کہتے ہیں یعنی فرقہ فرقہ یا حصہ حصہ کر کے، پارہ پارہ کر کے، تھوڑا تھوڑا کر کے۔ قرآن پاک کو فرقہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے تمام حصے ایک پارہ ہیں اور ہر ایک تھوڑے تھوڑے حصہ خوبصورت نازل ہوئے رہے۔

جیسا کہ معلوم ہے عربی کلمات کا ایک حصہ عربی زبانوں پر مشتمل ہے اور وہ الفاظ طور

میں سے نہیں ملے عربی میں داخل ہوئے اور چونکہ مستعمل تھے لہذا قرآن میں بھی مستعمل ہوئے۔ اس میں سے ایک لفظ قرآن ہے۔ قرأت اور قرآن یہ دونوں لفظ عربی زبان میں داخل ہوئے۔ قرآن یعنی قرأت یا کاہر مقدس کو پڑھنا یا حفظ کرنا۔ اسی وجہ سے قرآن کو قرآن نہیں کہا جاسکتا۔ دیکھئے بھی اس پر (قرآن) مخصوص ہو گیا ہے۔ قرآن کو قرآن نہیں کہا جاسکتا۔ لہذا قرآن کا یہ لفظ عربی زبان میں داخل ہوا۔ کسی اور لفظ سے قرآن نہیں کہا جاسکتا۔ کچھ مسلمان "شعرا" کا یہ عقیدہ ہے کہ تیسری سورہ جو "عزیم" نامی سورہ "قیامت" ہے۔ پسو اللہ الرحمن الرحیم اور جو کو ایک آیت شمار کیا جائے تو اس کی چالیس آیتیں ہوتی ہیں۔

لہذا جب کوئی سورہ نام ہوتی تو آپ ﷺ جلدی پڑھا کر کے کہیں لیا۔ اس میں پانچ حصہ فرسوس ہو گئے۔ اسے ایک نسبت سے سورہ قیامت کی سترہویں آیت میں فرمایا ہے۔ اس میں لفظ "جب قرآن کو پڑھو تو زبان کو اس سرعت سے حرکت مت دلاؤ" یعنی قرآن کو جلدی جلدی مت پڑھاؤ۔

اس میں تین حصہ ہیں۔ جب قرآن کو پڑھاؤ تو غصہ میں مت آؤ گے اور تمہارے لئے اس کی تلاوت (قرآن) آسان کر دی گئے۔

قرآن میں تین حصہ ہیں۔ صبر کرنا کہ تم تمہارے لئے یہ قرآنی قراءت ہے۔ لہذا تمہارے لئے یہ قرآنی قراءت ہے اور وہ تمہارے لئے یہ قرآنی قراءت ہے۔

لہذا یہ تین حصہ ہیں اور اگر حفظ کرنے کے بعد کچھ میں کوئی مشکل پیدا ہو تو ہم اس مشکل کو اور فرمایا گئے کہ اور تمہارے لئے یہ قرآنی قراءت ہے۔

لہذا یہ تین حصہ ہیں اور اگر تمہارے لئے یہ قرآنی قراءت ہے۔ لہذا یہ تین حصہ ہیں اور اگر تمہارے لئے یہ قرآنی قراءت ہے۔

لہذا یہ تین حصہ ہیں اور اگر تمہارے لئے یہ قرآنی قراءت ہے۔ لہذا یہ تین حصہ ہیں اور اگر تمہارے لئے یہ قرآنی قراءت ہے۔

جو عمار میں نازل ہوئی میں میں روحانی ہے۔ حق ہم کو تائید فرمائے اور ہم عرب پر نازل ہوئے ہیں۔
پتہ چلتا ہے کہ اس پادری اسلام سے قبل کسی رومی کے ہادی تھے اور قرآن کے معرودہ
نذرانہ کی وجہ سے بھی گھٹیں آجاتی ہے۔

اس لیے کہ گریہ ۶۹ آیات کی سرحد میں ہوا تھا جس کو اس دور کے افراد سمجھا
ان پڑھ اور سمجھ رہے تھے، پھر کر دیا جاتے اور پتہ بھی نہ کھینکتے تھے کہ حق حسیہ کہ وہ
صدیق صلی اللہ علیہ وسلم ہے، لوگ عظیم پڑھتے ہیں، اقوام کا ہی سطح پر رہتے ہیں، عالمی سطح پر لوگوں کی
چند سو سال سے پہلے دور سے بہت بلند ہو چکی ہے، ایک ہی حکومت وجود میں آئے تو
بھی ایک ہی سرحد میں قومیں وسیع نہیں کر سکتی۔ کیا آج سے چند سو سال پہلے کا دور اور اب کی
ہوئی اور اب کا۔ مگر قرآن کی ایک ہی سرحد میں ہوا تھا جو عرب اور یہ نہیں جس کا دین و احادیث
اس کا اور قانون کے مطابق وسیع نہیں تھا، قرآن کے اثرات کو قبول نہ کرتے۔ عقلی و عینی
طریقہ مذہب قرآن کا وہی ہو سکتا تھا جو پناہ کیا تھی مگر وہ رازوں کا کہ پادری عرب رازوں
کلام و احکام خداوندی سے مانوس ہوتے اور گمراہ کرتے جا چکے۔



سابقین

میں سے پہلے جو پیغمبر اسلام ﷺ پر ایمان آئے، ان میں وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
دین کے تھے۔ دوسرے نبی پر مدنی قبیلہ کے تھے، انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب تھے
میں آپ پانچویں مرتبہ حرم میں آئے تھے، تیسرے نبی پر حضرت زید آپ ﷺ کے رازدار
ہوئے تھے۔ چوتھے نبی، امرا کر چکے ہیں، محبوں نے امداد میں حضرت محمد ﷺ کو ترجیح دی تھی۔
ان میں سے میں نے ان کے بعد کوئی اور شان ماننے پر آمادہ نہ ہوا۔ ۶۱۰ء سے ۶۱۳ء
میں میں نے ایک عظیم سلام محمد ﷺ کے مدد میں میں افراد پر مشتمل تھا۔ تیسرے سال
حضرت امیر "حسان بن علی" اور تعداد چار ہو گئی۔ محمد ﷺ ہر چہ کوشش فرماتے کہ سائین
نہیں، انہوں نے میں میں گریہ نہ ہوا، نہ کہ لوگ محمد ﷺ کے دین کو قبول نہیں کر رہے تھے
نہیں ہی مدت میں میں سر رہے تھے۔ محمد ﷺ جب دعوت اسلام اپنے تو سائیں مکہ وحشی کا
انہوں نے بھی نہیں کر سکتے تھے اور نہ بے اطمینان ہی پرستے تھے۔

۱۔ مسلمان ہونے کے بعد ان کے پاس ان کی بیوی ہوئی جس کا نام عاتکہ رکھا گیا۔
یہ پہلی کنوینٹن ہوئی مسلمان تھی اور جس کا نام مسلمان تھا۔ اس وقت نہ ہونے کی طرف
تے تھے۔ ۲۔ "شعراء" کی آیت قرآن میں ذکر ہو ہے وہ محمد ﷺ کو علم دیا گیا کہ اپنے اقربا
کو دعوت اسلام دیں

۳۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی "اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو راز دیا۔"

۴۔ ایت سے ثابت ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے اپنے پیغمبر
۱۔ پتہ چلتا ہے کہ ان مسلمان ہو گئے تھے جب خدا کی راہ میں اور دنیا اسلام نہ تھے (رحمة للعالمین)
پیرا مسطور پہلی ص ۵۹

حضرت علیؓ اپنی جانب کو ہدایت کی کہ قرآن پچاؤں اور اس کے خاندان و لوگوں کو اس سے
 دے۔ لیکن کہ اس سے پہلے شریف نہیں اور اس سے ساتھ تھا تا کھائیں۔ اس روایت میں
 یہ بھی مذکور ہے کہ یہ دعوت آپ ﷺ کے چچا ابوطالب و بہن اور اس کے خاندان و اس سے
 قیوس کی۔ سب دعوت میں آئے، مگر تا کہ یہ دعوت مقرر ہوئے پر محمد ﷺ نے انھیں دین سوا
 قبول کرنے کی دعوت دی جن کو کسی ایک نے بھی اس کی ہدایت کی نہ کی۔ اتفاقاً بیٹی سہرہ
 سے آئے اور کہہ کر اسے محمد ﷺ میں آپ ﷺ کی دعوت قبول کرنا ہوں اور میں ایمان لانا
 ہوں۔ اس روایت کے آخری حصہ میں اختلاف پیدا ہوتا ہے، نیز علیؓ اپنی بی صاحب اس
 قیادت سے بہت پہلے بیان کیے تھے۔ اختصار کی روایت میں مذکور ہے کہ علیؓ دوسرے
 تھے جو حضرت محمد ﷺ کے بعد ایمان لائے۔

تاریخ اور دوسرے شواہد کے مطابق صحیح روایت ایسے ہوئی۔ جب محمد ﷺ کو خداوند نے
 حکم فرمایا کہ اپنے عزیزوں کو دین اسلام کی دعوت دیں تو ظہیر بن ابی سہل نے اپنے عزیزوں کی
 زحمتی تدبیر کا چرخی طرح پر نہ دیا۔ سب سے پہلے چچا ابوطالب کا حشر ہوا۔ آپ ﷺ کا
 خیال تھا کہ دوسرے دین مگر کبرئی کے پیش نظر اپنے چچا کے مذہب کو ترک نہیں کریں
 گئے اور میرے دین کو نہیں اپنائیں گے۔ ابوطالب کے بعد محمد ﷺ کی اولاد میں سرگرمی و فرا
 ابوطالب تھا جو ابوطالب کا بھائی تھا۔

ابوطالب مذکور کا ایک فرزند تھا جو کہ مذہب سے اسے کوئی دلچسپی تھی تو اس میں حد تک
 کہ اس کی تہمت متاثر نہ ہو۔ حتیٰ سب تاجران قریش کا بھی اہل ہی اندر لگتا تھا۔ مذہب و
 صرف اس لیے عزیز رکھتے تھے کہ یہ تاجران کی حیثیت اور فائدہ میں ہے۔ مذہب میں ایک یا
 پابندی تھی جس کی سرکس میں وہ ہر جنگ اور لڑائی و جانی تھی تا کہ اس کو اس کی تہمت
 آمد رفت ہو سکے اور مذکور کا سہارا تہمتی سبب غریب روایت ہے کہ محمد ﷺ کو جہاں یہ امید تھی
 کہ چچا ابوطالب مسلمان ہوں گے، وہاں انھیں یہ بھی احساس تھا کہ ابوطالب چھوٹے مذہب کا
 و نکل قبول نہیں کرے گا۔

ابوہنی بن حنیس، ابوسلمہ بن حنیس جی جی کہ کھانا کھا کر میرے پاس تیرا چہرہ تھا۔ اور یہی
 تھی، محمد ﷺ کے ابوطالب کے درمیان چلی گئی تھی کے رشتے کے علاوہ ایک
 ورتہ بھی تھی وہ یہ کہ ابوطالب کے لڑکے محمد ﷺ کے دادا تھے۔ آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہ
 میں نہ، محمد ﷺ کے دشمن غریب سے ہوا کرتی تھی۔ سے جو کہنے میں ملکہ حاصل تھا۔
 محمد ﷺ سے تین شراہ کی توجیہ آپ ﷺ کی لڑکی کا کہہ کر کرتی تھی۔

ابوہنی بن حنیس، ابوسلمہ بن حنیس، ابوسلمہ بن حنیس تھے۔ ابوسلمہ بن حنیس کے خلاف تھے اس
 لیے اس مذہب کا یہ بیٹا ہر جگہ کو ایک تاجران کا گوتہ لیتا تھا۔ اس کی دنیا اس طرح فراغت
 اور سوا یہ ہے کہ قریش پر انھیں تک لگا ہوا تھی۔

محمد ﷺ کا تیسرا لڑکا کھڑا تھا۔ خداوند کے حکم کے مطابق اس کو بھی دعوت حق دی جانی
 تھی۔ اس میں اس تھا کہ پہلا نبی کے حوائج سے اس کے سرکار تھا۔ پہلا نبی کے مقدمات
 کے ساتھ اس کی طرف توجہ نہ تھی بلکہ پہلووں کے سوا دوسرے افراد کو حقیر کی نظر سے
 دیکھتا تھا۔ یہ وہی ہے ابوطالب کا چچا تھا۔ محمد ﷺ کو اپنے تھے یہ بھی مسلمان نہیں ہوگا
 رہا۔ اس سے وہی ہے ابوطالب کا چچا تھا۔ محمد ﷺ کو اپنے تھے یہ بھی مسلمان نہیں ہوگا
 ایک اور صاحب تھا کہ کہ مدینہ کو چلا گیا کہ تاجران سے اس کا کاروبار کرتا تھا۔ جس کی دنیا
 میں اس سے ایک اور صاحب تھا کہ کہ مدینہ کو چلا گیا کہ تاجران سے اس کا کاروبار کرتا تھا۔ جس کی دنیا
 ہے کہ اس کی کوشش میں ہوئی کہ یہ وہی ہے ابوطالب کا چچا تھا۔ اس کے اور بھائی و بھانجے
 کے کی کو قریش سے۔

محمد ﷺ کے بعد ابوطالب کے تمام فرزندوں کا جائزہ یہ تو سب تھی کہ ابوطالب
 بڑے اور سب سے پہلے۔ ابوطالب تاجران، حشر و جہاں سوا تھا۔ اس کا مذہب سے
 تعلق نہ تھا۔ اس کی مخالفت تک محدود تھا۔ محمد ﷺ جانتے تھے کہ اس میں سے کوئی بھی کام حق
 سے نہ آئے۔ اس کو اگر کھانا کھا کر خداوند کی فرست گئی تھی۔ نیز خداوند نے فرمایا تھا کہ
 قریش اس کو دین اسلام کی دعوت دے۔

میں کہ نظریہ (Ideoogy) کا تعلق ہو۔ عرب کے لوگ یہ جان رہے تھے کہ ان کی رشتہ کے باعث نظریہ کی حالت میں ہیں۔ ایک عرب جس کے ان میں سے کسی ہے گی (نہا) تاہیں مگر ایک بدوی عرب کے ان میں ایک رشتہ کی نگاہ میں نہیں پڑ سکتے۔ بدوی عرب مصمت پرست عربوں کی طرح (نہا) ہے۔ مگر ان کے پیچھے کھل دیا تھا کہ جب اس کے ان میں ایک عقیدہ پر گزرتا ہو تو اس سے ان سے اس عقیدہ کا کھانا کھائے ہے۔ یہ کہ کوئی قوی تر اور موثر عقیدہ دے سکتے ہیں۔

یہ یہ صوبہ عربستان میں اس حد تک صادق ہے کہ آج بھی ایک بدوی عرب عربستان میں جہاں اس وقت تک کی پاپائیں جبروت کے واسطے سے گزر رہی ہیں اور عربستان کے آسمانوں سے رادوش ہوئی چہرہ کی "آزادی" میں نظریہ کا مصلحتاً نہیں ہے۔ آج بھی ایک بدوی عربستان سے زیادہ ایک بدوی عرب کے ذہن میں نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی فکر اس کے ذہن میں جگہ بگاڑ جائے اور اس فکر سے اگر ایک عقیدہ وجود میں آئے تو اس سے اس عقیدہ کو چھوڑ دے۔

ایک عرب شاعر ہرگز اس کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے بدوی عربوں کے قصبہ کا عقیدہ کی پہلی حالت میں ہو جائے گا۔ یہ شاعر صرف اپنے دور کا ہی معارف شاعر تھا بلکہ آج بھی اس کا کام بدوی عربوں کی زبان پر ہے اور وہ اس کو خوب سمجھتا ہے۔ یہ شعر وہ عربوں میں "آواز" پکارتا تھا۔ ایک رادیو قیدی بنی سیمان کے ایک فرد نے اس کی توہین کی۔ قبائلی قانون کے مطابق اس نے قیدی بنی سیمان سے عقاب پینے کی ضمان لی۔ اس لیے کہ قبائلی قانون میں فرد انفرادی حیثیت میں قاتل گرفت نہیں ہوا کرتا تھا بلکہ اس کا قیدی جواب دہ اور مورد انکار تھا۔ شعر نے خود سے جھڑپ کر دی کہ وہ اپنی توہین کے عوض قیدی بنی سیمان کے ایک مفاد کو اٹھ کر لے گا۔

عہد کرینے کے بعد شعر نے اپنے عقیدہ کو خیر ہوا کہ دیا۔ تیرا کہن سے کر می سیمان کے افراد کی گھات میں رہنے لگا۔ ہاں خیر چند روزوں کی مسلسل جدوجہد کے بعد وہ قبیلہ کی

میں سے نانوہ فرماؤں کہ میں کاسیاب ہو گیا لیکن ایک دن جب کہ وہ ایک کنوئیں سے پانی کاں رہا تھا، کچھ بڑوں سے عہد کر کے اسے قتل کر دیا۔ اس کی دہائیوں اور بدوی عربوں کی۔ لہذا بدویوں باقی رہ گئیں اور وہ بھی منتشر حالت میں۔ کھوپڑی کنوئیں سے ایک بدوی روٹی۔ آخر ایک دن قبیلہ بنی سیمان کے کچھ افراد دنگر کرتے ہوئے اس کو اپنے پیچھے دو کنوئیں سے پانی لٹا دئے گئے۔ اس وقت تیرا ہوا چل رہی تھی۔ ہونے کو کہ اس کو قتل کر کے پانی پینے کی وجہ سے اس کا پانی ہو گیا۔ حق معاذ کے اور وہ اس شخص کی موت اسی غم کے باعث ہوئی۔ اس طرح ہفظ نے اپنی قسم بدوی عربوں کی پوری کر دی اور اپنی کھوپڑی کی بڑی سے قیدی بنی سیمان کے ایک فرد کو قتل کرنے میں شک کی خد ایک سو پوری کر دی۔ ظاہر ہے کہ اس سرگزشت کا آخری حصہ ایک رات سے دو ایک سو رات کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ہمارا اس ذکر سے مقصد بدوی عرب سے تعصب اور پہلی کو ظاہر کرنا تھا جو اس دس فصل ہوتے ہیں جاتے تھے۔

نہا ایک عرب تھے اور اس سے تمام بدوی عربوں کی طرح اپنے عقیدہ سے پر فہم تھے۔ وہ انہوں نے جس جگہ پہنچ کر پہلے پہل تو اس دنی کے ساتھ ہی خد وہ اور وہی ہو گیا۔ یہ بخلا کا عقیدہ پانہ ہو گیا۔ لہذا عربوں کی بڑے مسلمانوں کے باوجود آپ (نہا) کسی قدر۔ جسی پہل میں ہونے لگے اس کے برعکس ان کا یہ عقیدہ کہ اس دین کو عربوں میں رائج کر دیں اور یہ حکم دہی تر ہوتا چلا گیا۔

جس قدر ہفظ کو ظاہر خد ہونے کا یقین ہو گیا تو آپ (نہا) منقلب ہو گئے کہ خد وہاں کے رہا۔ اس میں عرب میں رہنے والی دین اور اس فرض کی انصاف دلی میں اگر اپنی چاہی بھی خدہ میں لے آئے۔ یہ بھی آپ (نہا) تخیل کا کام پھوڑنے والے نہیں تھے۔ بحث کے پچھلے سال تھمہ جاتے کے خد وہ اور دوسرے قبل کے افراد کی یہ اور سنی اپنی پہلی قحی جو ہم لایا۔ یہ ہیں اس سب کے بعد احمد نے تھمہ (نہا) کو قتل کر دیا۔ وہ ایک (نہا) سب سے اس سب کی تخیل کا خد کر چکے تھے۔ اپنے عربوں میں سمیت تمام قحی قبل

سے فرمایا کہ تم ان جدا جدا خداؤں (جو تم نے اپنے انھوں سے خرافے بنائے ہیں) کی پرستش کرنا چھوڑ دو اور خدا کے یگانہ کی پرستش کرو۔ وہ عز و کبر پر قیود قریش کے دوسرے افراد اس سے پوچھتے "یا تم تیرے کہے پر ہے یا جدا جدا کے خداؤں کو بچھوڑنے پر؟" محمد ﷺ فرماتے ہیں "یہی کرو۔ اور کہو "لا الہ الا اللہ" تاکہ تمھاری پرستش ہو۔

یہی موقع تھا جب قریش کا قبیلہ نضیر اپنی اچھی کوچی میں انھوں نے محمد ﷺ کو قتل کر دینے کا منصوبہ کر دیا۔ محمد ﷺ کی حالت یہی تھی کہ آپ ﷺ اس کو کمر سے کعبہ حریف سے جاتے اور وہاں خداوند کی یاد میں مشغول ہو جاتے۔

قریش کو آپ ﷺ کی اعانت کا کام تھا، اس لیے قریش نے ان کے کہنے میں دامن پر باندھ لگا دی کہ وہ بیت المقدس قدم نہیں رکھ سکتے۔

'بیت' کے معنی خانہ یعنی گھر کے ہیں لیکن مکہ میں اس سے مراد خانہ کا گھر یعنی کعبہ ہے۔ محمد ﷺ کی ساری پابندی کے جوہر میں فرمایا کہ کعبہ تو خدا کا گھر ہے اور خدا کے گھر جاننے کے لیے مجھے تمھاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک دن آپ ﷺ خانہ کعبہ میں دور و بیٹھے جو دشاں مشغول تھے کہ بوجھل جو کہ قبیلہ قریش میں سے تھا اپنے خاندان کے کچھ دوسرے افراد کے ساتھ ایک اونٹ کی اونٹن کی اونٹنوں کے آٹے لے ہوئے تھے۔ وہ بھی خون اور گند کی سے پر تھی۔ عربوں میں بھروسہ کو چھانی پہنے کے کئی ایک طریقے مرتب تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ حرم اور گند کی سے نہ اونٹ کی اونٹن بھروسہ کے سر پر اس طرح رکھتے تھے کہ اس کا سر دور چھوڑا اور اونٹن کے اندر چلا جاتا۔ جب اونٹن چھیلے کی طرح گردن تک بچ جاتی تو اسے پیچھے سے ہاندھ دیتے تھے۔ تینوں ناک اور منہ اونٹن کے اندر ہونے پر اونٹ سانس کئے سے مر جاتا۔ اس روز اونٹن اور اس کے ساتھی آپ ﷺ کو بھی اسی طریقے سے قتل کرنا چاہتے تھے۔

بوجھل اور اس کے ساتھی جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو محمد ﷺ کو خبر ہوئی وہ ان کے لیے کہ وہ سب بہت آہستہ حرکت کر رہے تھے تاکہ ان کے پاؤں کی آواز سنی نہ جائے۔

اصل یہ کہ نبی میں اونٹن کی آپ ﷺ کے سر پر اس طرح تھکی کہ آپ ﷺ کا سر اور چہرہ بے ہوش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے وہ ایک چھیلے کی طرح آپ کے سر اور چہرہ کے اور گرد چڑھا دی تھی۔ چہرہ جس نے اونٹن کا منہ بڑی کی طرح آپ ﷺ کی گردن کے گرد باندھ دیا۔ یہ تھیل بے ہوشی سے تھک رہا تھا۔ محمد ﷺ نے جب محسوس کیا کہ اونٹن کی سر پر خانہ کعبہ کی ساری آپ ﷺ کے اٹھنے کی کوشش کی لیکن حواکات سے مرہم ہو گئے۔

وقت جو لوگ خانہ کعبہ میں موجود تھے انھیں گئے کہ اب محمد ﷺ قتل ہونے کے بہمن ہیں اور ان کی دہائی کی کوشش اور ان کا شہادہ کیسے ہوئے۔

وہ خانہ کعبہ سے دیکھ نہ پا رہا تھا وہ چاہتے تھے کہ اس قبیلہ میں اونٹن کی سر پر تھکی ہوئی سر سے تاریں بکریاں ہیں وہیں کھڑا تھا وہ اس سے خوف کھاتے تھے۔ انھوں نے حواکات سے دہائی تو بوجھل لیکن ہو جائے گا، لہذا آپ ﷺ کی دہائی کے لیے کسی سے قتل نہ ہو گا۔

یہ اہمیت جو کہ قیود قریش سے تھی اسے یاد رکھ کر ان کی اور دونوں کوئی محمد ﷺ کے گھر کی طرف نہ گئی تھی تاہم یہ کہ جلدی خانہ کعبہ میں پہنچنے کے پاس پہنچے اور اسے ان کی گھر کی تو انھیں روک دیا۔ تاہم یہ کہ خانہ کعبہ میں پہنچنے کے لیے انھوں نے

ان دنوں میں انھوں نے قریشی افراد سے جب خانہ کعبہ کو پہنچے ہیں گئے اور انھوں نے انھیں ان گھروں سے اتاری۔ آپ ﷺ کے چہرے پر سر جو گند کی کو اپنے ٹرتے کے دامن سے صاف کیا تو آپ ﷺ سانس لے سکے۔

آپ ﷺ نے قریشی ایک گھنٹہ جب جس اجرت پر اسے رہا، پھر خانہ کعبہ کو، دونوں کے ساتھ بہت گھر کی طرف چلا دیں۔ گھر پہنچ کر آپ ﷺ نے آپ ﷺ کا سر جھکا دیا۔ تاہم وہ انھوں نے انھیں کو بھروسہ میں رکھنے کے لیے انھوں نے

اسے اس حسب معنوں یعنی اس خوف کے کہ خانہ کعبہ حریف سے گئے اور احمد کی تھیلی میں انھوں نے انھیں کو بھروسہ میں رکھ دیا۔ یہ سانس لی

نہ کہ کہ جسوں کی تہذیب آپ ﷺ کو اپنی راہ سے ہندو سے۔ جسکی مخالفتیں بھی بدعتی عرب تھے۔
ہتے عقیدے پر قائم۔ دوسرے روز جب انھوں نے محمد ﷺ کو پھر حد کعبہ میں موجود پایہ تو
دو بار وہ آپ ﷺ کے قتل کا قصد کیا۔

اس دن ایک مرد جس کا نام عتقرہ تھا ہاتھ میں یک چادر (درا) لیے ہوئے اس طرح نکلے
پاؤں نہ کعبہ میں داخل ہوا (یکہ تو وہ نکلے پاؤں تھا اور اسے وہ قدم پھر تک پھر تک کر کر
رہا تھا) کہ محمد ﷺ متوجہ نہ ہوئے ہائیں۔

محمد ﷺ حضور باری تعالیٰ میں کہیں اس طرح مشغول تھے کہ اطراف سے بالکل غافل تھے۔
حتیٰ کہ عقبہ کے نزدیک آنے کی آواز بھی نہ سن سکے۔

جب آپ ﷺ مکہ سے میں تھے تو عقبہ نے آپ ﷺ کے سر پر چادر ڈال کر آپ کو کھوں
سے باز شروع کر دیا۔ محمد ﷺ کو ضربات شدید تھیں۔ آپ ﷺ کے ناک و دست و خن گھبرا
ہو گئے۔ عقبہ کی کوشش تھی کہ محمد ﷺ کو کھوں کی ضربوں سے بے حال کر دے اور جب آپ
ﷺ بھڑے سے سر اٹھا لیں تو آپ ﷺ کا گھر دبا دے۔

لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا اور محمد ﷺ غصہ کو اس کی گرفت سے آزاد کرنے میں
کامیاب ہو گئے اور دوسری مرتبہ غصہ اور چہرے آپ کو گھر آئے مگر نہ بڑے ہلکے نہ شکایت۔

پھر آپ ﷺ غور فرمایا کرتے تھے کہ انسان اس وقت نیک ہوتا ہے جب اسے معلوم ہی
نہ ہو کہ یہ سب اس کے ساتھ کیوں ہوتا رہا ہے۔ لیکن جب انسان کو معلوم ہو کہ یہ سب
تخلیقات و مشکلات کس سے برپا ہوا ہے تو پھر وہ حرف شکایت رہا نہ پائیں۔ تا۔



عربوں کی عادات و روایات

حاجت کے دور یعنی قبل از طہور اسلام کی رسوم و آداب کا ایک حصہ اسلام کے بعد بھی
وستان میں رہا ہے۔ بھی تک کی ایک رسوم مثلاً ہمیں لواری (صرف یہاں نہیں،
شہر میں بھی باقی ہیں۔ چندی عرب کا قانون اس کی ایک ہی جگہ سے تشکیل پاتا تھا اور
دہلی نہ رہا۔

۱۔ حاجت منجلی کا حال ہے لیکن عرب اس سے صرف تین مفہوم ہتے تھے۔
۲۔ مسلمانواری۔

۳۔ عقلم کو پتلا دینا۔

۴۔ اچھے قبیلے کے قوانین کا احترام و رعایت۔

۵۔ عرب و عورت کی ان معنوی مشکلات کو دوسروں کی نسبت زیادہ سامان رہا تھا۔
۶۔ اس میں اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ دیر ہو۔ جنگ میں پہلی صفیاء نہ کرے۔ دشمن
۷۔ اسے اس حد تک حدت قدم ہو کہ یا تو قتل ہو جائے یا جیج حاصل کرے۔

۸۔ یہ مفہوم جو دوسری قوموں میں نہ پاتا ہے وہ عربوں میں نہیں۔ اسی وجہ سے میں
اس میں نہ کرتا تو نہ کا تھا تھا دینے اور اس پر کسی شخص کا دوسرے نہیں دیکھا تھا۔

۹۔ اس کے قانون اس میں "سرقت" دہم نہ آتی تھی۔ لیکن کسی مفہوم کو پتا دینا
۱۰۔ اسے اس کی ایک نہ تھا اور دوسرا کن قبیلے کے قانون کا احترام نہ کرتا تھا۔

۱۱۔ اسے اس کے کعبہ میں موجود تھے اور محمد ﷺ کے تہ پہن کا منظر دیکھ رہے تھے آپ کو
مظہور نہیں کیے تھے وہ دن میں سے کچھ شیعہ آپ کو باقی وجہ داخل سمجھتے تھے اس لیے کہ
آپ ﷺ جان عربوں کے قانون اس کی ایک نہ کن کی رعایت نہ کرتے تھے۔

روایت ہے کہ جب محمد ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی کوشش کے متعلق سنا تو آپ نے میری
کی آراوی کے لیے کی تمیں تو ان کے حق میں دعا فرمائی "حب الله فبذلک" یعنی خداوند تیرے
راشمن چہرے کی حفاظت فرمائے۔ دوسرے الفاظ میں خداوند تیرے چہرے کو ہمیشہ روشن رکھے۔
میرے کتل کے بعد قریش کے چار بڑوں (ابوسفیان، جابر، ابولہب اور اس کی بیوی
ام کلثوم) سے ایک اعلان کے ذریعے پابندی لگا دی کہ تمہارے کوئی شخص اپنے "بھروسہ"
[اعلام] کو ابوبکرؓ کے ہاتھ نہ پہنچے۔ انھیں معلوم ہو چکا تھا کہ اسلام غلام مکین میں مقبول
ہو چکا ہے اور ہر روز "مکہ" جو مسلمان ہوگا ابوبکرؓ اسے خرید کر آزاد کر دے گا۔ لہذا انھوں نے
پابندی لگا دی تاکہ اسلام وسعت نہ پائے۔

لیکن ہوا ایسا کہ اس پابندی کے بعد کچھ اشخاص مسلمان ہوئے جو عام مکین جگہ آزاد افراد
تھے مثلاً حضرت عثمان بن عفان جو حضرت عبدالملک کے نو سے تھے۔ عبدالرحمن بن عوف،
سعد بن ابی وقاص جو حضرت محمد ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے غلام تھے۔ علی بن عبد اللہ
سعید بن زید بن عمرو کہ شریف تھے کہ انھوں میں سے تھے اور ان کے والد شریف تھے۔
مسلمانوں کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہوا کہ قریش کے منافقوں نے قریش میں بہت غضب پکڑ
ہوئے اور انھوں نے "معم" ارادہ کر لیا کہ محمد ﷺ کو زندہ یا مردہ سے زیادہ پھانسی دیں گے۔

اس پر جانتا ہی چکے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے خاندان کعبہ جانے پر پابندی عائد کر دی گئی
تھی۔ لہذا لوگ مستقل طور پر محمد ﷺ کی رہائی میں بیٹھے رہے۔ جب آپ گھر سے قصد خاندان کعبہ
یا کسی اور وجہ سے نکلے تو وہ لوگ آپ ﷺ کو چار دھارے اور آپ ﷺ پر گندہ پھینکتے۔ ہر وقت
جب محمد ﷺ گھر سے خاندان کعبہ جانے کے لیے نکلے تو ان کی زبان گھرے میں ہوتی تھی۔ ان
کے باوجود آپ ﷺ نے غصہ خاندان کعبہ تک نہ پہنچا دیا اور عداوت کرتے تھے۔

روایت کے مطابق خاندان کعبہ پہلا معاہدہ جس کو انوار شریعت نے تحریر کیا۔ یہ جب روایت
خاندان کعبہ کو آدم نے کیا اور اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ نے اس کی توثیق کی۔

کہیں کہ جانتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ انھوں کو گھر میں دیکھ کر شریف نہ رہے
ہوں۔ ان کی ذی سنگ دی اور شکایت سے آپ ﷺ کو چار دھارے تھے۔

قریش ان وجہ حضرت محمد ﷺ کے دشمن ہو چکے تھے کہ اس معاملے میں احرام خاندان کعبہ
کو بھی حرام نہ تھے۔ سنت دینی کے مطابق عید خاندان کعبہ تھا اور ان عیدوں میں کوئی شخص
رہے سے ٹھکر نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن قریش نے دونوں پانچ کا خاندان کعبہ (حرم) کے
خاندان کعبہ یا جو مسلمان مرد شہید ہوا اسے بھی خاندان کعبہ کے اندر ہی شہید کیا گیا۔ اسلام کی راہ
میں پہلے شہید کی روداد اس طرح ہے۔

جب قریش نے کچھ اس شدت سے آپ ﷺ کو چار دھارے کہ جب آپ ﷺ گھر
پہنچے تو وہ یہاں پہنچے تھے کہ دوسرے ان دردی حدت اور کسرت کی وجہ سے اپنی
جگہ سے اٹھ نہ سکے کہ خاندان کعبہ شریف لے جائیں۔

ان عداوت کے لیے خاندان کعبہ میں جمع مسلمانوں کو جب علم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ
خاندان کعبہ میں آئیں گے تو انھوں نے اپنے طور پر ہی عداوت شروع کر دی۔ جب وہ مسجد میں
گئے تو قریش کے مردوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ مسلمان ڈھکی ہوئے اور حضرت عاتق جو
عدوت نہ کرنے پہلے وہ خاندان کعبہ میں سے ایک کے لڑکے تھے، شہید ہو گئے۔ عاتق پہلے
مسلمان جو اسلام کی راہ میں شہید ہوئے اور وہ مجسمے کی حالت میں خاندان کعبہ کے اندر قتل
ہوئے۔ دوسرے بعد قریش کے کچھ افراد ہمیشہ خاندان کعبہ کے چار گھبراہٹ کرنے لگے تاکہ
محمد ﷺ ان کے وہاں درجہ داروں کو خاندان کعبہ میں داخل نہ ہونے دیں۔

اس وقت میں جب محمد ﷺ نے دیکھ کہ خاندان کعبہ جا کر عداوت کرنا نہیں رہا تو
ان کے لیے چھوٹے سے ٹکڑے کا انتخاب کیا جو نسبت دوسری اراحمی کے خاص گھر تھا۔ اب
محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے دو کاروان میں دوبارہ داخل ہوئے اور نہ باجماعت اور نہ۔

یہاں تک کہ کام سے ان کی عداوت اور ان کی اس طرح تھی کہ حضرت جابرؓ نے
خاندان کعبہ کو آدم نے کیا اور اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ نے اس کی توثیق کی۔

دور میں تھکا خیز جدت کے لیے "راوند" صرف اسی لیے مسکن شہر سے ہزار چھوٹے ہوئے کہ
نہ نہ ہا جماعت ادا کر سکیں۔

ان نام میں ایسویان آپ ﷺ سے بہت زیادہ دشمنی کا اظہار کیا کرتا تھا۔ ایسویان قریش
سے ملتا تھا یہاں کہ کچھ لڑائی لڑا کرتا کہ اس کے فخر سے ہمیشہ کے لیے ان کی مل جائے۔
مگر اس سے اس موقع پر کچھ لوگ سوال "تھیں کہ قریش کیوں محمد ﷺ کے ساتھ دشمنی
ہو گئے تھے جب کہ ان کا لڑائی نہیں ایک بین الاقوامی شہر تھا اور ہزاروں عرب
کے نام مذہب کے نامے دے کر مذہب میں اپنے لگ ایک حجرے رکھتے تھے اور ان
حجروں میں اپنے عید و عید بت رکھتے تھے۔ کوئی شخص جو کوئی بھی مذہب رکھتا ہو وہ
آرا تھا کہ خانہ کعبہ پر اپنے طریق پر پہنچ کر سنی اپنے بت کے مقابلہ کرکے بڑھا
کرے۔ پس قریش محمد ﷺ کے دشمن کیوں ہوئے؟ اور آپ ﷺ کا دین "تھکا خیز" کی
محاسنت کا باعث کیوں بنا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کے پرستار تھیں ہوتے یا سطر کے تھکا جاتے تو
خاندان کے بتوں سے کوئی تعرض نہ کرتے تھے اور ایک دوسرے کے بتوں کو برا نہیں کہتے تھے۔
گو تا کہ وہ سب کے بت وہاں موجود تھے مگر سب کے بتوں کا ایک دوسرے سے تعلق نہ
کرتے تھے۔ لیکن محمد ﷺ نے جب اپنی رسالت کا اعلان کیا تو تبلیغ شروع کر دی اور بت پرستی
کی مخالفت پر مقرر ہو گئے اور قریشی قبائل میں تمام بتوں کو دور کر دیا۔ جو بت کے کسی کی عبادت نہ کرنا۔
تھکا خیزوں کو ہمیشہ کہہ کر محمد ﷺ کے کہنے پر عمل کریں، بتوں کو خاندان کے بتوں
دیں تو بت پرستی کی رسم ختم ہو جائے گی اور یہ ایک بہت بڑا نقصان ہوگا، کیوں کہ تھکا کی بین
الاقوامی تجارت جو کہ ہزاروں سالوں کے لیے چل رہی تھی متروک ہو جائے گی۔

تھکا خیز ذرعت نہیں تھی اور تھکا خیزوں کا ذرائع حواس پر تھا تھا ایک تجارت
دوسرے پر انور پانا خصوصاً اہل بیت اور جاہلیت میں یعنی قبل از اسلام تھکا خیز یہ نہی سے عرب کا

ایک بہت بڑا بت خاندان تھا اور عیسائی کہ آج بھی اسلام کے ہر گزرتے کارکن ہے اس وقت ہر
مذہب کا مرکز تھا۔

تھکا کے یہ مذہبی مرکز ہونے کی وجہ سے ۶۱۰ء کے موسم کے ۱۲۰۰ بھی کارکن تھکا
طرح سے تھے تاکہ اپنے بتوں کی زیارت کریں اور اگر جس کو خاندان کے بتوں سے ملنا دینا
پاتا تو وہ بھی زیارت کے مقصد کے لیے کعبہ نہ آتا تو سب تو جہاں کیسے کا پور ۶۱۰ء کے لیے
منعقد ہونا محال ہو جاتا۔

مسیحی عبادت کی بنا پر تھکا دے لیے تصور کرتے تھے کہ دین محمد ﷺ الہی انتقد دیات کو جادو
کرے گا اور ہمیں یقین تھا کہ اگر یہ دین جیت ریت کرے گا تو ہم اقتصادی لحاظ سے خفا
ہو رہے ہیں۔ دوسری وجہ دشمنی کی یہ تھی کہ جب محمد ﷺ بتوں کی عکس پر فرماتے تو تھکا
۶۱۰ء سے پہلے آپ ﷺ کی عکس پر تھکا سب تھے۔ اپنی زندگی میں وہ پہلے عبادت
کے عقیدہ کو جادو ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے، نیز اہل قریش سب بت پرست تھے۔ جب محمد ﷺ
نے "ایہ بت پرستی ترک کرنی ہوگی" تو تھکا دے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمارے
عبادت کا عقیدہ باطل کیا گیا ہے۔ عرب ہمارے اپنے "جادو" کو بہت محترم رکھتے تھے۔
"جادو" میں سے ہر دور ترقی تھے جو تھکا چا کر کرتے تھے اور ہر دور سے اس کا خصوصی
ذاتی عقیدہ ان کے لیے بڑا محترم تھا۔

یہ حقیقت جو تمام ملکوں اور تمام دھرموں کی تھی کہ بت پرستی کا ان بھی کا مظاہرہ
۶۱۰ء سے وہ یہ کہ "عام لوگ باقی عقیدے کی نسبت مذہب کی عبادت رسومات سے زیادہ
ذاتی تھی رکھتے ہیں"۔

وہی تھی یہ جاننے کی کبھی کوشش نہیں کرے گا کہ ایک مسکن کا عقیدہ کیا ہے اور کیا وہ اپنے
مذہب کا جس کی عبادت کا وہ دوسرے دے عبادی حال اور عقیدہ ہے۔ فقط مذہب سے
البتہ "اداسی" رسومات پر عمل کرتا اور اپنی عکس کا مذہب کا حرام کرنا کافی سمجھتا ہے۔

لوہب کی ظاہری رکش اجداد سے میراث میں ملتی ہیں اور ہر نسل اپنا ہی اقلین فرض بن کر
لے کر یہاں ظاہری رسوں کو کسی تغیر کے بغیر دوسری نسل کو منتقل کرے۔

عرب میں یہ طہری رسوایت (ذاتی) کا جو کراہد اسے اخلاف کو منتقل ہوئی تھی، یہ
حزب صرف اور وہ ایک قوم تھی۔ کسی شخص کو حرات نہیں تھی کہ کن کو قسم کرے اور یہ کہے کہ
آپا اجداد غلطی ہیں اور باطل پرست تھے لیکن محمد ﷺ یہ بات کہتے تھے۔ اسی وجہ سے مکہ کے
لوگ ان کے دشمن ہو گئے تھے۔

قریش کے افراد کو جب علم ہوا کہ محمد ﷺ اور ان کے بھائی ابی طالب کی عداوت کرتے ہیں تو
اس میں بھی آنے سے گریز کیا گیا۔ یہاں میں جمع ہوئے اور عداوت کر دی۔ سہیل بن ابی اسود جو کہ
مسلمان ہو چکے تھے، ان حالات کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”ہم مسلمانوں میں اتنی قوت نہیں تھی کہ یہ میں، ابی طالب، کریش، اس لیے ہم کسی ایک
مسلمان کے گھر جمع ہو کر عداوت کرتے لیکن یہ بھی قریش کے مسلسل تعاقب کی وجہ سے ملک
شہر بیکوں کے اور ہم کسی مسلمان کے گھر میں جمع ہوئے، آخر محمد بن ابی طالب کے دیکھ کر ہم پر
عداوت ہو گئی کہ ہمیں اسی جگہ قتل کر دیں۔ ایک بات یہ کہ ہم فوری پروگرام کے تحت مکہ
سے دہر چلے جاتے تھے تاکہ کوئی یہ نہ جان سکے کہ ہم کہاں آگئے ہوئے ہیں اور عداوت کر
رہے ہیں۔ عداوت کے بعد دوسرے اجتماع کے لیے جگہ کا انتخاب ہوتا تھا۔ قریش اس طرح
دہر چلا کرتے کہ اگر سے لیے ایک جگہ ایک وقت آگئے ہوتا لیکن نہ ہوتا تھا۔

ایک دن ہم درہ ہارویں میں جمع ہوئے۔ دن کی عداوت کے بعد عداوت شروع کی
لیکن عداوت کے دوران ہی قریش کے حکمران (ہزارہ) (ہیضیان، اہل بن شریق وغیرہ)
وہاں آگئے اور ہم سے تعرض کرنے لگے حتیٰ کہ ہم دفاع پر مجبور ہو گئے۔ میں نے اپنی اہل
کے دفاع کے لیے ایک وادے کی بنی بنی جو وہاں بنی ہوئی تھی چھ میں لی اور چوڑی
قوت سے اس میں سے ایک کے سر میں ضرب لگائی۔ اس شخص کے سر سے خون بہنے لگا۔ اس
کے ساتھ ہی دو شخص بھاگ نکلا۔ میں پستیا نہیں ہوں جس نے اسلام کی راہ میں ایک کلمہ

جو میں نے کہا۔ اس اور میں صرف ایک شخصیت مسلمانوں میں تھی جو غلبہ مرگ کے بغیر
چلے کر سے دہر آتے تھے، اور خود بخود غلبہ تھے۔ دوسرے افراد گھروں سے باہر نہیں آ
سکتے تھے کہ قتل و غارت ہو رہا، عرب آتے تھے جب لوگ خرید و بیع کرتے اور وہ بھی
چھپ چھپ کر لوگ انہیں دیکھ نہ سکتے تھے ان لوگوں کی گاہوں پر نہ بڑے جو جاتے تھے کہ یہ
مسلمان ہو چکے ہیں۔

مسلمانوں کی تعداد بڑی آہستہ سے بڑھ رہی تھی اور زیادہ تر اشخاص دین اسلام
کو قبول کرنے والے تھے، مگر ان کے گھر لوگ تھے جو آج کی صورت میں اشراف و خاص نہیں
ہوئے جنی خیرا عبد کو کا سہیلہ کر بھی اچھا نہ ہوتا تھا جس گھر ﷺ ان کے ساتھ کرنا
نہ۔ اشراف و خاص ان کے گھر سے نہیں پرکتے تھے بلکہ جب بھی کسی کے ساتھ کرنا پر کرنا
کرتے تو عداوت کے ساتھ ان کے کاردار کا ہاتھ دلیتے کہ یہ واقعی یہ عداوت بڑی تھی یہ
صرف اشراف و خاص نہ اسے درمیان قرار دیتے تھے۔ ویسے دین میں کیا بھی ایک حقدان
توں کا تھا جس کا حکم ساتھ قرار دیتے تھے حتیٰ کہ ان کا قتل بہانہ تھا۔

اشراف و خاص کا نہیں پرکار اور یہ ساتھ قرار دیتے اور ان کے اکتفا پر کرنا و ہر ساتھ
ہوئے میں بہت فرق تھا۔

آپ ﷺ کے پاس کوئی ساتھ قرار اسلام قبول کرنے کے لیے آیا تو وہ وہاں سے
خارج ہو جاتا تھا۔ یہ کہ اشراف و خاص اس کے ساتھ قرار دیتے ہیں۔ اس صورت میں غور
کیا کہ اس واقعہ کو وہ اکتفا پر ساتھ سے بھی جائے نہیں۔ اور اگر وہ ساتھ قرار دیتے ہوتا تو محمد ﷺ
ان کے ساتھ اسلام میں داخل کر لیتے تھے۔ دوسری حالت یہ کہ وہ ہر ایک کی گاہ میں پر شمار ہوتا
تھا۔ صورت میں آپ ﷺ کو کہنے کا واقعی وہ اپنے ساتھ قرار پر پائیدار ہے اور وہ ان کے
سے تصدیق کرتے ہیں تو اس کو بھی دین اسلام میں داخل قرار دیتے تھے۔ اس کی تائید میں یہ اور جو کہ
قبیلہ ہارویں سے تھے، اس حال میں کی جا سکتی ہے۔

دوسرے سال میں ایک خطہ زمین ہے کہ میں اسے ہزار ارضی کا وراثت آگیز ترین علاقہ

کہتا ہوں۔ اس طرز زمین پر ایک قبیلہ احمد نامی رہتا تھا۔ اس قبیلے کے لوگوں کا واحد فعل راجع تھا۔ آج بھی یہ علاقہ چودہ سو سال پہلے کی طرح سلطنت گرم و سرد اپنے اسے ہی کہ اس حد سے قس کاٹے دار چھائیں تک نہیں گئیں۔ کوئی چار سو تھی کہ سو سو بھی اس علاقے میں زندہ نہیں رہ سکتا۔

اس طے سے آپ کریم تو آپ کہ بلند پہاڑ میں گئے جب کہ وہاں کے کہو۔
عمود کی تراش کے ہیں۔ اسی وجہ سے یہاں شقی اور غواک دڑوں کا ایک مقامی مسلہ ہے۔
جب کوئی مسافر اسی سے نیچے گھا کرے تو سیارہ زہار و سز جگروں کی جاکھوار گہرائیوں سے زہر
خارجی ہو جاتا ہے۔

میں نے جس وقت اس سجدہ کو عبور کیا تو مجھے ایسے غصوں ہو جیسے میں حقیقی اوس کے
ابتدائی دور میں ہوں یا پھر کڑے قہر پر پہنچا ہوں۔ بعض مقامات تو قہر (کول تار) کی طرح
سیارہ اور بعض زرد رنگ تھے۔ گرمیوں میں جب آفتاب ان چٹانوں پر چمکتا ہے اور حرارت کا
انکسار ہوتا ہے تو زمین اور اودا کا زبردست آسانی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔ اس صحر
میں انسان بلیکری کی پٹاؤں کے پتھر ٹھکانوں سے زیادہ لکھ لکھ رہ سکتا۔

قبیلہ "غذر" کے افراد جن میں سے ایک "ابو ذر" تھے، اسی سرزمین کے باقی تھے اور
راہزنی کا دور عبادت تھا۔ عرب میں ڈکڑی یا راہزنی اور بقول عرب "فرد" یا وحش
کا نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ اگر اس میں کاسہ بنی حاصل ہو تو اسے سماج قرار دیا جاتا۔ فرد کا
اقدام عربوں کے رسم اور رواج کے مطابق خفیہ طریق پر انجام دیا جاتا تھا تاکہ جس قبیلے پر حملہ
کرا ہو اسے غافل رکھ سکیں۔

غزوات میں غوث نہیں بھیجا جاتا تھا۔ اسوں قبیلہ کو غارت کرنے کے لیے نقلی عس جواز
نہیں تھا۔ دوسرے اس حملے میں غوثوں، ابج اور ان کا سامان چھیننے کا قصد آور ہی نہیں ہوتا
تھا حتیٰ کہ اگر قبیلے کی عورتیں ہاں غارتہ اور قس زہریت سے پہلے ہوتے ہوں تو عمدہ اور کوئی نہیں
ہوتا تھا کہ وہاں اس نام سے یہ روایت چھپنے یا اس کو ہاتھ لگے بلکہ انہیں عورتوں سے کہتا ہوتا

تھیں۔ یہاں اور زہر خود سے جدا کر دیا اور جب غوثیں ہاں تبدیل کر دیں ہوتیں یا زہر
نہا رہیں۔ انہیں تو حملہ آور قبیلے کے مرد بڑے ناز کائف ست بھیر پلے تھے کہ اس حالت میں
اس پر جی۔ پڑے بددی مریوں کی دم کے مطابق سال میں چار مہینے فرد کی مہمکت تھی۔
نہاں انہوں کو حرم کہا جاتا ہے اور لڑائیں کو جو احرام باندھ کر سڑ کر رہے ہوں اور حملہ
قر میں جاتا تھا۔ فرد میں گل جاتا نہیں تھا تاہم مقابلہ قبیلے کے مرد اپنے دفاع میں
کہاں۔ نکال نہیں۔ فتنہ ایک ہی حالت میں جس میں گل جاتا تھا۔

قبیلہ غذر جو ٹکے کے ٹکوں حد سے میں سکوت پذیر تھے، اس جو امراتہ دم کا لکھ لکھ کر
کرتے تھے۔ وہ اپنے حرام میں بھی مسافروں پر حملے کرتے تھے کہ احرام باندھے ہوئے
لوگوں کو بھی نہیں چھوڑتے تھے۔

۱۰۔ غذر وہ ہے حرم میں سے ہے۔ اس مہینہ میں قبیلہ غذر نے ایک کاروں پر جو حکم
نے دے دے سے گزر رہا تھا۔ غذر کی اور صرف وہاں پر انکشاف کیا بلکہ مردوں اور عورتوں کو قتل
کر دیا۔ ۱۱۔ نے جو عو غفار سے حلق تھا، جب بچوں کو اپنے والدین کی نشوونما پر گریہ
اور ان سے بچا تو بہت ڈپین ہو۔ بچوں کی بے تابلی اس سے دیکھی نہ گئی۔ اس نے
اور ۱۲۔ اپنے قبیلے کو چھوڑ دے گا اور غذر میں کے درمیان حد پر ایک ہو گئی نہ رہے گا۔
۱۳۔ نے اپنی والدہ اور چھوٹے بھائی کو ساتھ لے کر صحرا کی رون دھبے کے مسکن کو
چھوڑ دیا۔ عربستان میں قبیلے کو چھوڑنا قبیلے سے لگاں دیا جاتا موت کو دعوت دینے کے
۱۴۔ تھا، چاکر ایک عو غفار کا فرد۔ بددی عرب چند غذاریاں کو خوب جانتے تھے لہذا
جب بھی اور چہاں کہیں بھی اس قبیلے کے قتل کر دیتے تھے، اس لیے کہ اس قبیلے کے افراد سوم
افرنیوں پہنکی نہیں کرتے تھے۔ جو مردی کے اصولوں کو بھی پال کر دیتے تھے۔

۱۵۔ ایک مدت سڑ کرنے کے بعد اپنی والدہ کے قبیلے میں پہنچا۔ والدہ اور چھوٹے بھائی
۱۶۔ چھوڑ کر قحجہ پھر سڑ پر نکل چلا۔ چند مہینے اس جگہ سے قحجہ صحرائوں میں سر کیے
۱۷۔ اس حد سے میں نکلتی چکا تھا جہاں کہ دم صحرائی یا تات بھر گئی۔

وہ شخص جو عرب نہ ہو، صرف عمرائی باتاں پر دنگی نہیں کر سکتا۔ لیکن عرب میں اس کے پیچھے نہ کہ وہ چکا ہے، لہذا جس سے ہجوک اور پاس کے ہادی ہو جاتے تھے اور رفتہ رفتہ ہجوک اور پاس ان کی فطرت کا جزو بن جاتی تھی۔

سرخ ریش ایک عمر گزرتا ہے ۱۸۵۰ء میں تقریباً آج سے ۵۸ سال پہلے پورے عرب کی سیاست کی تھی۔ اس زمانے میں آج کی طرح عرب میں مولانا رہیں، جتھیں نہیں تھیں۔ وہ اپنے طریقہ میں لکھتا ہے عرب کے ہادی کا عقیدہ ہے کہ سوت کا سبب مذکا کا دل کرتا ہے نہ کہ ہجوک۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ عرب جب تک عمر میں دنگی سر کرتا ہے، سام رہتا ہے۔ جب غیر تہی کر فرورں غذا میسر کرتی ہے تو اس کا مزاج عقل ہو جاتا ہے اور اور تہی میں اس سے اس صحت آتی ہے۔

یہ صاحب ایذا نے چند عینے عمر میں گزر دے اور اس دوران درود شہ کی تہائی میں فوراً گر کر تارہ اور بالہ خراؤ دکھا دیا۔ کسی سے شناسائی پیدا کیے بغیر تھیں دن ٹکڑے ہوئے۔ اس دوران اس نے محمد ﷺ کا نام نہ کہ وہ (محمد ﷺ) لوگوں کو ایک خدا کی طرف دعوت دینے میں اور ہدایت کرتے ہیں کہ ہدی سے پرہیز کر اور شرک کو ترک کر۔

تیس روز بعد ایذا نے ارادہ کیا کہ محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو، لہذا ایک فرد سے آپ ﷺ کے گھر کا پتہ پوچھا۔ اس شخص نے ایذا کو قہر سے دیکھا اور دہائی دئی کہ اے قریش! اس دلی کو بچاؤ، اس کو لڑکے کر دیکھو کہ یہ ایک مسلمان ہے۔ لوگوں نے ہوا پر حملہ کر دیا۔ وہ اپنی جان کے خوف سے ہجرت کر گیا لیکن لوگوں نے پچھنے نہ چھوڑا اور ساتھ ساتھ سنگ داری کرتے گئے۔ خود ایذا کہتے ہیں کہ مجھے اتنے چھڑا دے گئے کہ میں بے حال ہو گیا۔ لوگوں سے خیال کیا کہ میں مر چکا ہوں، لہذا مجھے مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ جب ہوش آیا تو دیکھا کہ قدم بدن خون خون ہے۔ رات کی تاریکی میں دو آدمی آئے اور مجھے کوچے سے اٹھائے گئے۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ ان میں سے ایک حضرت یونس علیہ السلام تھے۔ مجھے سنا کر کہنے کی خبر کی مسلمان نے حضرت یونس علیہ السلام کو لڑائی اور تارہ کی جان چاہنے پر وہ اپنے ایک ساتھی

کی۔ مجھے آگے سے گئے۔ دوسرے دن ایذا کی طاقت محمد ﷺ سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے نام پوچھا اور سوال کیا کہ کس قبیلہ سے ہیں؟

وہ نے عرض کیا قبیلہ نضار سے ہیں، قبیلے کے محل پر پتھریا ہوں۔ اس سے میں نے قید پھر دیا۔ یہ عمر میں ایک مدت حد مقصد سرگرداں رہا، پھر مکہ آیا۔ یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے عرض کیا کہ آپ لوگوں کو کھانا دے، وادی کی طرف جاتے ہیں۔ میں نے عزم کیا کہ آپ ﷺ کی عمر میں اس کو اور آپ ﷺ کے اپنے سے کھانا کھانے کو بچاؤں۔

محمد ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میں ہوں؟

ایذا نے عرض کی کہ میں روز پورے ہو گئے تھے؟

محمد ﷺ نے فرمایا اس مدت میں تمھارا وید گزراں کیا تھا؟ یوزر خاموش رہا۔

محمد ﷺ نے پھر فرمایا تم کدوہرے کر رہے تھے؟

وہ نے عرض کی یہ میں دن آپ ﷺ اور ہم چتا رہا ہوں؟

محمد ﷺ نے پوچھا تم میں دوسرے تم سے خدا مطلق نہیں کھاتی؟

وہ نے جواب دیا کہ نہیں کھاتی!

اس نام اس جواب پر حیرت ظاہر نہیں کریں گے کہ یہ بات ہو چکا ہے کہ بغیر خدا خدا جان پیتے، یہ دلی میں دن زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کا وزن مردود کم ہو جائے گا اور جان نے جو غلامی سوار ہے خیرہ کیا ہوگا اور صرف خدا ہوگا۔

اس شخص کو ہجوک کے عادی ہوں، تیس روز تک خدا کے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان میں اپنے ہوتا ہے۔ محمد ﷺ نے یہ جان لینے کے بعد کہ یہ شخص غلامی سے کتنی ایک، غلام سے انھیں اسلام میں شامل کر لیں۔ لیکن آپ ﷺ کی دوشین گاہیں یہ بھی جان چکی تھیں کہ ان کے لیے غلام پر چڑھتا ہے اس سے قہر کرتی ہے اور رازدہ رکھتا ہے کہ راق پر بیٹے۔

۱۰۸۰ء بعد میں سرکردہ مسلمانوں میں ہوا، انھوں نے اپنے قوم قبیلے کو مسلمان کیا اور وہ لوگ جن کا وید معاش راہبانی تھا، چوری سے عزت کرنے لگے۔

یہ دشمنی کی مثال ہم نے اس سے دی ہے کہ راسخ کر سکیں کہ محمد ﷺ ان کو یہ
حرم کی نگاہ میں بدساقد ہوتے تھے مگر جب قید کر پیتے، معلقہ اسلام میں شامل کر دیتے
تھے۔ دوسرے ہم یہ بھی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ کدوالوں کی دشمنی کو اپنی جگہ ہی رکھ کر
ایک شخص اگر نہایت ہی ان کے گھر کا پتہ پتہ چیتا تو وہ سے مسلمان گھر کو قتل کرنے
آدہ ہو جاتے تھے یا شاید وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ یہ جو محمد ﷺ کے گھر کا پتہ چلا
ہے، کبھی مسلمان نہ ہو جائے۔



عمر بن الخطاب کا قبول اسلام

یہ بات کہ جب تکیز بات ہے کہ محمد ﷺ کو کدو میں کیوں قتل کیا جا سکا، جب کہ کبھی
ان کی بات کے ادھر پے تھے، جیسا کہ پہلے گزارش کی جا چکی ہے کہ کدو قریب اس قبیوں پر
مشتعل قرار میں سے ایک قبیلے کا نام ہی ہوا تھا۔ محمد ﷺ ہی قبیلے کے فرد تھے۔ دوسرے
لو قبیلے پر ہوا تو قتل کرتے تو مطلقاً ہم دشمنان قبیہ بنی ہاشم کو خون بہا دیتے یا پھر بنی ہاشم
نے ان کا سامنا کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ یہ قبائل محمد ﷺ کے قتل کی جرأت نہیں کر رہے تھے۔
اسی وجہ تھی کہ محمد ﷺ کو قریب کے افراد نے دوسرے قتل کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ
نامیاد۔ ہوئے۔ ان کے دونوں منصوبے ناکام ہو گئے۔ ان ناکامیوں کے بعد وہ سب بڑ
گئے۔ یہی وہی کہ محمد ﷺ کو کدو کے ایک طاقتور ترین سر کی حمایت حاصل ہو گئی۔

جب بھی محمد ﷺ گھر سے باہر غریب لستے، لوگ "پ" قبیلے کو پتہ دیتے۔ نہ میں ہاگرا
پیتے، نہ ہم، یہاں دس ایک دن رہا، جیل کی تحریک پر لوگ محمد ﷺ کو پتہ دے رہے تھے اور
آپ ﷺ کو پتہ تھے۔ قریبوں میں سے ایک شخص محمد ﷺ کے بچے حزوہ کے پاس
گیا۔ "حزوہ ایک پہلوں تھا۔ دو اسی اسی حکار سے رہا، اس کا قتل تھا کہ اس قریبی نے اس
سے کہا۔ تم پہلوں تو ہو مگر تمہاری غیرت کہاں گئی ہے کہ لوگ تمہارے بچے کو پتہ دے رہے
تھے کہ یہاں گاتے اور تمہارے قبیلے کو گالیاں دیتے ہیں، اس کی حمایت نہیں کرتا۔

خبر سن کر آج تک اس پہلو سے محمد ﷺ کی طرف توجہ نہیں کی تھی کہ اس نے من
ہاشم نے کہا ہے کہ ہمیں نے نبی ﷺ کو اپنے اور گالوں دی تھیں، آپ ﷺ نے دین کو کیا
ہو رہا تھا، پہلو بن رہا، اس کی ایک پہلو یہی کہ اس نے محمد ﷺ کی جگہ کی
کے بارے میں بتایا تھا۔ (المصنف، المجلد ۱، ص ۲۸۸)

جناح فرار کیا کہ حضرت خزاعہ کے اسلام لانے کے بعد محمد ﷺ اور دوسرے مسلمان کو وہاں پہنچا کر جمع ہونے لگے۔ یہ گھر خانہ کعبہ کے دروازہ تھا۔ میں نے اس گھر کو دیکھا ہے، آج وہ ایک محلہ ہے۔^۱

مسلمان اس گھر میں عورت کے بے حق ہوتے دیکھ کر ان میں سے شعیب بدست ہو کر نکلتا ہے۔ اس لیے کہ اگر شرعاً ہوتا تو قریش عداوت کے اس حربہ کو قبول کر دیتے۔ مگر یہ مسلمانوں سے نفرت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں چاہتے تھے اور فریاد کرتے تھے کہ اس وقت اس گھر میں ضرور پہنچنا ہوگا اور غارِ اجماع میں شرکت کرنا ہوگی۔ غارِ اجماع سے غیر عامری پر کسی مذکورہ نہ تھے، ہاں یہ کہ کوئی اتنا پیار ہو کہ آٹھ میل سے سنا ہو۔ اس حربہ بدست کی پر اسی وقت تک کرتے جب تک کہ وہ ہاتھ میں نہ لیں۔ جب شعیب بدست ہوتے تو سوت کا خوف چاہتا تھا ایک بدی عرب جب تک راہی لیتا تو خود کو اس لڑکے پر ایک پھتا اور مسلمان بھی تو بدی عرب ہی تھے۔

سوت کے بارے میں عربوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اہل عرب کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ وہ دوقل کے ہاتھ میں ہے، انہما کر کوئی کھو رہے ہیں اس جنگ میں اتنے تو ہابک نہیں رہا، انہما کر اس کی اصل آج بھی ہو۔ عرب اس عقیدے کے بنا پر میدان جنگ میں سوت کا نہیں تلک دامن میں نہیں لاتے تھے۔ بڑے غلغلے میں وہ آواز دے رہے تھے کہ میدان جنگ میں اس وقت اس شخص کو عرب میں صرف تھے وہ چاہتے تھے کہ جو جوشیا بن سیدان جنگ میں شہید ہوتا ہے۔ حضرت خزاعہ کے اسامہ رے کے بعد کچھ اور افراد مسلمان ہوئے اور ان مسلمانوں کی تعداد انیس کے قریب ہو گئی۔

اسان کے خصوصاً قبائل قریش نے اب سلام کا فرود اقلی طور پر محسوس کیا اور انکی ہار اس بات اور مدد (مجلس شوریٰ) کا ذکر میں جماع ہوا کہ دین محمد ﷺ کا کس طرح ورکنا توڑنا ہے۔ لیکن وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔

مگر اگر وہ آتم تھا جو حضرت ارقم بن ابی النجم کی ملکیت تھا۔

رکھا تھا کہ محمد ﷺ جدا کے عقیدے کی مخالفت کرتا ہے، اور اس کے لیے اجداد کا عقیدہ بخیر و قلیل جب اس نے ان کو گھر ﷺ کو چتر ہارے اور خیر کریں گاتے ہیں، خصوصاً اسے جب یہ بتایا گیا کہ گندکی گایاں دیتے ہیں تو خزاعہ نے اس شخص سے پوچھا کیا گایاں دیتے ہیں؟ اس کوئی نے کچھ نہ گایاں تیں، ان کو گھر ﷺ کو دینا کرتے تھے۔ جب خزاعہ کو معلوم ہوا کہ لوگ میرے پیچھے کوئی گایاں دیتے ہیں تو قسم سے اس کی حالت اس طرح بدی کی کہ اس کا سر اچھا نہ ہو گیا۔ دینے بھی عرب یا یہ نشین کام کو بہت اہمیت دیتے تھے خود وہ کام اس کی تعریف میں ہو رہا تھا۔ بدی عرب دینے پر وہ لوگ کی شان میں بدگوئی کو ناقابل معافی جرم قرار دیتے تھے۔ چنانچہ کام کو بہت اہمیت دیتے تھے یہاں تک کہ کوئی آبی اپنی بدی سے کہتا کہ تیری پیچھے میری بدی کی پیچھے نہیں ہے تو وہ بدی اس پر عام ہو جاتی تھی۔ نیز یہ کہ ان کا غواہ ایک فرد کو ہی کیوں نہ دیتی تھی جو وہ پارے قبیلے کی تو جن قصود کی جاتی تھی۔ ویسے بھی ایک قبیلے کے افراد آپس میں رشتہ دار ہوتے تھے۔ اس لحاظ سے اشتراکِ خون بھی ہوتا تھا۔

خزاعہ نے غواہ اٹھائی۔ یہ تو اسے معلوم ہی ہو چکا تھا کہ محمد ﷺ کی مخالفت تحریک کا بیڑا بوجھل ہی ہے۔ وہ اس کے گھر گیا اور سے خوب تھکر لگائے اور کہا کہ اے ابو جہل تو نے مجھ کو یہ ہے محمد ﷺ بے درودہ دگا، ہیں؟ کیا تو اس سے ابھی چتر ہارے دگا گایاں دیتا ہے؟ میں نے ان سے دیکھا محمد ﷺ کو قتل کرنا اور جس نے محمد ﷺ کو برا کہا اس سے میں خود اپنٹ ہوں گا۔^۲

حضرت خزاعہ کا مسلمان ہونا آپ ﷺ کے لیے بہت سوا مدد ثابت ہوا۔ خزاعہ تو پہلا انوں نے نہ وہ وقت اور جیسی "اسمِ عرب" تھے تاہم قریش کے افراد کی یہ اورسی نہ تھی۔ ہوئی، حلالہ انھیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ خزاعہ (محمد ﷺ کے چچا) اسلام لائے ہیں۔ وہ محمد ﷺ پر پھر بھی حملہ کر دیا کرتے تھے۔

۱۔ اس مقام کے مطابق خزاعہ نے اہل مکہ کو اسلام میں بلایا تھا اور اس کے سر پر کمان دے دی تھی۔ خزاعہ نے اسے یہ کہہ کر پہنچایا کہ اس شخص سے ہمارے اس شخص نے عداوت کی اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس کو مار دے۔ اس نے ان کی اس کے پیچھے گندکی گایاں دی تھیں۔

قریش کے سرداروں میں ایک سرد نام عرقہ تھا۔ جب مکہ میں حشر ہو گیا اور تمام ہزاروں ہزاروں سے ملے ہوئے قوم نے مکہ میں محمد ﷺ کو قتل کرنا شروع کیا تو ان کے ہاتھوں کو اس شہر سے روک دیا گیا۔ تمام اشراف قریش چاہتے تھے کہ محمد ﷺ کو قتل کر دیے جائیں۔ لیکن کوئی بھی جرات نہیں کر سکا تمام عمر نے اس کا ہوا اٹھایا۔

عمر ان افراد سے تھا جو بلا لاسے کے بچے اور بڑے کے دفنی ہو گئے ہیں۔ دوسری مفت پر کہ میں نے اس سے بلند قامت کوئی اور شخص نہ ملا تھا انا تھا۔ یہ تھا کہ جب ہجرت کے بعد مدینہ میں پہنچا تو کئی اور عسکر داخل ہوئے گئے تو اس کا سر چھت سے چکا۔

نہ کے لوگ چاہتے تھے کہ عمر کی رہبان سے نکلا ہو، مطلقہ وہاں سے ہوا کرتا۔ جب کہ
میں نے کہا کہ وہ آدمی کوئی نہیں کرے گا تو بظہر کسی شک و شبہ کے وہ قتل کر دے گا اور اس سے
اسے مراد ہی نہیں تھی۔ جس دن خطاب کے بیٹے نے محمد ﷺ کو قتل کر ادا کر دیا اور ۶۱۱ء
عیسوی قریب یعنی آٹھ سال قبل از ہجرت۔

اس دن محمد ﷺ اور مسلمان کو معاہدہ منع کر میں جن کے مرتب ان خطبات اپنے گھر گیا اور اس امر سے کہ محمد ﷺ کو قتل کرے اپنی سوار خدائی اور کووندہ کی طرف چار راستے میں اپنے فیصلہ کن صوبہ نے (جو اب شہر طور پر مسلمان ہو گئے تھے) نعم نے پوچھ کر کہا جا رہے ہو؟

عمر کی حالت تھی بہت جلد آوار سے گویا ہوا کرتا تھا۔ کہا یہ فخر میں جب سے یہ
 اوس میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے قریش کی اپنی توہین کی ہو تھی محمد ﷺ نے کی ہے حتی کہ
 بڑے بڑے دشمنوں نے بھی ہمارے ایسی چٹک نہیں کی۔ یہ شخص دین چلے گا مگر موجب خفا
 ہو ہے۔ ہمارے اجداد کی شان میں بدگلوئی کرتا ہے۔ ہمارے والدین کو اس نے خاک برابر
 دے کر اور کہتا ہے کہ ہم اپنے خاندان کی پرستش چھوڑیں۔ ہم نے آپ تک صبر کیا ہے صرف
 اس کاغذ سے کہ محمد ﷺ قبیلہ قریش سے ہے، لیکن ہم ہم اس کی اس بے باک توہین سے گھٹے

۱۴۔ کوئی بار چکی ہم پر بھیجتے وقت اظہار کرتا کہ میں نے جو یہ سچا ٹھکانے جو مردار آگے جانے
 جان کا پورا اظہار اسے پہنایا کرتے۔

میں ہیں۔ میں چار دہائیوں کو اسے تکرار کر رہا ہوں تاکہ ہمیشہ کے لیے نکلے یہ شر فتنہ ہو۔

ہو رہے تھے کہ عمر ایک عارف کو شریف اور راست ہار دے گا اور اسے اپنے
 اور سے ہار نہیں دیکھ چکا تھا۔ اس لیے کہ اسے کسی قسم نقل و بدل سے قائل کر دیا جائے۔ چونکہ
 وہ تیرا اور شریف تھا، فاضل و صاحب کا قائل ہو گا تاہم اور اس میں کسی قسم کی شک و شبہ نہ
 ہوگی۔ میں راجا تھا۔ یہ سوچ کر فطرتاً سے جیسے جیسے اُسے اُس کا علم حاصل ہوتا تھا کہ ایک
 ہاتھ کا پتہ ہوتا ہے۔ عمر فاضل کی طرح جب اس کے پاس پہنچے تو عرضا بلند تھا کہ فاضل کا سر اس
 کے سے کب تک پہنچ رہا تھا۔

مرا کہ چہ تھا کہ ہوت بنگ ہو کو کبھی سے نہ ہم کیا کرتا تھا۔ زمانہ امن میں وہ
چپ شمس کو کھڑوں سے جدا کرتا تھا۔ نہیں میں دن اس نے اپنے اچھہ میں لگی کھوا لے کر بھی
خفیہ کھوا کو کھول کر رہے۔

سے دلت غریب کی توفیق بن عید ملے گی، مگر اتر محمد مصطفیٰ کے دین جدید سے
جڑا ہے جس سے کہ یہ کہہ سکتا ہے کہ دین کی بجائے کثرت ہے لیکن خوش تر اس کے کہ کثرت کے
کوئی کاغذی اور کرے بلکہ ہرگز اس کے لئے کمر کا شکر کرے۔

خبر سنے پر چھوڑ دیا تھا۔
 کہہ کر وہ فرما کر اٹھا۔
 یہ سن کر وہی کتب خانہ دار دوسرے شخص سے کہنے لگا۔
 کہہ کر وہی کتب خانہ دار دوسرے شخص سے کہنے لگا۔

ایک مطلق انسان تھا۔ میں نے جب یہ ٹیڈ کو بہ ٹیڈ ٹیک کہتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ مکہ سے نہ، سعودی کی صحیح کتب کو اس کو اپنے گھر سے نکالنا ہوا کہ وہاں۔ یہ کہہ کر وہ مکہ کی طرف چلے گئے تھے ایں اسے گھر کی طرف چل رہا۔

جس امر ہے گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ فاطمہؓ اور اس کا شوہر سیدہ بن ربیعہ اور ایک

شرع کر دیا اور دوسری شہادت کے ذریعے اس شخص کے جس سے خوب رشتہ ہو گیا۔ عمر بن الخطاب اور سہل بن سعد کا یہاں تاہم دین محمد ﷺ کو ترک کر دیا۔ لیکن طاہر نے کہا یہ ناممکن ہے، تم چاہتے تھے کہ اس وقت یہ امر کرتے نہ کہ یہ کہو تو تمہیں خودی معلوم ہو جائے گا کہ یہ یقیناً دینا ہر حق ہے۔

یہاں اور دوسری مثالیں ہیں ایک یہ کہ عمرؓ نے نبیؐ کے ہاتھ سے قرآن لے کر پڑھا شرع کر دیا اور دوسرے یہ کہ عمرؓ نے بیہوشی سے خواہش ظاہر کی کہ میرے لیے قرآن پڑھیں تاکہ میں سمجھ سکوں میں کیا تاہم یہ جو میری بات تھی میں سمجھ سے کہتی ہے کہ پڑھ کر تو دیکھو تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ دین محمد ﷺ ہر حق ہے۔

ایک روایت کہ سعید بن زیدؓ کے ہاتھ سے قرآن لے کر ہمارے باطنی واقعات سے مطابقت نہیں رکھتی اس لیے کہ یہ واقعہ سب سے قبل رجز کا ہے اور قرآن پاک موجودہ شکل میں نہیں تھا۔ بلکہ حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں قرآن موجودہ شکل میں مرتب نہیں ہوا تھا۔ قرآن کو موجودہ شکل رحمت رسول اللہ کے بعد حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں دی گئی تھی۔ مسلمان عموماً ان پڑھ تھے۔ اس لیے ان کے ہاتھ میں قرآن کی کاپی نہ تھی۔ حضرت محمد ﷺ کے دور حیات میں قرآن متحرک آیات کی صورت میں مسلمانوں کے پاس موجود تھا۔ کئی مسلمان آیات قرآنی کو حفظ کر لیتے تھے۔ یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ قرآن کی موجودہ شکل کا اس وقت وجود نہ تھا اور نہ اس وقت تک آیات قرآنی کو یکجا کیا گیا تھا اور نہ قرآن کی تشکیل ہوئی تھی۔ قرآن ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں تیار ہوا۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ چارے پچیس مسلمانوں نے بعض آیات کو حفظ کر رکھا ہوتا کہ ان میں نہ جائیں اور ان کی تین افراد کے پاس موجود ہوں اور یہی نسخہ ہوئی آیات عمرؓ کے ہاتھ لگی ہوں۔ آج ہم نہیں جانتے کہ وہ آیات کس چیز پر لکھی ہوئی تھیں اور یہ کیسی شکل تھی۔ جدا جدا کاغذوں یا چمڑے کے ٹکڑوں کا یا پھر چمڑے کے ٹکڑوں کی شکل میں۔ روایت اس پر ہر کوئی راضی نہیں رہتا۔ جب عمرؓ میں داخل ہو اور بنو ہاشمہ شروع کیا، یہ ہجرت کے آٹھ سال پہلے کا واقعہ

ہے۔ یہ صورت عمرؓ نے آپؐ قرآنی پڑھیں یا نہیں تو ان کا بہت تردد و شکوک کیا۔ بہن بنو ہاشمہ اور بنو ہاشمہ سے کہا میں فوراً مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ اسی وقت یہ خیال فرما کر کہ میں وہودی کی طرف ہل دیتا ہوں۔ مسلمانوں نے جو کہ صفا پر سجدہ کر دیا، جب دیکھا کہ عمرؓ اپنی رنجش سے اس ساتھ آ رہے تو یہ سمجھ کر عمرؓ کے ارادے سے رہا ہے۔ یہ عمرؓ نے بنو ہاشمہ اور بنو ہاشمہ کو اسلام قبول کرنے کے لیے آیا ہے۔

عمر بن الخطابؓ چار سو برس فرما رہے ہیں مسلمان ہوئے۔ عمرؓ کا اسلام قبول کرنا مسلمانوں کے لیے ایک بڑی مثال تھی۔ اسے تاریخ اسلام کا بہت اہم واقعہ سمجھا جاتا ہے۔ عمرؓ اس قدم کو اپنی زندگی میں نہیں لے سکتے تھے جسے کہ تاہم چکا ہے۔ عمرؓ کا وقت، پڑھنے کے شوق اور بہت جلد فہم کرنے کا تھی۔ وہ جب اونچی آواز نہ لے سکتے تھے تو ان کی آواز کی جڑ پر قدم تک نہ پڑ سکتی تھی۔ وہ قدم نہ تھا جو ایک مثال اہل عرب میں ہوئی چاہیں، عمرؓ نے مصنف تھے۔

عمرؓ اسلام لانے سے قبل بھی منہ پر کتب کے عادی نہیں تھے اور ایک بڑی عرب کی شرح کتاب پڑھنے میں فرما دے پر پڑھ کر تھے جسے بعد کا وقت اور چھوڑنے میں شوق اور انسان صرف پڑھنے سے نہ پرکتا تھا کہ ان کا اور پڑھنے میں کہ ان کے تار میں جو فوجی کا کام تھا اس لیے میں اس کا ہمارے۔ پڑھنے اور خلافت میں بعض اوقات آپؐ پھر وہاں رات مسلسل کام کرتے تھے بغیر اس کے کہ ان کے آگاہی ہوں۔

عمر بن الخطابؓ ہرگز کسی بھرم کو نہ دے بغیر نہیں چھوڑتے تھے۔ سزا میں کسی کے قاتل نہیں تھے لیکن یہ بھی مثال حال کو لے کر لے کر ان کے ہاتھ سے سزا چاہتے۔

عمرؓ سال مسلمانوں کے فیضان میں تھے۔ اس فیضان کی مدت میں دنیا کی تمام بڑی سطحوں پر (مصر، روم) کو فتح کیا۔ زندگی کے آخری حصے تک جب آپؐ قدم دینا کے ایک بڑے حصے میں سفر کرتے تھے، تاکہ ان کے چاندی پر بیٹھ کر تھے اور ایک وقت میں منظر کاغذ تھے۔ خبردار کرتے تھے۔

اس وجہ کہ وہ صاف گھر میں عمرؓ حضرت محمد ﷺ پر ایسے افسانوں سے

حضرت محمد ﷺ رسولوں سے کہا کہ "ابم خذ کتبہ بنی شعلہ اور چار بنی ہار مسلمان نہ فرما
میں سے آپ نے کسی صورت میں ڈرے اور نہ کھینچ کر گزارا کی۔ اس موقع پر انہیں
یوسف بنی شعلہ، ابیہب، دو کی دو سرے، کرکڑ اور خذ کتبہ کے متعلق منع ہو گئے تھے مگر انہیں
جبرکت ہوئی کہ خذ کتبہ میں داخل ہوئے۔

لہذا سے فارغ ہو کر جب مسلمان خانہ کعبہ سے باہر آئے تو قریش بنی شعلہ نے
سزا دیا قریش سے کہا اگر راج کے بعد محمد ﷺ اور اسلام کے متعلق کوئی بات ہو تو آپ کو
سزا ہو کر رہے۔ نیز میں آج سے مسلمان ہو گیا ہوں۔ قید قریش کے سزا ہو کر آئے اس قدر
خوفزدہ تھے کہ اس میں سے کسی کو ان کی بات کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی اور مسلمان آپ
اپنے گھروں کا کھانا کھاتے۔

اس دن حضرت عمرؓ حضرت محمد ﷺ ان کے گھر تک پہنچ کر گئے۔ کسی مرد کو جرأت نہ
ہوئی کہ کوئی گندی بات کہے یا آپ ﷺ کی طرف ہاتھ پھیرے۔

سزا دین قریش نے جب دیکھ کر قریشی مسلمان ہو گئے ہیں اور انہوں نے کھم کھن
محمد ﷺ کی حمایت شروع کر دی ہے تو بہت زیادہ غمزدہ ہوئے۔ حتیٰ کہ انہیں حضرت عمرؓ
کی حمایت پر لائق نہیں مانتی تھی۔ عمرؓ ایک رستم اور چنگیز تھے لیکن قریش کی جماعت عمرؓ سے
زیادہ خوفزدہ تھی، اس لیے کہ وہ جانتے تھے عمرؓ کا دلیر اور وقار ہے۔ کتبہ میں مشہور تھا کہ
شیطان بھی عمرؓ سے ڈر رہا تھا۔

یہاں سے اسلام کے دشمن حضرت عمرؓ اور عمرؓ کی طرف بدلی عرب تھے اور وہ بدلی این
پر یقین رکھتے تھے اور وہ کسی صورت میں یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ محمد ﷺ ان کے باوجود
احد دین کے باطل نہیں اور بیچان کا دین باطل ہی تصور کیا جائے گئے۔

اس وجہ سے انہوں نے دوبارہ آپس میں مشورہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ابوطالب جو
حضرت محمد ﷺ کے قید خانہ کا سربراہ ہے، ان کی طرف رجوع کیا جائے اور اس پر دہر
دہر جائے کہ محمد ﷺ کو قید خانہ سے باہر کر کے تاکہ ہم اسے قتل کر سکیں۔

جب تک محمد ﷺ قید خانہ میں رہے تھے قریش کی جماعت انہیں قتل نہیں کر سکی تھی۔
لیکن ابوطالب نے ان کی مخالفت کر کے اور حضرت محمد ﷺ کو قید خانہ سے طرد کر دینے کو مجبور
کر دیا۔ تاہم ان پر پابندی رہی تاہم جب تک کہ محمد ﷺ ان قید خانہ میں تھے، اس کے
خون نہ بہا تو قتل نہ کر لے۔ اگرچہ ابوطالب نے محمد ﷺ کو طرد کرنا قبول کر لینے تو قریش کی جماعت
ابوطالب کو قتل کر دیتی۔ اس طرح قتل کی صورت میں نہ خون بہا، جب تھا اور نہ
قتل کے قبیلے سے انتقام کا خطرہ تھا۔

قریشی جماعت میں سے چند آدمیوں کو ابوطالب سے ملا کر ان کے بے مروتی کو
نہایت غصہ کرنے کو کہنے لگے کہ تم لوگوں کو اس سے بڑا عیب قریشی قتل
میں سے پیدا ہو گا تو ان کو اپنے قید خانے میں لے لے۔

یہ مضمون اور خوش ناسخ پڑے ان میں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ قتل اسلام پر ہونے والے
عرب میں قتل اسمانی پر جو دوسرا قصور ہو تو نہیں تھا۔ جب تک کہ انہیں دوسرے کو قتل نہ کرتا تو
اس میں بدیہی کی بات نہیں ہوتی تھی اور لوگ بھی اس سے قتل پر کسی بدیہی یا خدای سزا
کا شائبہ نہیں سمجھتے تھے۔ آخر میں جو دوسرا قصور اسلام کے ساتھ وجود میں آیا کہ نہ
یہ وہاں انہیں قتل کر کے بھیج دیا کہ اب اس کا قصور اس کا قصور نہیں ہوتا تھا۔ اس میں
قفل ... سے وہ مستوجب سزا سمجھتے تھے۔

یہاں کی حیثیت قید خانہ میں ایک ہی جیسے گھونڈ یا شتر۔ جس وقت قید خانہ کو کوئی فرد قتل ہو
جائے تو اس کا خون بہا اور کرتا اور گرفتار قید خانہ میں ہوا تو اس کا قتل کا جرم قتل
موت نہ ہوتا تھا۔ بلکہ یہی جیسے ہی ہوتا کہ قاتل کے قہقہے سے ایک فرشتوں کے قہقہے کو دے
دیا جاتا تھا۔ (عدل میں برائی) کا کام رہے۔ بدنی عرب افراد قبیلہ کو قتل کرنا یا دہی
موتور سے تھے۔ بلکہ افراد سے قتل سے قہقہے کی آواز میں جو کہ واقع ہو جاتی تھی، اس کے
علاقہ قاتل قہقہے سے ایک فرد کو پھینک دیا اس میں شامل کر کے خوش ہو جاتے تھے کہ محمود طور
پہنچنے کی آواز میں کوئی کی واقع نہیں ہوئی۔

دور جا بیٹ کے کچھ شعرا عقیدہ رکھتے تھے کہ بے ایمانی یا باطل کا قائل نہ ہو تو حلال ہے حتیٰ کہ قاتل کے قتل کا حکم دیا جائے تو حلال نہیں لیکن حلال ہے اور یہ بھی کوئی حلالی یا طریقی نہیں کہ بے ایمانی یا باطل کو ہمارے شر یا ارتداد دیا جائے۔

اسی عقیدہ کی بنا پر یہ شعرا بخیر ہوئے کہ اپنے اپنے قبیلے سے دور دورہ کر کے مسلمانوں کی زندگی بسر کریں۔ اس لیے کہ ان کا نظریہ اصول مروت کے خلاف تھا جب کہ مروت اور مروت کے قانون ساری میں بہت اہم تھا۔

قانون مروت کا خلاصہ تھا کہ جب ایک آدمی قتل ہو جائے اور اس کا قاتل خود ہی خون بہا دے گی کیسے حاضر ہو جائے اور مقتول کے قبیلے کو کافی کرے خون بہا کر دے تو قاتل کے خلاف حرام نہیں رہتی۔ چار ایک کے قتل کے قاتل میں تمام قبیلے کو تیار نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال دور جا بیٹ کے بعض شعر نے خوب ہمارے اہم مروت کو کافی نہیں سمجھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس سے ایک عزیز کے قتل کی حلالی نہیں ہو سکتی۔ بہرحال وہ شعر تھے در قریش تاجر۔ تاجر ان قریشی رہنما تھے کہ قریشی مروت کی بڑی کر تھے۔ ان کی یہ سوئی تھی کہ اگر وہ طالب سے محمد ﷺ کو قبیلے سے طرد کر کے اس کے عوض کسی اور سے جال کو شال کر لیا تو کچھ نقصان نہیں۔ اور اگر وہ طالب ایک کے ہوتے تو وہ جال شال کرنے پر مصر ہوتے تو چار ہند منافع بھی وصول کر لے گا۔

قریش کے لڑکھو سے ابوجاہل کے پاس گئے اور لڑکھو سے کہا۔ ابوجاہل نے کہا۔ بھائی میں سرزمین نہیں ہوں گا اگر نہ کرو۔ میں اپنے اہلکار کے دین پر ہی مروت کا نہیں ہے قبیلے سے محمد ﷺ کو طرد نہیں کروں گا تا کہ تم اسے قتل کر سکو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس سے شکوکوں کا شائبہ میں سے قاتل کر سکوں گا۔ اس لیے دین کو چھوڑ دے۔ "پ توگ میر سے پاس کل خریف" نہیں۔ جو بھی شکوکے سانچے ہوں گے، میں "پ کوٹ" سے گاہر دوں گا۔ اس روز ابوجاہل نے حضرت محمد ﷺ کو اپنے پاس بلایا اور آپ ﷺ کو قریش کی غرض سے "گاہر" کہہ دیا چاہتے ہیں کہ میں تمہیں قبیلے سے طرد کر دوں تاکہ وہ تمہیں قتل کر سکیں۔

میں نے اس کو دہل کے پیش نظر نہیں لیا ہے کہ میں اگر دین محمد ﷺ کو قبول نہیں کروں گا تو محمد ﷺ میرا صحابہ ہے، میں اسے قبیلے سے طرد نہیں کر سکتا۔ میں اس سے بات کروں گا شاید وہ ہٹا جائے۔

محمد ﷺ نے یہ چھاپا کچھ کس چیز سے ہٹا دیا؟

ابو جاہل نے کہا میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ تم سے ہٹا کر وہ کر دین چاہیے کہ میں اس کی تیغ بخیر ہٹا کر دوں۔

محمد ﷺ نے فرمایا "چچ" میں نے جب سے رسالت کا پیغام پہنچا تا شروع کیا ہے، اس وقت سے میں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے اور پرہیزگاروں کے لیے اور آج بھی میں اسی پرہیز کرتا ہوں۔ اگر آپ مجھے قبیلے سے طرد کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

میں ابوجاہل نے آپ کو قبیلے سے طرد کیا کیا کیوں کہ اس عمل کو باعث عک و عار سمجھتے تھے قریش سے کہہ دو کہ میں محمد ﷺ کو قبیلے سے طرد نہیں کروں گا مگر جب تک وعدہ ہوں اس کے دین کو قبول نہیں کروں گا۔

قریش کی بدعت سے جب دیکھا کہ ابوجاہل سے شکوکہ توجہ نہیں ہوتی تو انہوں نے لکھ دیا۔ محمد ﷺ سے ہاٹ کر شکوکہ کی باتیں۔ قریش نے اپنے میں سے ایک بڑے دین و علم والے، انیس حجاج غنم کا خطاب کر کے اسے محمد ﷺ کے پاس بھیجا۔ اس شخص نے لکھ دیا کہ حیثیت سے محمد ﷺ سے اس کا کیا

محمد ﷺ جب سے یہاں ہوئے ہونے کے بعد انہیں اور صحابہ پر اور ہم سب اس سے حسن عقل سے راضی ہو خوش تھے۔ کبھی ایسا اتفاق نہیں ہو کہ تمہارے ہاتھ سے کسی کو آواز دیا جائے لیکن آج تم جو کہتے ہو اور بڑا کام کرتے ہو اس سے اس شہر کے تمام کی زندگی لوگوں کو روکتی ہے۔ کوئی شخص مطمئن نہیں ہے۔ تم طائیفہ اس شہر کے تمام کے مذہب کو لکھتے ہو اور وہ اس سے جو کہ باطل سمجھتے ہو قریش بھی کہتے ہو کہ ہم اسے جدا کر دین ایک گمراہی ہے جب کہ تم خود ہم میں سے ہو اور اس سے غی

اجداد کے غلبہ، بلکہ اس طرح تم اپنے اجداد کی توجیہ راہ رکھتے ہو؟

میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ تم سے دل میں سے تم بڑا کر دیتا کہ ہم کچھ نہیں کہیں کہ تم راہنہ مقصود کیا ہے۔ اگر تمہیں دوست کی خواہش ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے سے سزا دہشت میں کروں گا کہ تم سے یا نہ ہو چاہے وہ اگر دوست درکار ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ قریش کی زیبا ترین لڑکیاں تمہارے لیے ہوں گی۔ تم شب و روز ان میں سے ایک کا انتخاب کر کے اس کے ساتھ بسر کرو۔ اگر حسب چاہ ہے تو جہتہ تم چاہا ہم تمہیں دیں گے۔ اگر پتہ ہو تو ہم میں نہیں ہوتا میں یہ بھی منظور ہوگا کہ تمہیں اس شہر کی ریاست دے دیں لیکن شرط یہ ہے کہ تم چٹا ریشہ ہر ۱۰ لوگوں سے فقید نہ ہو۔ خلافت و دست کو کہ ہمارے دست برحق نہیں ہیں اس لیے کہ ہم میں اس توجیہ کو برداشت کرنے کی قوت نہیں ہے۔ برخلاف تم کہتے ہو کہ وہ سب کھولنا میں تیر کی طرح پیست ہو جاتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے یہ قول اور حوصلے سے لیا کہ وہ قریش کو سب و جب وہ پٹی ہوتی تو کہ چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا

جو کچھ میں کہتا ہوں وہ میری پاب ہے میں بلکہ خدا کا فریضہ ہے۔ خدا جو کچھ مجھ پر وحی کرتا ہے وہ تم کو ان سے کہتا ہوں اور یہ سب عربی زبان ہی میں ہے تم سے کچھ نہ اس پر عمل کر سکتے ہو۔ جب میں کہتا ہوں کہ تمہارے اجداد کا امین ہر حق نہیں ہے یہ شرک ہے تو خدا کا حکم میری زبان پر ہوتا ہے میں رسول خدا ہوں اور اپنے وظیفہ تمام دہوں گا۔ میں اس کا خوف جو تم مجھے نہ رہے ہو مجھے رسالت کے کاموں کی انجام دہی سے نہیں روک سکتا تم لوگ میری بات مان کر تم کو تم لایا چاہو۔ خود کو شرک سے پاک کر لو اور دین خدا کو تمہیں کرو۔

خداوند کا فرمان میری زبان سے نکلا

وَلَقَدْ رَاسًا نَسُوْا وَلَقَدْ لَعْنُوْهُمُ يَوْمَئِذٍ اَنۡبَاۡا بِاللَّعْنَةِ اَلۡهٖ وَاجِدُوْا فَسْتَغْنِيُوْهُمُ

وَسَوْرَةً وَّوَسُوْا لِلنَّسْتِ بِكَيْفٍ (یہ سورۃ کچھ کی ساتویں آیت ہے) اسے تمہارے شرکوں سے کہہ۔ میں بھی تمہاری طرف کا ایک بشر ہوں اگر حق یہ ہے کہ وہ ان طرف سے مجھ پر وحی ہوئی ہے کہ میں تمہیں بتا دوں کہ خدا ایک ہے۔ تم نے ان طرف بدھو اور اس سے کشتی طلب کرو اور جان لو کہ شرک اب سے "ویل"

ہے۔ (تم کہو ۴۱)

یہاں وہ جو پاب سے بنے کے بعد جب قید قریش میں رہا اس آیت تو ان سے کہہ کہ تمہارے ہاتھوں میں یہ اسباب جو سلاک کا ہو مجھ ﷺ سے رہا ہو۔ یہ تمہارے قریش جس نے آپ ﷺ سے نہ کرات کیے اس کا نام ہے تمہارا حق میں رہے اور تمہیں کا ضرر۔



کی حالت کی وجہ سے کسی کو کھڑا نہ کیا۔ پہنچنے کی حرکت نہیں ہوتی تھی اس صورت حال میں قریش نے راہ کو کسی مسلمان کو ایک سی پٹے میں (قریش نے سے لئے کا ہوا) ہے (اسلام سے دور کر دیا)۔

یہ روز قریش جو سامعے تھے وہ سب انہیں دشمن کی سی شکایت نہ رکھتے تھے۔ بالخصوص حضرت محمد ﷺ کی سی شکایت کا مقابلہ نہ کر سکتے۔ قابل قریش اور مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ دکھ اور تکلیف پہنچانے لگے، جس کے لیے یہ طریقہ یہ اختیار کیا کہ انھوں نے پاشی لگا دی کہ کوئی فرد مسلمانوں سے نہ تو خریداری کرے اور نہ کوئی بیچ دین کے ہاتھ فروخت کرے مسلمانوں سے رشتے باطل بھی نہ کریں۔ مگر یہ امر میں کہ وہاں دیر بعد معاشی خطہ تھرت ہے۔ اس پاشی کے مسلمانوں کی رہائی مفلوج کر کے رکھ دی۔ بہت مسلمان جو تارہ سامعے کے دڑے میں تھے وہ حالت کا مقابلہ نہ کر سکے اور انھوں نے اسلام کو چھوڑ دیا۔ حضرت محمد ﷺ کو فکر لاحق ہوئی کہ فوری طور پر چارہ نہ تھا۔ اور یہ بھی بیحد نہیں تھا کہ اس قضیہ کی پیچیدگی کے ادا کے باعث کچھ اور مسلمان دین اسلام کو چھوڑ دیں۔

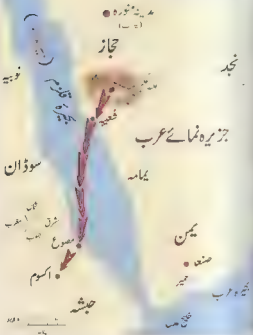
حالات میں حضرت محمد ﷺ نے مسلمانوں کے متعلق وہ فیصلہ کیا جو آج تک کسی پیغمبر نے پہنچا دکھانے کے لیے نہیں کیا تھا۔ آپ ﷺ نے پانچ راہوں کی ۱۱ نوادگانہ میں۔ جس کے چاہے تھے کہ وہ یہاں تک نہیں لیکن مسلمانوں کو کھڑے بیچ دیا جائے۔

جوش میں اس دنوں جو بادشاہ حکومت کر رہا تھا اس نے مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ فقہ شریعت کی کوئی بھی مذہب اور اسے مذہب یا مذہب کی عزت یا مخالفت کا باعث نہ ہو۔ محمد ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ کھڑے کر دیا جائے جو یہی وہ اس وقت تک ہیں۔ اسے وہیں جب تک کہ کھڑے کے حالات مسلمانوں کے لیے سہولیات ہو جائیں۔ پیغمبر ﷺ سے مسلمانوں کو ہدایت کی کہاں طریقے سے روانہ ہوں کہ قریش کو خیر نہ ہو۔

محمد ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگر جی میںیت میں اس کو روکے تو یہاں قریش کو خیر ہو جائے گی۔ لہذا تم کو چھوٹی چھوٹی کھجور میں جوش کا ہوا کا قریش میں یہاں تک کہ وہ

جزیرہ حبشہ

(... سے سورتک)



تعداد ایک سو نو ہو گئی۔ جب چاکر قریش کو خبر ہوئی کہ مسلمان قحطِ ہجرت کر گئے ہیں۔ تجارتِ قریش نے عمرو بن العاص اور عذرة بن ابیدہ پر مشتیں دیک، سفارتِ بادشاہِ حبشہ خدمت میں بھیجی کہ بادشاہ سے جارت لے کر مسلمانوں کو اپنا گھر لے آئیں۔

عمرو بن العاص اور عذرة بن ابیدہ دونوں شہِ حبشہ (جاثی) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عمرو بن العاص نے عرض کی "اے بادشاہِ حبشہ! بنی تم کو آپ نے پناہ دی ہے یہ بڑے فاسد لوگ ہیں۔ اپنے اجداد کے مذہب سے منحرف ہو چکے ہیں۔ ہمارے جد و جہد کہتے ہیں۔ ہمارے اجداد کے عقیدے کو باطل کرنے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپوں کی عروسی کرتے رہے ہیں۔ اے بادشاہِ حبشہ! جن لوگوں کو تم نے پناہ دی ہے، کل کو یہ آپ کی قوم کے مذہب کو بھی تبدیل کر دیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے پروردگار کی تائید کر دیں۔ ہم انہیں خدا کی قسم سے چاہیں، ورنہ کے خداؤں والوں کو واپس کریں کیوں کہ ان نے فاحشانِ دلوں کا بیگانہ مطالعہ ہے۔"

بادشاہ (جاثی) نے مسلمانوں کو حاضر کا حکم دیا۔ مسلمان حاضر ہو گئے تو بادشاہ نے اس سے کہا یہ دو افراد دیکھئے "تو ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ تم کو کلمہ خرم ہو اور جنہیں خداوند سے پناہ پاتے ہیں۔ نیز یہ کہتے ہیں کہ تمہارے خداؤں والے تمہاری باتیں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تم ان کے اقوال کے جواب میں کیا کہتے ہو؟

جعفر بن ابی طالب ایک قدم آگے بڑھے، اور کہا "اے بادشاہِ حبشہ! دو افراد یہ چاہتے ہیں کہ ہم نے تم پر عہد کر کے کسی سے ملے نہیں چاہی، کہ کوئی تم سے ملے یا کوئی اپنا اصل دھرم سے کسی کو ملائے یا نقصان پہنچا دھرم سے مروا دہا ہے؟"

بادشاہ نے دونوں سے پوچھا۔ انہوں نے ہوا کہا "نہیں، اب نہیں ہوا۔"

جعفرؑ اور ابی طالبؑ نے "اے بادشاہِ حبشہ! ہم باخشی میں بہت پرست تھے۔ ہماری عمر اب بوجھ میں گزرتی ہے۔ ہم میں ہر قسم کی شہوت، رانی ہوتی تھی۔ ہم دوسروں پر رحم روا کرتے تھے یہاں تک کہ ایک وزیر محمد بن ابی بکرؓ نے ہم میں سے بھوت ہوئے اور انہوں نے فرما

"تو جی تو بہ کر دو۔" آپ ﷺ نے ہر کی خدائے خدا کی طرف رہنمائی فرمائی اور ہمیں تنبیہ کی۔ "تو کی چاہ کر دو۔" شہوت پرستی چھوڑ دو۔ کٹھڑوں پر حکم مت کر۔ ایمان پر ایمان۔ "تو ہیں اور یہ دھڑکی جاؤ ہمیں دامن سے جانے کے لیے آئے ہیں، ایت پرست ہیں۔ یہ تیرا لکڑی کے بتوں کو پھینکے ہیں کھروں پر رحم روا رکھتے ہیں اور کسی دامن سے حضرت محمدؐ کی شہر کی مصلحت ہوئے ہیں، یہ دونوں اور دوسرے قیدِ قریش کے فرما ہر وقت محمدؐ کو پکار مارتے اور برا بھلا کہتے ہیں۔"

بادشاہِ حبشہ نے عرض کی کہ حکم دیا کہ تم تک جو یہ دونوں آئے ہیں، ابیں کر دے۔ "ہاں یہ آپ کا کہ جن لوگوں نے میری مملکت میں پناہ دی ہے وہ میرے عقیدے کے بہت نزدیک ہیں۔" دھڑکی میری عمر خدا سے واپس کر دے۔ میں انہیں ملک نہیں کروں گا کہ یہ ہمیں دکھ پہنچائیں۔ جب یہ دونوں بادشاہ کا حکم نہ کرنا چاہے تھے تو شاہِ حبشہ نے جعفرؑ بن ابی طالبؑ سے پوچھا کہ اسلام پر نازل شدہ لفظ کا کلام کتنے کی خوش غبار کی۔

جعفرؑ نے خوشی اور دوسرے حاضرین کے سامنے قرآن کی وہ آیات پڑھیں جو "سبح قرآن" میں سورۃ میں لکھی جا چکی ہیں۔ ان آیات میں حضرت مریمؑ اور حضرت یسٰحٰ کو حق کیا گیا ہے۔ نہایت جو کہ عیسائی تھے، ان آیات کو اس کر دے۔ لگ۔ حاضرین بھی رو رہے۔ بادشاہِ حبشہ نے کہا "تمہارے پیغمبر ایک مرد بزرگ اور سچا ہے۔ تم جب تک چاہو میرے ملک میں رہو گئے ہو، کوئی نقص جنہیں اس حکم سے نہیں لگائے گا۔"

اسلام جو ہجرت کے لیے حبشہ پہنچے تھے، بڑے آرام کی رہائی ہو کر رہے تھے۔ قریش کی طرف سے انہیں کوئی غم نہ رہا، لیکن ابھی دوسرے مسائل سر اٹھائے گئے۔ اس عہد میں سے یہ افراد نے جب یہاں کے عظیم شان لکھا، دیکھے تو حائر ہو کر بیعت قبول کر دی۔ "میرے مذہب میں جیسا کہ جو پہلی ہی ام حبشہ کے ساتھ ہجرت کر کے آیا تھا۔ ام حبشہؑ انیسویں کی پہلی تھی۔"

میرا دوسرا قول کرنے سے پہلے ایک حلیف تھا، یعنی اس نے اپنی عمر حقیقت کی جستجو

میں گزاری تھی۔ جب اسلام کی تبلیغ شروع ہوئی تو وہ مسلمان ہو گیا لیکن حبشہ سے بھاگ کر
مصر میں آئے۔ یہاں سے ایک کافر عرب ہو گیا اور اس نے وہیں اسلام کو پھیلایا۔

جب قریش کو معلوم ہوا کہ یہ مسلمان ہو چکے ہیں تو انہوں نے بھائی مسلمانوں کو
بھڑکایا اور انہوں نے ہتھیار کر دیے۔ شرافت کے جب کسی مسلمان سے ملنے تو اسے
سزا دیں گے۔ پھر جانتے ہوئے کہ یہ مسلمان نہیں تھے، یہاں سے وہاں تک کہ انہوں نے پھیلایا
ہے۔ اپنے آپ کے عقیدے کو کم نہ مائل نہیں ہے۔ تم کہتے ہو کہ یہ مسلمان ہو چکے ہیں
تو اسے آواز دے کہ وہاں سے دور ہو کر اس کے ساتھ عقیدت رکھنا چاہی۔ یہ نہیں کہے گئے بلکہ
بتاتے تھے اور عرب اس کی کڑھت سے اسے عقیدت رکھتی تھی۔ یہاں کی کوشش ہوئی کہ اس
حادثے سے مسلمانوں کو اس عقیدے کو قبول کر دے اور وہ اسلام سے غریب ہو جائیں۔

تو تاجر مسلمانوں سے جا کر کہتا کہ آج کے دن کوئی شخص تم سے تریاری نہیں کرے گا اور
تمہارے ہاتھ کچھ فروخت نہیں کرے گا۔ تمہارے مقررہ وقت اور قریب وہاں آؤ نہیں کریں
گے۔ مسلمانوں کے لیے قریش نے جو جزا تجویز کی، وہ تھی کہ مسلمانوں کے کسی قسم کا پیش
دین حرام ہے۔ یہاں فہم کرنا چاہیے اور ہر وہ شخص جس نے مسلمانوں کا قریب
ہے وہ نہیں دے گا۔

یہ ایک تاجری جان سکتا ہے کہ اس پر بندی سے ایک سوداگر پر کیا اثرات مرتب ہوتے
ہیں۔ تو یہ مسلمان حضرت محمد ﷺ کا سوا حصہ اور وقت نہیں دیکھتے تھے کہ وہ کی راہ میں
اس قدر دی قبضے کو برداشت کر سکیں۔ لیکن وہی کہ اس میں سے کسی ایک جزا نہیں ہو گئے اور
وہ اشخاص جو یہاں آئے مگر وہ اس میں شام ہوتے تھے یہی اپنے دفاع کی طاقت نہیں
دیکھتے تھے۔ یہ نہیں نہیں اس قدر کہ وہ ان کے وہاں سے ہٹا دیے گئے۔ اس طریقے سے
قریش نے لوگوں کے دلوں میں دہشت پیدا کر دی۔ اور جو لوگ اسلام لانا چاہتے تھے
اسلام کی طرف ہٹ گئے۔

نکدہ کہ ہر دوں میں سے تھا ایک ابو بکرؓ ایسے تھے جو صاحبِ محمد ﷺ کی طرف راہی

کرتے تھے۔ یہ وقت قریش نے اس کے تمام اہل بیت کو ساتھ لے کر دیا تھا اور وہ لوگ جن کے
دلوں میں اس کی قوم وادب مادھیں ادا کی گئیں کر رہے تھے۔ لیکن یہ قیامِ قدامت بھی
ابو بکرؓ و حویرؓ نہ کر سکے اور وہ محمد ﷺ سے وفاداری میں ثابت قدم رہے۔ یہی کسی کی راہ اور
یہاں تھی تمام دنیا نے مان لی۔ وہاں سے اس کا دھنساں کر دی۔ لوگ جو مکہ سے حبشہ ہجرت کرتے
آپ (ابو بکرؓ) ان کو سفر فرما دیا کرتے۔ اسلام کے دینوں میں تپ حضرت یحییٰؑ سلام
کے بار تھے۔ غرض ان لوگوں کو تو آمدنی بھی نہ تھی وہاں سے ہوتی ہے۔ اس کے برعکس
یہ غریب۔ تمام اخراجات اپنی جیب سے ادا کرتے تھے بغیر کسی دکان کی امید کے۔

ابو بکرؓ نہیں گئے تھے، اس لیے کہ محمد ﷺ کو ان کی نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ جس
دن سے دیگر نے اسلام قبول کیا تھا، حضرت محمد ﷺ کو کچھ نہیں چھوڑا تھا۔ ایک وقت ایسا آیا
کہ حضرت محمد ﷺ کو اطلاع ملی کہ اگر ابو بکرؓ مکہ سے ہجرت نہ کر گئے تو قریش انہیں قتل کر دیں
گے۔ لہذا آپ ﷺ نے ابو بکرؓ کو مکہ سے چھوڑ دیا کہ اس قسم پر ابو بکرؓ بہت آزار دہنے
اور ان کی طرف چلنے کا ارادہ کر لیا۔

ابو بکرؓ کو وہی سے مکہ سے نکل کر جنوبی عربستان کی طرف چل دیے۔ مسافرت کے
دنوں کا ایک سے شطریے گزرے اور وہاں ایک بہت بڑا قبیلہ تھا۔ قبیلے کے رئیس
روٹی نے جب یہ سنا کہ ابو بکرؓ نے مجھ کو ترک کر دیا ہے تو بہت حیرت ہوا۔ چونکہ وہ چار
تھیں، ابو بکرؓ کے ایک بہت بڑے تاجر اور قریش کے سرداروں میں سے تھے بڑے قبیلہ
تھے انہوں نے پوچھا کہ ابو بکرؓ تم کی کوئی نرم کر کے اپنے شہر سے بھاگے ہیں؟

دیگر نے فرمایا میں نے دین اسلام کو قبول کر لیا ہے اس لیے قریش مجھے قتل کر دینا
چاہتے ہیں۔ میں اپنی جان کی حفاظت کے لیے مکہ سے خدائی ہوا ہوں۔

قادی نے ابو بکرؓ سے کہا کہ خود جیسا کہ دیکھیں گے یہاں کا اور قریش کو خبردار کروں
گا۔ میں نے ابو بکرؓ کو اپنی حق بات (خبر) میں سے یہ ہے۔ پھر قریش کو یہ بات نہیں ہوئی کہ
جیسا کہ آواز پہنچا سکیں۔

جب دلت کی تار بیک چم جاتی، مکہ میں خاموشی طاری ہونے لگتی، لوگ اپنے اپنے گھروں کی راہیں لے جاتے تو ابوبکرؓ ہندوس نہیں آواز کے ساتھ قرآن خوانی شروع کر دیتے۔

ایک مؤرخ ابن ہشام لکھتا ہے: ہر آدمی گھر میں جاتے ہوئے ابوبکرؓ کے گھر کے عقب میں رک جاتا اور آیت قرآنی کو بخوشی سمجھتا۔ بعض دلت لوگوں کا جناح اس قدر بڑھ جاتا کہ گلی میں سے گزرتا تھاں ہو جاتا۔

حضرت قریش نے یہ سب دیکھ کر وفاقی کے پاس چند مخالف کے ساتھ پیغام بھیجا: "تو نے ابوبکرؓ کو اپنی حمایت (جرور) میں لے لیا ہے۔ اس سے کہہ کر وہ اپنی آواز میں قرآن خوانی نہ کیا کرے۔ قرآن خوانی کے وقت لوگ اس کے گھر کے عقب میں جمع ہو جاتے ہیں اور اس طرح یہ مکہ کا اجتماعی حکام خراب کر رہے ہیں۔"

وفاقی نے تمہیں نفیوں کر دیے اور پیغام وصول کرنے کے بعد ابوبکرؓ کو کہوا: "میرا تم کو اپنی آواز میں قرآن خوانی نہ کیا کرو۔ اگر تم سے یہ اضطرہ جاری رکھ دو میں ناچار حمایت (جرور) میں لے لوں گا اور پھر تمہیں میرے قیدی کی حیثیت حاصل نہیں ہوگی۔"

ابوبکرؓ نے وہی پیغام بھیجا کہ "میں اپنے دین سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ بلند آواز میں پڑھنے سے جو مذمت مجھے حاصل ہوتی ہے، اسی سے تم میری زندگی ہے۔ اور اگر تو چاہتا ہے کہ حمایت (جرور) میں لے لے تو تجھے یہ حق حاصل ہے۔ میں اس کے بعد محمد ﷺ کی طرح خود کو خدا کی حمایت (جبار) میں دے دوں گا۔"



شعب ابی طالب

دوق بن نوفل (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) نے غنیمہ رسد ﷺ سے کہا: "کاش! جب دو شخص قیدی سے طرد کر دیں گے، اس وقت میں مر نہ چکا ہوں۔" یہ کلمت دوق نے ۶۱۰ میں محمد ﷺ سے کہے تھے اور اس کی یہ پیش بینی ۶۱۰ میں حقیقی صورت میں سامنے آئی۔

نوفل کی جرأت نے جب دیکھ کر قیدی بنی ہاشم (جس کو محمد ﷺ کا چچا قبیلہ) محمد ﷺ کی خدمت سے انکسار نہیں ہوتا اور ہم سے کٹ نہیں کر سکتے تو محمد ﷺ اور تمام مسلمانوں کو مکہ سے طرد کرنے کا فیصلہ کر دیا۔

جب بھی کوئی دیکھتا رہتا تو قوم کی اصلاح کے لیے یا بدوگرام۔ تاہم جس سے سیکڑوں ہزار سال پہلے رسوم و رواج کو بدل دینا چاہتے تھے تو سوسائٹی کے ایک نئے جہ سے جھگڑا کر دیتی تھے جو کہ اس حکام سے کسی طرف کے فائدہ حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ لہذا اس طبقہ کے لوگ جب اپنے دین کو غصہ میں پاتے ہیں تو اس شخص (دیکھو! یہ شخص) کی راہ چلی۔ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں۔ اسے جیلوں میں ڈالتے ہیں یا قتل کر دیتے ہیں۔

پس وقت بادشاہ حبشہ نے حضرت قریش کے سفیروں کو مارا اور کہا: یہاں مسلمانوں کو لے کر آ کر دیکھو! میں اس وقت تک نہیں حضرت محمد ﷺ کا نخود بڑھ رہا تھا۔ طرف سے پہنچ کر قریش نے محمد ﷺ اور تمام مسلمانوں کو مکہ سے نکال دیا اور کرنے کا تہمت لگا کر مکہ سے کافیلہ کی۔ ان کا بیان تھا اس قدام سے اسلام کی مکمل طور پر بے اثر کھڑی ہو گئی، لہذا اس بارے میں ایک اعتدال خانہ کہہ دیا کہ یہ سچ تو ہے کہ "محمد ﷺ اور نبی ﷺ کا تپا پاک ہیں اور آج سے دو مکہ سے طرد کیے ہوئے شمار ہوں گے۔"

یہ طرد ایک فرمان کی حیثیت رکھتا تھا جسے ۱۰ دنوں میں چھڑک دینا تھا۔ اس کا مکمل متن

منہجہ دین ہے

۱۔ مکہ کے کسی خزانہ کو یہ اجازت نہیں کہ وہ کسی مسلمان (برگ، چم، مراد، عورت) سے منگلو کرے۔

۲۔ مکہ کے کسی فرد کو یہ اجازت نہیں کہ کسی مسلمان کے جسم کو چھوئے (یعنی معاذ کرے) اور اگر کسی نے ایسا فعل کیا تو وہ بھی پلید شمار ہوگا۔

۳۔ مکہ کے کسی فرد کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی حشر کی کوئی چیز کسی مسلمان سے خریدے۔ اس کے ساتھ فروخت کرے۔

۴۔ مکہ کا کوئی فرد ہر شخص کو کسی مسلمان کے ہاں شہی کرے یا مسلمان کو زکریٰ دے۔

۵۔ مکہ کا ہر وہ آدمی جو کسی مسلمان کا مقرر ہے وہ قرض کی رقم وہیں نہیں کرے گا۔ یہ مقررات اس وقت تک کے لیے، جو زمین کے جب تک محمد ﷺ اپنے زمین کو چھوڑ دے یا خود شہر اس کی حالت ترک نہ کریں، یہ قابل قریش اس کو نقل نہ کریں۔

۶۶۔ میں حضرت محمد ﷺ اور تمام مسلمانوں کو مکہ سے خارج کر دینا چاہتا ہوں۔ خداوند کے وقت تک یعنی باہم محمد ﷺ کی حمایت سے دشمن رہا نہ ہوئے تھے، لہذا اس قسم نے بھی مکہ کو محمد ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ ترک کیا۔ حالانکہ وہ نہت پرست تھے۔ ابو طالب کی غیرت اور محبت نے براہ راست نہ کیا کہ اپنے پیچھے کس مشکل وقت میں اکیلا چھوڑ دیں، حالانکہ وہ خود اس کو نقل نہ کر کے کاہل کر چکے تھے۔

محمد ﷺ کے قہیے بنی ہاشم کے کسی پیغمبر پر صرف ایک آدمی نے عمل نہ کیا اور وہ وہب تھا جس نے مکہ کے پیغمبر سے اتفاق کرتے ہوئے مکہ کو ترک نہ کیا۔ دوسرے بھی افراتفرید سے بچنے کی وجہ سے مکہ کو چھوڑ کر شعب میں جو کہ ابو طالب سے متعلق تھی، سکونت پانے ہوئے۔ شعب کیا ہے؟ اس کے لیے قدرے توضیح کی ضرورت ہوگی۔

لغت میں شعب کے معنی ہیں وہ مکان یا دورہ جو چھوڑ دے جو ہر مجازی معنی میں چھوڑ

ن محمدی قریش کے بھی قابل جو مکہ میں سکونت پانے والے، ایک ایک شعب مکہ سے باہر چھوڑ دیں میں رکھتے تھے۔ چھاڑوں سے مراد اظہار مکہ کے کم مرتبہ پہاڑ ہیں جنہیں ہم نیچے کہتے ہیں۔ لیکن عرب انہیں کوہ (جبل) کہتے ہیں۔

۱۔ کسی کوئی چڑھائی شخص اس دن ترک میں سے کسی ایک کی بناؤ، جگہ تو وہ قید اسے چھوڑ دے۔ میں سے کہ شعب میں رکھتا تھا، اس کے کہ آدمی عربوں میں یہ رسم تھی کہ کسی مکان یا مکان (پہاڑی) کو جو افراتفرید تصور کریں، ایک خارجی بھی بھی رکھیں۔ یہی بنی ہاشم کا تھا، لہذا اسے قہیے کے اندر مکہ کی سرکرتے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔

۲۔ ہر بر قبیلہ اپنے خیمے مخصوص طرز پر لگایا کرتا تھا، اگر پہاڑی چلی سے ایک شخص لگا، اسے تو اس طرز پر تہب سے آدمی سمجھانے کا کہ رکھ قبیلہ کا خیمہ رکھ رہے ہیں۔ قبیلہ دھیر عیشہ وہاں میں ہوتا اور انہیں بائیں اس کے بیٹوں، یہی نہیں بیٹوں اور وہاں سے۔ آخر تہب شعب ہوتے تھے، اور ان کوئی رکھ قبیلہ کے خاندان کا دور کا طرز ہوتا تو وہ اب سے کہیں کے پاس چھوڑ دیتا۔ شعب کا ہر حال اس تہب سے کوئی نقل نہیں۔

۳۔ شعب ابو طالب اگرچہ پہاڑی مکان میں ایک گھر تھا، لیکن وہ تو عربی اہل و انساب کے لیے بنا گیا تھا، نہ کہ اس مقصد کے لیے کہ ابو طالب یا اس کا قبیلہ خود اس میں رہے۔ شعب ابو طالب والا گھر ساری جمیعت کے لیے کیا نہیں تھا اور شعب کے حرافہ میں سے آدمی رہتے تھے۔

۴۔ عرب کے ہر شخص نے افراتفرید (راضی) کی توصیف کی ہے۔ ہم سب ہیں مکہ کی زمین ملک اور غیر ہونے کی وجہ سے سب تک کسی اقتصاد کی تبدیلی کا باعث نہیں بنی، بلکہ بتل کی سیاست سے اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہر زمین اس کی منت کی تھی یا نہ تھی۔

۵۔ مکہ کی راضی اور اطراف کے گھرانے پر درشت ہو کر گھر اس کے ایک شکار تک کا جو انہیں تو صرف تحفظ پانے تک تھے جو ان کو خورشید کی ارس اس شدت سے ممکن کرتے کہ کوئی چیز بھی نہ چاکنی تھی۔ سارا سال کوئی ہندو نظر نہیں آتا تھا، اس لیے کہ ہندو کا رہنا وہاں

جائے، ابھی ہی کسی اور حالات کے بدلنے پر پھر تبلیغ شروع کر دیتے۔ لیکن وہ مومن مرد تھے۔ ان کا یہاں بچتا تھا۔ جس کے سواں لفظ اذین سے صرف نظر نہیں کیا کرتے اور براہ اور امور رسالت میں خدا پر باہن کو ایک جیسے رکھتے ہیں۔ عرصہ بڑی طور پر اسی کی لپی نہیں کیا کرتے۔

اب لفظ نے عصمت سے کام نہ لیا۔ جن ساری مدت پر لڑائی گھائی میں بھوک سے مرنے لگی تھی کہ بھوک بھری کی کھان سے کھانے کو نہ کھانے کی نوبت بھی تھی۔ مگر خود بیٹا رسالت کا نذر کیا اور نہ مزداد ہوئے۔ یہ شعب ابی طالب میں تیس سال کا عرصہ آپ ﷺ سے ایک اور بار باہل تھا کہ آپ ﷺ اس سے سرخرا لگے۔ بھوک کی سختی اور رنج انہیں جڑوں نہ کر سکے۔

نہایت نے اندر تیس سال کے عرصے میں مسلمانوں کے پاس کوئی گھر جو سامان اور برتن بھی نہ تھے۔ حضرت خدیجہ کے پاس ایک بھڑا اور ایک گرو تھا۔ ایک دن کوڑو ٹوٹ گیا، تو نہیں بچا سکا تھا۔ چند دن مہر کی حتی کہ وہاں سے ایک برتن جوڑنے کا ضرر۔ حضرت خدیجہ نے ٹکڑے کوڑو برتن جوڑنے والے کو دیا کہ جوڑ دے۔

انہیں لگتا ہوں کہ شعب ابی طالب کے قیام کے دوران ایک بار خدیجہ کے بچے نے ایک بوری کھانے پینے کی اشیاء اپنی بیٹی اور حضرت محمد ﷺ کے لیے جوگیئیں۔ واقعہ یہ کہ خدیجہ بھی محمد ﷺ کے ساتھ ہی تھیں قریش کے افراد اس بات کی گھرائی کر رہے تھے کہ کئی باضم کو کوئی چیز بھی کسی طرف سے نہ بھجوائی جائے۔ لہذا وہاں جین نہ لیا، اس لئے اس قدر زور دیا کہ کیا کر جن دن بعد اس کے خدیجہ بچے کی امید تھی۔

ان تین برسوں میں مکہ کے بعض بزرگوں نے مصافت کی کوششیں کیں اور قریش پر زور بھی دیا کہ وہ حضرت محمد ﷺ اور ان کے تابعین کے گھر باہل آجائے پر طرف مند ہو جائیں۔ قریش جو میں میں کہتے رہے کہ محمد ﷺ اپنے دین سے صرف نظر کریں تو شہر و میں آسکتے ہیں۔ ہم کو ان سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ باہل کی طرف اپنی زندگی بسر کریں۔

حضرت محمد ﷺ اگر ایک بے رادہ انسان ہوتے تو اپنے مذہب سے صرف نظر کر جاتے۔

ہوتا ہے جہاں سزاوارتی ہو۔ آج مکہ میں پانی قدر سے زیادہ بھوکا ہے اور شہر سے چند مقامات پر درخت اور سبزہ بھی لگا دی گئی ہے لیکن اگر آپ شہر سے دور ہوں اور تو وہی مشکل سنگین نیکوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ اور مسلمان جب شعب میں وارد ہوئے تو وہ زیادہ ساہرا خود روشن اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتے تھے، اس لیے کہ نیش مکانی تانہائی اور بنگائی طور پر ہوتی تھی۔ اور بزم کمال کرنا زیادہ ساہرا خود روشن ساتھ لے بھی جاسکتے تو وہ کب تک ساتھ چلا۔ عید قریش میں درج پابندی کہ کسی شخص کو اختیار نہیں کہ کوئی چیز مسلمانوں کے ہاتھ بیچے، یہ بھی ایک اچھی کیوں کہ مسلمان مکہ کے لوگوں سے خریداری نہیں کر سکتے تھے۔

مسلمانوں نے اس شعب میں خوفناک ترین بھوک برداشت کی۔ اس حالت سے ان کے زندہ بچے رہے، کا لفظ ایک ہی سبب تھا اور وہ تھے وہ اپنے تمام۔ ان چاروں مہینوں میں جنگ و جدل بند ہوتی تھی، اس لیے مسلمان شہر چلے جاتے تھے اور انہوں سے خود روشن کی اشیاء خرید لیتے تھے۔

مسلمانوں کے شعب ابی طالب کے قیام کے دوران ایک بار خدیجہ کے بچے نے ایک بوری کھانے پینے کی اشیاء اپنی بیٹی اور حضرت محمد ﷺ کے لیے جوگیئیں۔ واقعہ یہ کہ خدیجہ بھی محمد ﷺ کے ساتھ ہی تھیں قریش کے افراد اس بات کی گھرائی کر رہے تھے کہ کئی باضم کو کوئی چیز بھی کسی طرف سے نہ بھجوائی جائے۔ لہذا وہاں جین نہ لیا، اس لئے اس قدر زور دیا کہ کیا کر جن دن بعد اس کے خدیجہ بچے کی امید تھی۔

ان تین برسوں میں مکہ کے بعض بزرگوں نے مصافت کی کوششیں کیں اور قریش پر زور بھی دیا کہ وہ حضرت محمد ﷺ اور ان کے تابعین کے گھر باہل آجائے پر طرف مند ہو جائیں۔ قریش جو میں میں کہتے رہے کہ محمد ﷺ اپنے دین سے صرف نظر کریں تو شہر و میں آسکتے ہیں۔ ہم کو ان سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ باہل کی طرف اپنی زندگی بسر کریں۔

حضرت محمد ﷺ اگر ایک بے رادہ انسان ہوتے تو اپنے مذہب سے صرف نظر کر جاتے۔

ایک روایتی کی تاریخ میں مٹیں مٹیں حتیٰ کہ ایک نو جوان مرد ایک عورت کو جو اس سے چند سال عمر میں زیادہ ہو یہ ۶۰ یا ۷۰ روکتا ہو کہ زندگی کے آخری لمحے اسے اسوش نہ کر سکے اس قوم اور ان کی زندگی کے دوران ہر روز اختلاف عمر کے گھونٹے اور خدیجہؓ میں بھی کون اختلاف رہا نہ ہو اور اس بچس سالہ نروانی زندگی میں وہ ایک محبت اور محبوب کی طرح رہے۔ جب خدیجہؓ شعب میں وفات پائی تو مسلمانوں کے پاس کفن تک نہیں تھا۔ خدیجہؓ ان کی صوفہ ہی میں دفن کی گئی۔ صوفہ (دورانِ حیات) ایک بڑی سی عمارت ہوتی تھی جسے عرب عورتیں پر ادا کرتی تھیں۔ ہر عورت پر اس صوفہ میں اپنی مرضی سے دفن کی جاتی تھیں۔

خدیجہؓ کو بڑے محبوبہ اور بڑے وفات تھیں۔ ان کی مدد اسلام کے لیے خاص تھی اور باعث ہوئی۔ شرع کے مسائل میں جب کہ حضرت محمد ﷺ کے پاس کچھ نہ تھا، انھوں نے ہی مدد کی۔ اس دور میں انھیں مختلف اور اسلام کی تہم خواہ تھیں۔ ہر روز حضرت محمد ﷺ جب رخصت ہو جاتے، خدیجہؓ آپ کے انھوں کو دھوئیں۔ پانی دے دیتیں۔ انھیں اس میں تامل کروا دیتیں۔ اس وقتیں اور ان فراموشی۔

خدیجہؓ کی وفات کے روز بعد مسلمانوں کو روزہ صومہ پہنچا یعنی ابوبکرؓ، عقیلہؓ، اسلام کے بچے وفات ہو گئے۔ ان کی عمر اس وقت ۸۶ بچپائی سال کی تھی۔ وہ بھی خدیجہؓ کی طرح شعب میں مسلسل فاقہ کی وجہ سے بیمار ہوئے اور وفات ہونے کی وجہ سے بیماری کی حالت میں اس جہاں کو خیرہ کیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ابوبکرؓ مسلمان ہوئے اور آخری وقت تک احمد اے کے لباس پہن کر رہے۔ جب ابوبکرؓ کو خبر دی گئی کہ تمہارا مہینہ شعب میں حالت مرگ میں ہے تو فوراً وہاں پہنچے اور ابوبکرؓ کی پانچویں کی جانب کھڑے ہو کر کہہ تم کہہ کہ تم نے اپنی عمر کو کھول نہیں کیا اور یہ کہ تم احمد اے کے دین پر مسموم ہو کر ابوبکرؓ سے ہمت کھائی کہ میں نے تمہارے دین کو کھول نہیں کیا اور احمد اے کو دین سے جہان سے کھینچ کر رہا۔ کہ خدیجہؓ اور ابوبکرؓ آپ ﷺ کے ساتھ شعب میں۔ چاہے تو ممکن تھا اس روز وفات کی فاقہ سستی سے نہ گزرتے اور یہ کچھ زیادہ بخیر رہتے۔

خدیجہؓ کی خیر اسلام کے لیے فداکاری کی تعجب خیر نہیں کیوں کہ وہ اس کے شوہر سے بھی ۱۰ سال بڑی تھیں۔ پہلے بچتے کے لیے فداکاری نہ تھی۔ اساتذہ کی ساتھ قابل ستائش بھی ہے۔ ان سے کہ ابوبکرؓ اسلام پر عقیدہ نہیں رکھتے تھے، باوجود اس کے انھیں سے اپنی جان بچنے۔ یہ فداکاری تھی۔

اس عمر میں مصیبت بہت زیادہ تھی، چنانچہ یہ اپنی کاٹھن نہ تھا کہ ایک بھتیجہ قلیل مثل ایک ایسے شخص کی خاطر جس کی بغیر ہی کا وہ مسلمان نہیں بن سکتی تھی زندگی کو نہ۔ اور اس کی کہ اس شعب میں شعب کی فاقہ زدہ زندگی بسر کرے۔ جس اس سے کہ قبیلے کا ایک فرد برون پشت بناؤ فدا دے جائے۔

ابوبکرؓ کی وفات کے بعد قبیلہ کو اور اس میں پناہ تھا۔ قاعدے اور بھٹے کے مطابق وہ ان سے بھاگ کر ابوبکرؓ کو قبیلے کا رئیس منتخب کیا گیا یعنی اس کو جو قبیلہ اسلام میں ابوبکرؓ سے بڑھتا تھا۔

فدا دہ کے اپنے کام ہوتے ہیں۔ جب ابوبکرؓ فوت ہوئے قریش کے لوگوں نے انھیں یہ کہہ میں فرمان (محمد) کو دیکھ گئی تھی ہے اور اس کا صرف ایک کلمہ پانی دیا گیا ہے۔ "ابوبکرؓ" اس کلمہ کے ایک تیسرے نام۔ "مگر سے مراد خدیجہؓ اور ایک سے مراد ابوبکرؓ مطلب یہ کہ خدیجہؓ کا کلمہ (جیسے کوئی نہ اسے کہہ کر کلمہ ہو) ہم قریش کا کام صرف ایک خدیجہؓ کا ہی کرتی تھی۔ اس پاس سے گزرتے تو ان کی سب سے بہت تر عورتان میں بہت زیادہ ہے۔ کاٹھن اور کڑی دیکھ کر غور فرمائی ہے۔ ان میں کسی میں گھر ایک کتاب دیکھتے حدت کے لیے ایک جگہ پر رہتے ہیں تو آپ انھیں سے۔ حد کے سوا باقی کچھ نہیں تھا۔ دیکھ کر ان صفات کو چٹ کر گئی ہے۔

نہایت قریش سے جب دیکھا کہ ایک سے محدود قوم مضمون جو محمد ﷺ اور پیروان محمد ﷺ اور ان کے ہاں سے تھا۔ ابوبکرؓ کا یہ لیکن اس صاحب خانہ کو نہیں چھینا تو ان سے ان میں غریب پیدا ہوا۔ اس واقعہ کی طرف ان کی توجہ اس وقت ہوئی جب ابوبکرؓ فوت ہوئے اور ابوبکرؓ دیکھ قبیلہ بنی ہاشم منتخب ہوا۔

یہاں تک کہ یہ قبیلہ بکراؤ پر دست کے لڑائی کی اہمیت دہلی کے سلسلے میں اس کے آپ قبیلہ کے اس سے کہہ کر محمد ﷺ کی حمایت کرتا کہ وہ قبیلہ یہاں کی اوج میں رہتا ہے۔
جماعت قریش کے دہلی میں بھی قریش کو بڑا کام صاحب خانہ کے ایک سے بڑا ہے۔
سے خوف کرنا اور انہیں اس کی وجہ سے کہہ کر محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ کر نکال دیا۔
آپ کی تو جماعت قریش حرام نہ ہوئی۔ بلکہ میں بعد مسلمان بن کر میں وہاں رہا ہوں۔
خدا ہے کہ اس وقت میں مسلمان ہوا، گراں کا بہت نقصان نہ تھا۔ ان کے کا وہاں رہا۔
ہو کر رہ گئے تھے اور وہاں بکراؤ ہو گئے تھے۔ اب ان کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کی دولت
ہماری قیادت میں ان کے پاس بھی صرف پانچ بکرے اور دو بکریاں تھیں۔

جب مسلمانوں نے آپ کو قیادت میں لے کر ان کے گھر میں آ کر رہا۔
نہیں کی تھی۔ یہاں پر اور کر رہے ہوئے تھے۔ اور وہاں کی وجہ سے ان کی جگہ یہاں ہو چکی تھی۔
یہاں سے لوگوں نے آپ کو قیادت میں لے کر ان کے گھر میں آ کر رہا۔
ہوا کہ وہ شعب سے واپس آئے۔ انہیں نے کہا میں بھی قبیلہ ہوں۔ اس کی حمایت میں
پر وہاں ہے لیکن میں اس کے ان کی قیادت کروں گا۔ میری حمایت میں وقت تک ہوگی
جب تک وہ (محمد ﷺ) قبیلہ سے خیر نہیں کرتا۔ اور اگر اس نے محمد ﷺ سے قبیلہ سے خیر
کی تو اسے فرد کر دوں گا۔ میں یہاں تک کہ میں میں بھی محمد ﷺ کے
ساتھ چلا جاؤں اور محمد ﷺ کی حمایت کرتا چلا جاؤں۔

یہاں وہ وقت تک کہ انہیں نے جو حضرت محمد ﷺ کا کام تھا۔ آپ محمد ﷺ کو
کرنے کا بہت پیار کر لیا جس کے اثرات محمد ﷺ کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتے تھے۔
واقعہ ان طرف سے کہ ایک دن یہاں نے قبیلہ ہاشم کے مردوں کو بشمول محمد ﷺ کو
پہنچنے لگا، چنانچہ حضرت محمد ﷺ بھی کھڑے تھے۔ جب سب لوگ پہنچے تو کہہ دیا
گئے تو یہاں آپ محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر کہہ دیں کہ میں تم سے ان سب کی موجودگی میں
میں (میں) کے متعلق تمہارا نظریہ چاہتا ہوں۔ تم کہتے ہو کہ میں نے ان کی حمایت میں

میں نے۔ یہاں تک کہ محمد ﷺ نے اس کے جواب میں سورۃ النور کی آیت ۱۱ کو پڑھا۔ مَا تَجِدُ مِنْ شَيْءٍ
وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَعِظُوا بِمَنْسُورٍ يَفْقَهُنَّ أَنْ تَوَكَّلُوا عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ فِي ذَلِكَ لَعَلَّةً
لَهُمْ سَعْيٌ فَمَنْ جَاءَهُمْ مِنْكُمْ فَسَبِّحْ لَهُمُ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
ہو گئے ہیں۔ اے خداوند! تو ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کو عفو فرما۔
مسلمانوں کے کوئی شرک نہ ہو۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔
کہ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ [توبہ ۱۱۳]

یہ مسلمانوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔
یہاں تک کہ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔
یہاں تک کہ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔

یہاں تک کہ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔
یہاں تک کہ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔
یہاں تک کہ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔

یہاں تک کہ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔
یہاں تک کہ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔
یہاں تک کہ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔ ان کے شرکوں کے لیے عفو فرما۔

دعوت بھی دی جا رہی تھی۔ لیکن آج تک اس نے اہل واک اس مرحلے سے غفلت نہیں کیا تو اور اس محفل میں تو پاکی قبیلے کے تمام اہل واک کو صریحاً جھٹلایا گیا تھا۔

حضرت محمد ﷺ ایک عرب تھے اور اپنی سی سے نامزد۔ پیغمبر ﷺ اسلام اپنے عقیدے اور اہل واک رکھتے تھے۔ جس کی کاپی خاص طریقوں سے لکھی اور پڑھائی جاتی تھی۔ وہ ان قدیم قوم میں سے کسی کا بھی لب و لہجہ برائی عربی کی طرح صرف نہیں تھا۔ عرب جو پندرہ کھانا اعتقادوں اس کا خدا مقرر ہوتا تھا۔ وہ اپنی زبان پر اپنے افکار کے علاوہ کچھ اور نہیں کہتا تھا۔ آج کی دنیا میں صحتیوں کو نامناسب سمجھا جاتا ہے کیوں کہ صدیوں کی تربیت نے میں اس کا عادی کر دیا ہے کہ ہم اپنے ذاتی افسوس کے غبار کے متوجہ ہو کر دوسروں کے جذبات اور عقائد کا خیال نہیں رکھیں اور اللہ کا کچھ اس طرح زبان پر لانیں کہ کسی سے براہ راست نہ کہو۔ یہ اور کوئی مخالفت ناظر نہ لے۔

جب ہم زبان سے یا قلم سے اپنے خیالات بیان کرتے ہیں تو کئی ایک کلمات (جس میں عورت و مرد کے بعض اعضاء بھی شامل ہیں) بہت پر فیس آتے۔ اور بیان میں استعارہ و سہارا دیتے ہیں۔ برعکس اس کے عرب ہادیوں ان کلمات کو نہت پر لڑتے تھے اور قرآن میں بھی دو کلمات ہیں اور ہمیں ہادی عرب قبیلہ کا نام بعض عظام پر رکھتے تھے۔ جو لوگ عربی زبان جانتے ہیں وہ مطلع ہیں کہ گزشتہ دور میں عرب قبائل اپنے نام مرد کے علفائے ہوں کی متابعت سے رکھتے تھے۔

جب محمد ﷺ نے قبیلہ ہاشم کے اہل واک کو مہر کردہ طوطی کا ماحول میں جھلایا تو اہل واک نے جو بھی قبیلہ تھا، مشرین سے مشورہ کیا کہ کیا ہمیں محمد ﷺ کو قبیلے سے طرد کر دیا۔ سب مشرین نے تائید کی اب اہل واک کو یہ حق حاصل ہے کہ محمد ﷺ کو قبیلے سے طرد کر دے کیوں کہ ضابطے کے مطابق اس (محمد ﷺ) نے سب کو تائید و کار و بار کا قائل پیش کیا تھا۔ اہل واک نے کہا، ٹھیک ہے میں اسے قبیلے سے طرد کرتا ہوں۔ مجلس ختم ہو گئی اور لوگ منتشر ہو گئے۔

یہی وہ جو محمد ﷺ کو طرد کیا گیا، وہ تو کل قریش کا قدم تھا نہ خود اس کے اپنے قبیلہ کی ہمت و اہلی وہ اسے قبیلے کی حمایت پر قرار دیتی تھی اور اہل واک میں چنے کے اور وہ چاہت پائی تھی۔ لیکن اس واقعہ خود قبیلہ ہاشم نے کہا کہ محمد ﷺ کو قبیلے سے نکال دیا۔ جس گمراہی برعکس قبیلہ ہاشم نے طرد کر دیا اور کیا اسے محمد ﷺ کی ساری حیثیت تھریں گئی تھی اور جس قبیلے کے قادی تھے اسے طرد کر دیا گیا۔ یہی محمد ﷺ نے ہر ایک قبیلے کے ساتھ ساری کی مخالفت کی، اہل واک و دستور اس کی حمایت نہیں کرتا اور اسے اپنے دائرے سے خارج قرار دیتا ہے۔

۱۱۔ (قبیلے سے خارج ہونے کے بعد محمد ﷺ کی حیثیت ان لوگوں سے بھی زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ انھیں ان میں اشتہار قرار دیا گیا تھا، اس لیے کہ ان کے قبیلے کی حاجت اور فائدہ اٹھانے والوں کے اختیار میں تھی۔ اس کے برعکس نہ جس قبیلے کسی کو قبیلے سے نکالا جاتا تھا وہ اس کا خوش ہر ایک کے لیے مباح ہو جاتا۔ کوئی بھی شخص اسے قتل کر سکتا تھا۔ پھر راج سکتا تھا یا سے پناہ دے گا سکتا تھا، حتیٰ کہ ایک مرد کو زندہ بھی جلا دیا جاتا تھا تو جلا دیا۔ کوئی غلام نہ تھا یا نہ مستوجب سزا تھا۔ کوئی جو جیسی سے ملوڑ ہوتا تھا اس کی ان حیثیت کو کوئی اتھت نہیں دیتی تھی۔

۱۲۔ اسے قبیلوں میں ہلاکت (بہارت) کے شور و شیطا سے جو سلاک روکھا جاتا تھا اور اب بھی جس سلاک کی جھلک نہیں کہیں نظر آتی ہے عرب کے ملوڑ افراد سے بہر حال احتیاط سے بچے کہ شوروں کا معاشرہ اور انکی عقائد تھیں لیکن وہ لوگوں میں مرتے تھے۔ انھیں کام کرنے کی اہلیت ہوتی تھی۔ وہ روزی نکال دیتے تھے۔

۱۳۔ ہاشم نے جو محمد ﷺ کو طرد کیا، حتیٰ کہ ایک آپ ﷺ کا زندہ لوگوں کی گہرست سے صاف کے بیابان جنگ و غیرہ ذی دریا کے سپرد کر دیا تو خود ہونے کے بعد محمد ﷺ بکھر چلا دئے گئے تھے۔

بچے دنوں میں جب بھی زحمتی و جسمانی رنج پہنچتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو روکتی

تھیں اپنی پانچویں قسم، روحانی کام کا دار کرتی تھیں۔ بیچ بوطاب پشت پناہ اور دلہ رانی کیا کرتے تھے لیکن اب تو نہ حضرت خدیجہ تھیں اور نہ ابوالہب۔

غیر مٹھانے خود کو کلی تھا پتا تو وہ ایک بار چار سو سال بعد زندہ ہوئے اور دعائے دعا کی "اے اللہ! مجھے پتی پناہ میں سے لے"۔ اور اس مرتبہ عدوانہ نے نہ صرف آپ ﷺ کو پتی پناہ میں لے لیا بلکہ آپ ﷺ کو اپنے پاس بلا دیا۔ غیر مٹھانے اسلام لائیں سے آسمان کے۔ مسلمان اس ستر کو "معراج" کہتے ہیں۔



معراج کی علمی توضیح کیا ہے؟

پیغمبر ﷺ سارا کے معراج کے وقت پر اپنے گھر پر کا کھار کرنے سے پہلے میں شہر آ کر گھبراہٹ میں مسلمانوں نے جو اس وقت تک کہہ دیا ہے اس کا حوالہ دے کر کہیں

۔ خدا صواب پیش کیا، قرآنی حیدر اللہ، کئی کچھ بکری بکری اور سدا جیک کی کتابوں سے ماخوذ ہے دو لکھتے ہیں کہ معراج کا واقعہ درج ذیل میں پیش آیا۔ رجب قمری سال کا ماقول مبینہ ہے۔ حضرت محمد ﷺ رات کو آسمان پر تشریف لے گئے اور دو رات باج، جب کی مٹا بیویں رات کی۔ مسلمانوں کی روایات کے مطابق محمد ﷺ کے اس آسمانی سفر کے جس کو معراج کہا جاتا ہے، دوسرا مل جھے۔ پیدا مرحد مکہ سے بیت المقدس تک کا سفر اور دوسرا مرحد بیت المقدس سے آسمانوں کا سفر۔

مسلمان نہ کہہ توں اس رات کے کچھ واقعات خود آپ ﷺ کی زبان ہمارے سے اس طرح نقل کرتے ہیں

اس رات میں مکہ میں سو ہوا تھا۔ دیکھا ہوں کہ گھر کی چھت میں شگاف پر گیا ہے اور اس شگاف سے جبریل شریف لائے۔ انھوں نے میرے سینے کو چاک کیا۔ آپ رام زم سے دھویا۔ بعد ازاں ایک مرغی لائے کہ پر رکھت تھی۔ جو کچھ اس میں تھا نکال کر میرے سینے میں رکھا اور چاک بند کر دیا۔ میرے ہاتھ کو چاک کر کہا "خون"۔ اور پھر مجھے برقی پر سوار کیا۔ وہ بجلی کی سی سرعت سے حرکت کرتا تھا۔ جب میں اس پر سوار ہوا تو میری حالت نیم بیداری اور نیم خوابی کی سی تھی۔

جب آپ ﷺ عراق پر سوار ہو گئے تو وہ چل پڑا اور شہر بیرون (الکلیل) میں توقف کیا۔ اسے کہا کہ اگر بیٹم کی قبر وہاں پر ہے۔ آپ ﷺ نے اور بیٹم کی قبر وہاں پر ہے۔

پیغمبر ﷺ اسلام دین کے بعد پھر ساری برقی ہوئے تو وہ چل پڑا اور اس مرتبہ بیت امر میں فیصلہ کر کے تمام قوم کو سنا ہے۔ وہاں بھی دعا گئی اور پھر ساری برقی ہوئے۔ اس دفعہ براق نے بیت المقدس میں جاؤ وقت کیا۔

یہاں حصہ اول مسافرت یعنی مسافرت خدائی کا ذکر ہوا اور حصہ دوم یعنی مسافرت آسمانی مسجد اقصیٰ سے شروع ہوئی۔ (مسجد اقصیٰ بیت مقدس میں واقع ہے)۔

اس نے تم کو کہ محمد ﷺ اس رات "سہل کی طرف سفر شروع کریں، آپ ﷺ نے قبر اسحاق کی چٹان پر چنے پاؤں کا نشان چھوڑا، بالکل ایسے ہی جیسے ابراہیم کے پاؤں کا نشان مقام ابراہیم (مکہ) پر دیکھا ہوا ہے۔

محمد ﷺ براق پر سوار آسمان کی طرف چل دیے اور پہلے آسمان پر پہنچے جو تمام آسمانوں کی نسبت مزید ایک ترین "سہل ہے۔ آسمان اولیٰ پر محمد ﷺ حضرت آدم سے ملے اور مشاہدہ کیا کہ آدم اولیٰ کوئی کے دو گروہوں کے دو حصوں میں جوڑ میں سے آئے ہوئے ہیں۔ ان میں ایک گروہ آدم کے دائیں طرف اور دوسرا گروہ بائیں طرف ہے۔ جو دائی طرف والے تھے ان کا شمار بہشت میں جاے و ان میں ہوتا تھا اور جو بائیں طرف والے تھے وہ جہنم میں جاے والے تھے۔

"آدم" بڑا خرافان تھے جب راست دلوں کو دیکھتے تو قسم قسم فرماتے اور جب دلوں کو دیکھتے تو دے سمجھتے اس لیے کہ آدم قسم قسم فرما کے باپ ہیں۔ ایک باپ کی طرف بچوں کی خوشی پر خوش اور ان کی بد بختی اور بد حالی پر غمزدہ ہوتے۔

حضرت محمد ﷺ آسمان اول سے گزر کر آسمان دوم پر پہنچے۔ وہاں حضرت یسٰی سے ملاقات کے بعد آپ ﷺ نے عیسٰی سے آسمان کی راہ دی۔ وہ آپ ﷺ نے حضرت یسٰی کو موجود پایا۔ آپ ﷺ نے آسمان چہارم میں رہیں اور آسمان پنجم میں ہارون اور آحاب ششم میں حضرت موسٰی کو دیکھا۔ آسمان ہفتم پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت ابراہیم سے ہوئی۔ یہ پندرہ ترین آسمان ہے اور اس سے آگے کسی آسمان کا ذکر نہیں۔

دعوت اور تمام ایک گھر کی دیوار سے لپک لپکاتے بیٹھے تھے۔ یہ گھر فرشتوں کا تھا اور معبود۔ یہ گھر کا نقشہ حاکم کے دو ہونے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

"ہاں بظہر کے بعد ایک منہد ہے شکل اعراب کا نہ کعب یعنی حرم اور حرم کی اجتناب پر مدعا میں کا ذکر ہے۔ وہ ایک درخت ہے کہ اس سے آگے بچھل مطلق واقع ہوا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس درخت کے آگے وضو حاکم کیسی ہے۔

مدعا یعنی یہ خدا سے پہلے "جبریل جناب محمد ﷺ سے گفتگو فرمائی اور کہا میں چاہتا ہوں تمہیں قیود سے طرہ کر دینا کی ہے۔ تم جو حصہ دیکھو اور جان لو کہ تم سے بھی پیغمبر گزرا ہے ہیں جنہوں نے تم سے زیادہ مصائب برداشت کیے ہیں۔ اس میں بعض شخصوں پر بھیجے گئے اور مر گئے۔ پھر بعد مدعا نے آپ ﷺ کے آگے و فراموش کی جاہت گفتگو فرمائی۔ کہا جس طرح موسٰی نے قوم کو کعبہ اور مصر سے ہجرت کی، اسی طرح تم بھی اپنے پیروں کو کعبہ اور مدعا سے ہجرت کرو۔ انہی امر ہے کہ ایسے اقدام کے لیے ارادہ اور شجاعت چاہیے۔ تمہارے وہ وہی نے اور تم میں استقامت مدعا نے کے لیے تمہیں یہاں تک لائے ہیں۔

جب حضرت محمد ﷺ کو زمین پر واپس کی اجازت ملی تو انہیں چار فرمان دیے گئے (آسمان) وہاں فرمان عطا ہوئے تھے) اور انہیں مامور کر دیا کہ ان کی تبلیغ فرمائیں۔ یہ چارہ ان میں حسب ذیل ہیں

۱۔ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف خدا کے واحد کی۔

۲۔ اللہ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کیو۔ نہ انہیں بھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو۔ روزی اور دم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر دعا کیا کرو اور دعا کرنا پر ہم فراموشی طرح انہوں نے رمت و شفقت کے ساتھ مجھے بھیجیں میں پلا تھا۔

۳- رشتہ دار کو اس کا حق و دار مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔

۳- فصولِ خرچہ نہ کرو۔ فصولِ خرچہ کرنے والے لوگ شیعت کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا دشمن ہے۔

۵۔ اگر ان سے (پیشی کا جھنڈہ دیکھ دوں، ٹیکٹیکوں اور مسامروں سے) قصصیں کہتا ہوں تو ان پر کہہ دوں کہ تم بھی اللہ کی اس رحمت کو جس کے تم میری رہنمائی کر رہے ہو تو انھیں رہنمائی دے دو۔

۶۔ نہ تو ہاتھ کریں نہ ہاتھ رکھیں (یعنی نہ روتے نہ نہ سے پاگل بنی کھڑا چھوڑ دو) (فقیر)
 حقیقۂ (سو) کہ حیاتِ زندہ اور جاگزیں کرو چاہے تیرا جسم کے لیے چاہتا ہے
 روتی کشتہ دو کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں سے
 عالی سے خیر ہے اور احمسہ دگر ہوا ہے۔

۴۔ اپنی دوا کو غلام کے غایب سے نقل کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا نقل ایک بہت بڑی غلطی ہے۔

۸۔ لٹاکے قریب نہ چلو۔ وہ بہت برا فصل ہے اور بہت برا ماسٹر۔

۱۔ قتلِ نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص
مقتولہ یا قاتل کی گمراہیوں کے دن کو ہم نے تعاصی کے مطالبہ کا حلقہ طے کیا ہے۔ پس
چاہے کہ وہ قاتل نہیں ہوئے نہ گمراہ۔ اس کی ہدایت کی جائے گی۔

۱۔ عظیم کے دل کے پاس نہ پہنچو مگر حسن طریقہ سے یہاں تک کہ وہ شاک کو پہنچ جائے۔

عہد کی پابندی کرو۔ بے شک عہد کے پارے میں تم کو جو بوجھ دینی ہوگی۔

بچے نے سداوت پر اصرار کر دیا اور تو توٹ ٹھیک تر ازو سے توٹو۔ یہ چھ طریقہ ہے اور لحاظ
انجام بھی بہتر ہے۔

۱۲۔ سی سی جی کے پیچھے نہ لگو جس کا قصہ علم نہ ہو۔ یقیناً کچھ کان اور دل سب کی سی

۴۔ زمین پر اکثر گرنے چلو۔ تم نے زمین کو پھاڑ سکتے ہو، نہ پہاڑوں کی حدود کو پہنچ سکتے ہو۔

حضرت محمد ﷺ نے واقعہ معراج کے بعد نہ قرآن کو کون کا ذکر کیا جس میں انھوں نے
 قرآن میں ایک قصہ ستر ستر میں محمد ﷺ سے کہا کہ میں اس طرح کے قرآن کریم کو کہہ رہا
 ہوں۔ محمد ﷺ نے ان شخص کو بھی دیکھ کر جو صاحب سیف و کلم تھے۔ محمد ﷺ سے قرآن
 کریم کے جملوں اور عاموں کو جو نہ پائے گزشتہ میں اس جہاں سے رخصت ہو چکے
 تھے۔ انہوں نے دیکھا۔ یہ آپ ﷺ کے لیے ایک بہت بڑا موقع تھا کیوں کہ آپ ﷺ نے
 کو کڑک سے دیکھا۔

یہ واقعہ کئی سالوں کے نظریۂ اضافیت (Theory of Relativity) کے اصولوں کے مطابق ہے جو کہ آج کل بہت معروف ہیں اور یہ موضوع کوئی بہت عجیب نہیں رہا ہے۔ یہ اصولوں کے مطابق دو انسانوں کو جس میں سے ایک ساکن اور دوسرا متحرک ہو گا، ایک سال ہو گا۔ تاہم یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ایک شخص گھر سے نکلے گا۔ اس کی سر کے بعد اس آئے گا۔ تاہم گھر کے کوڑا کی زنجیر چلی رہی ہو۔ اس مفروضہ میں حتمیت سے اضافیت زمان (Relativity of Time) پر بہت زیادہ بحث ہو چکی ہے اور اس سے سب متعلق ہیں۔ ہم اس پر کچھ نہیں کہہ سکتے۔

جو مدام مصرح محمد علیؑ کے متعلق دو نظریات کے قائل ہیں۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ
 ان آدم کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے گئے وہاں کے لوگوں کو اس تشریف یہ ہے کہ آپ
 ﷺ روح پروردگار کے آسمان پر گئی۔ اور دوسرے مدام میں کسی نے بھی نہیں کہا کہ
 آپ ﷺ نبی کی حالت میں آسمان پر گئے اور وہاں سے مدورۂ اقصیٰ تک پہنچے۔ دوسرے
 قول یہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں رہتے ہیں

100

چونکہ آپ ﷺ بخیر تھے، یہ سب جو کمزوریات میں سے تھیں۔ مگر یہ کہ آپ ﷺ قادر تھے۔ آپ ﷺ کو یہ قدرت دی گئی کہ کسی جسم کی کئی آسمان پر گھر لٹکائیں، جیسے جائیں حتیٰ کہ ساتویں آسمان سے بھی آگے چلے جائیں۔

دوسرے طرز پر کہتے ہیں کہ گھر ﷺ نے جسم خاکی کے ساتھ یہ سفر نہیں کیا اور ہر یہ لازم بھی نہیں تھا کہ آپ ﷺ جسم کی کئی آسمانوں کو تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ کا یہ راجی سفر تھا۔ آپ ﷺ کی روح نے سفر کیا۔ ساتویں آسمانوں کو دیکھا۔ سورۃ البقرہ میں کئی اور خدوہ و خفائی سے گفتگو کی۔ ان کو اس عقیدے کے مطابق ہم بغیر اس کے کہ وہ جبر ہوں فیض کی حالت میں اس کی جھلک دیکھتے ہیں کہ ان جھلکوں کا ہم سے ہزاروں گلوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں سے باتیں کرتے ہیں عمر وہ ہوتے ہیں۔ ہم خواب میں گفتگو مردوں کوں سے ملاقات نہیں کرتے جو ہمارے سامنے فوت ہوئے ہوں بلکہ ان سے بھی گفتگو ہوتی ہے جو صدیاں پہلے مر چکے ہوتے ہیں۔

ہم یہ جانتے ہوئے کہ ہر چہ ہیں ان مردوں سے گفتگو کرتے ہیں لیکن ہر بھی خبر نہیں ہوتے۔ ہر دلی نظر میں یہ ایک عادی امر ہے۔ خواب میں ہم انہیں مرد نہیں کہتے۔ جب ہم خواب دیکھتے ہیں ہمارا خیال کہ جس شخص کا ہم اپنی اصلی حالت میں بہتر پر پڑ رہتا ہے لیکن ہم ایک چکی طرح اسے کہتے ہیں۔ جہاں چاہیں چاہیں۔ اس حالت میں قدیم قول کے مطابق راج ہون سے جدا ہوجاتی ہے اور ہوا میں جولا جولا کرتی ہے۔ اور ہر شہر والی کو کہتی ہے۔ میرے لوگوں سے جو ہم سے صد ہا سال پہلے مر چکے ہوتے ہیں، وہ اب یہی کرتی ہے اور خوشی محسوس کرتی ہے، اس لیے کہ اس ہوا سے ہم ان لوگوں سے جو ہم سے کئی دوسری مملکتوں میں زندگی بسر کر چکے ہوتے ہیں اور جو ابھی نہایت نہیں سمجھتے اور ہم ان کی زبان نہیں سمجھتے ہوئے گفتگو کرتے ہیں۔ زبان کا نہ ماننا نہیں آتا۔ وہ ہماری زبان سمجھتے ہیں اور ہم ان کی زبان سمجھتے ہیں۔ یہ کہ راج ہون سے غافل نہیں ہوتی بلکہ خواب کی حالت میں ایک کیفیت طاری ہوجاتی ہے کہ تمام جہاں ہماری آنکھوں سے اور ہوجاتے ہیں۔ طویل

فاصلے پر، ہونے ہوجاتے ہیں اور ہم خود کو ایک ایسے شخص محسوس کرتے ہیں جو ہر جگہ کو جاتا اور پہنچتا ہے۔ اور ہر ایک سے ملتا۔

اسات میں ہمیں ایک پتہ پڑی کہ کچھ دنوں کا مشکل ہوتا ہے مگر حالت خواب میں ان دنوں کے دنوں سے پرہیز کر جاتے ہیں۔ چنانچہ اس پر سے گزر جاتے ہیں اور ہماری یہ پرہیز دینی طرح میں سے ہی ایک عادی امر ہوتی ہے جیسے شہر کی ایک سڑک کو عبور کر رہے ہوں۔ حالت خواب میں امور و احوال آسان ہر دلی نظر آتے ہیں۔ ہم حالت خواب میں کسی وقت میں اپنے گھر اور ہزار ہا گلوں اور کئی آسمانوں کو دیکھ سکتے ہیں۔

خواب کی حالت میں ہم دو قسم ہوتے ہیں کہ ہم دوسروں کی زبان سمجھ سکتے ہیں۔ اس کی زبان میں بات دیکھ سکتے ہیں اور گھر حالت خواب میں کسی غیر ملک کو چاہیں تو ہر چیز کو سمجھ سکتے ہیں جیسے وہیں پیدا ہوئے ہوں اور وہیں نشو و نما پائی ہو۔

ہم خواب میں، وقت کار، دوست اور دشمن بھی دیکھتے ہیں اور ان میں سے کسی کو بھی حالت بیداری میں نہیں پہچانتے۔ لیکن جب سو جائیں تو خواب کی شہر کی دنیا میں وہاں سے ہمارا سامنا ہوجاتا ہے۔ ان میں سے بعض ہم سے محبت کرتے ہیں اور کچھ دشت انگیز ہوتے ہیں کہ ہم انہیں دیکھتے ہیں صحیح آئینے میں در خواب سے بیدار ہوجاتے ہیں۔

ان دنوں کی دنیا میں ہم ہمیں حقائق مل جاتے ہیں۔ آتش فشاں کے دھانے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ دھانے سے واپس آتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ اسی طرح خواب میں ہم نقل بھی دیکھتے ہیں مگر ہماری ہاتھ سے نہیں جاتی۔ خواب کی حالت میں وقت و مکان کی پیمائش کی نہیں ہوجاتی ہے۔ ہم خواب کے زمانے میں سمجھتے ہیں کہ کائنات کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

بہت سے شکار کا اتفاق ہوا ہوگا کہ انھوں سے روایات میں رات یا کسی دن خود کو کسی جگہ میں پایا ہوگا۔ اس ملک میں ساہوکار ہر کیے ہوں گے۔ کئی ایک حالات پیش آئے ہوں گے اور ہر واقعہ ایک خوب صورت دھت کے لیے ہوگا اور جیسے ہی وہ بیدار ہوں گے۔

کیا تو ظہریہا پر بحث کی مطلقاً ضرورت نہیں تھی آتی۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ سے قسم خدائی کے ساتھ تہانوں کا ستر کی قدر چاہیے
سول پیہ ادا کا کہ یہ ایک جسم نور کی سی یا اس سے زیادہ رفتار پر سفر کرنے کا تحمل ہو سکتا
ہے؟ ہم طبیعت کہتا ہے کہ وہ کسی پر قادر نہیں ہے کہ سرعت نور کا تحمل ہو سکے مگر یہ کہ
نور میں تبدیل ہو جائے اور نور کی بجائی رہے بھی تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ ہے۔



ایمان لانے والی مخلوق جو ظاہر نہ ہوئی

خبر پہنچا جب معراج سے اہل تشریف نے تو خود کو اسی طرح جنوں میں مگرا ہوا پایا۔
پہلے وہ جسے ہمیں آپ ﷺ کو نقل کرنے کا امتیاز مل چکا تھا اور قصاص کا بھی کوئی خوف نہ تھا۔
اس موقع پر کچھ لوگ قبیلہ بنی نضیر سے برائے حج و عمرہ مکہ آئے اور طائفہ قریش نے اس
قبیلے سے ایک فرد سے محمد ﷺ کے نقل کا سو فیصلہ کیا۔ محمد ﷺ کو اس منصوبہ کا علم ہو گیا اور عمر
خدا کی بھی سبکی تھا کہ مکہ سے نکل چلا۔ آپ ﷺ رات کو مکہ سے نکلے اور طائف کی راہ لی۔
طائف ایک شہر مکہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ ان دنوں دنٹ سے یہ مسافت دور دور
میں طے پاتی تھی اور گر چہ یہ یہ سہ کیا جائے تو ایک دن میں طے ہوا کرتا ہے۔

طائف صبح سمندر سے ایک خزاں فٹ سوسیمٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ اس وجہ سے وہاں پانی
بکثرت تھا اور بارش بھی ہوتی تھی۔ یہ شہر سرسبز و شاداب ہے اور مکہ کے پیر لوگ اس شہر میں
اپنا ایک ایک باغ رکھتے تھے۔

”یہ بھی جب انسان عربستان کے بیابانوں کو حیر کر رہا ہو کہ طائف پہنچتا ہے تو اس کے
بندے باغوں کو دیکھتا اور اس کی غنطی غنطی فضا میں سانس لیتا ہے اور محسوس کرتا
ہے کہ گہری اور دنیا میں آگیا ہے۔“

طائف کے لوگ ثروت مند تھے اور ان کا اصلی مشغلہ سوداگری تھا۔ وہ وہاں پر قرض پر
تراجتہ اور پانی زمینوں کی کاشت کے لیے انھوں نے خام روکے ہوتے تھے۔

طائف کے لوگوں کا رواج یہ تھا کہ وہ مکہ سر کی روٹی کھاتے تھے اور اسی بنا پر انھیں ”روٹی
کھاؤ“ کا ایک مستقل تقار کے طور پر استعمال کی عادت تھی۔

بدلی عرب جن کی غذا انوش کا دودھ تھی اور یہ بھی ہے، جب کسی کوئی کا دودھ پینے سے
تو تھادینے کے لئے اس کا دوشتر کی عمر کیا ہے اور اس نے کون سی گھاس یا جڑی بوٹی کھائی ہے۔

میں سے خود ایک عرب ہادیہ کو آواز دے گا وہ دودھ پی رہا تھا، اس کی دست دریافت یا
تو اس نے انگلی کی تاجیہ یا سوچ پیر کے دودھ شتر کی عمر کا تعین کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ ر
(شتر) نے کس علاقے میں چرا ہے۔ صحر کے مختلف علاقوں میں مختلف گھاس اور جڑی بوٹی
ہوتی ہے اور دوسری جگہوں پر اس کا دوشتر نہیں ہوتا اور عرب ہادیہ مختلف مناطق کی گھاس اور
جڑی بوٹیوں کو خوب پہچانتے ہیں۔ طائف کے لوگ دوست مند ہونے کے باعث اپنا یہ
وقت بہتر اور غم و غم کی تعلیم میں صرف کر سکتے تھے۔ شامی جزیرہ نمبر سے عرب کا دودھ
عربی طائف ہی میں رہتا تھا اور اس کا نام تھا حادث بن کلدہ۔ ایک مشہور مؤرخ ابن
مطاکن لکھتا ہے: اس عصب نے طائف عرب اہل انصاری سے سکھایا تھا۔ ان دونوں عرب امیر بن
معروف تھے اور بڑے بڑے اطباء ان دونوں ایمان میں ہی مگروں تھے۔

شامی جزیرہ نمبر سے عرب کا دودھ قرقر کے عجم کویم کا ہوا اور ستاروں کی حرکات سے مطلع
تھا، وہ بھی طائف ہی میں رہتا تھا اور اس کا نام تھا عمرو بن امیہ۔ طائف عربی زبان کا علاقہ
سے اور اس کے معنی ہیں "دوچ"۔ یہ عربستان کا واحد شہر تھا جس کے ارد گرد حصہ تھا۔
اور اس کی یادگار عربوں نے تعمیر نہیں کی تھی بلکہ یہ ان کے ایک مہندس اور چند معماروں
اس کی تعمیر کی تھی۔

طائف کے ایک شخص نے شامی ایمان کی ایک خدمت بجاوائی۔ شامیوں نے اس سے
پوچھا: تمہیں کیا صلہ دوں؟ اس نے عرض کیا کہ آپ ہمارے لیے ایک مہندس اور چند معمار بھیج
دیں تاکہ وہ ہمارے شہر (دوچ) کے گرد حصہ تعمیر کریں۔ طائف میں جب تک حصہ نہیں
تعمیر ہوا تھا، اس کا نام دوچ تھا۔ حصہ تعمیر ہونے کے بعد اس کا نام طائف ہو گیا۔ شامیوں نے
اس کی درخواست قبول کی اور شہر دوچ کے گرد گرد حصہ بنادیا گیا۔

شیر و غنیمت ایک پتھر یا نیا قحط جس پر بات کا بھروسہ کیا گیا تھا۔ ان عربوں
نے جس سے خواب میں سے کچھ کہہ دیا، نیلے اور اس کے خلاف کے جانے کا "سبت" کا نام
دیا، انہی کو انکی نفس جو اس عقد میں داخل ہوا یا پنا ہے وہ قحط کی کہیں۔ وہ اس کا
تغیب نہیں کیا جاتا تھا۔

عمر ایضاً طائف پہنچنے کے بعد اپنے ایک عزیز کے گھر گئے۔ یہ عزیز عبدالعطلب کا بیٹا
بھائی عبدالجیل تھا۔

ابن فضل (عبدالجیل) نے ان کو گھر لایا، عذریہ لائے ہیں تو ان کی پذیرائی سے
صرف دست کش اور ہلکے اپنے چند غلاموں کو غلام دیا کہ چار دودھ لٹکا پر تنگ پانی کر دے۔
اسے "عمر" تھا کہ گھر لایا، قحط قریش نے ہار دی سے نکال دیا، ہار کیا ہوا ہے۔ عبدالجیل کے
غلاموں سے گھر لایا، ان کا قحط کیا اور اس قدر پھر دے کہ گھر لایا، ایک ہار میں درختوں کی
اٹ سے پیر پر بھرا ہو گئے اور عبدالجیل کے دو بیٹے غلاموں کی نظر سے اوچل ہو گئے۔
نام کی تلاش میں طائف کے گلی کو بچوں میں پھرنے لگے رہے اور حضرت عمرؓ اسی
دن میں دو گئے۔ یہ ہار تنگ نہیں رہنے والے اور انہیں کا قحط اور وہ نہیں چہتے تھے کہ گھر لایا
کہاؤں۔ لیکن جب دیکھا کہ وہ پتھروں کی ضربات سے بکروان و درختوں آلود ہیں
تو انہوں نے آپؐ کو لٹکا کر دیکھا اور اپنے قدم سے جو کہ جیسا تھا کہ ایک کھوکھلا گھر
آپؐ لٹکا کر دودھ کھا لیں۔

ہمارے انگریز نیکل سے خوش تو نہ گھر لایا، کی طرف گیا اور خوش نہ کھا میں۔ آپؐ لٹکا
سہارا سے پہلے مسلمان پڑھی۔ جیسا کہ غلام یا ایمان بنادیا کہ۔ یہ بھی کیا تو جیسا ہے؟
گھر لٹکا سے فرمایا نہیں۔ غلام نے کہا: یہ غلام جو تو زبان پر لایا ہے، یہ تو جیسا لکھا
شروان سے پہلے چڑھتے ہیں اور اگر تمہیں جیسا تو میری کھات دہان پر کیوں لائے ہوں؟
نہ سمجھا سے فرمایا میں مد کا شہر ہوں۔ جس خدا نے مجھے مسوئ کی دودھ دے، شریک
بہائی ہا پر مجھے پھر دے، میں اور چاہے ہیں کہ مجھے قحط کریں۔

علام نے کہا میں خدا سے واحد کی پرستش کرتا ہوں اور عیسائی ہوں۔ پیغمبر سوامی عیسائی عدم (خس کا نام دے گا) میں ملاقات ہوگی اس نے پیغمبر عدم کو لکھا ہے کہ یہ باغ جس میں تم پناہ کر گئے ہو یہ نیکو کے باغ ہیں اس کا نام ہے۔ ایک کا نام ہے اور دوسرے کا نام شید ہے۔ یہ دونوں دوسرے کے فرزند ہیں جو قبیلہ قریش سے ہے۔ میرے آقا حبیب نے مجھے تمہیں انکار نہ کرنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں دو حصوں اس باغ میں غیرے نہیں دے گا۔ نیز میں تمہیں یہ بات اس باغ اور انوکھ ٹھکانے سے اس طرح نکالے گا کہ وہ لوگ جو حصوں کو لے کر آئے ہیں وہ کچھ نہیں لے سکیں گے۔

اس عیسائی نے جیسا کہ تمہاری دعا میں لکھا ہے۔ رات کے وہ پیغمبر اسلام کو لکھا کہ میں نے اس طرح ایک سے باہر نکالنے لگا ہے کہ اس سے مراد خدا اس شہر سے چلا جائے گا کہ یہاں تمہاری جان کو خطرہ ہے۔

محمد ﷺ نے ان ٹھکانے کے بعد نیک کی راہی یعنی پھر اسی شہر کی طرف میں دیے جہاں سے سفر کر کے آپ ﷺ آئے تھے۔ آپ ﷺ کے تمام اعضاء بدن جہروں کی ضربات سے درد کر رہے تھے۔ جھوک کر دینا بھی تھی مگر درد جھوک اور پسینوں کو نظر انداز کر کے مار پٹتے رہے۔

ایک عرب ہادیہ عین کی حسرتی اور روحانی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ وہ اور تکلیف پر صبر کرتا ہے۔ عرب ہر مرد و عورت کے خونگروں کو ان کے لیے گھر ہی نہیں کہ وہ صحر میں زندہ رہا کریں۔ عربی کی مشہور ضرب اٹل ہے کہ اللہ صراح المصحح (میر) کشادگی کی گتھی ہے) یہ مثل عرب کے ہادیہ فیشن پر صدق آتی ہے۔ جب ایک عرب اپنے دائیں و بائیں ہاتھ کی پچھت کر لیتا ہے، اس ضرب اٹل کے مطلب سے چوری طرح آشنا ہوتا ہے اور اس پر کل مشورہ کر دیتا ہے۔

عربستان میں ہزار کے میزبانیوں پر تھے ہیں وہ بھی کبھی تو ایک ایک دوسرے کے لیے بھیجا

کہ جو سے ساتھ ادا دینا سے بچتا رہتا ہے ہیں اور اگر اس مدت میں بھیڑ بکریوں سے دور رہا جائے تو وہ بھوکے ہی رہتے ہیں۔

محمد ﷺ یہاں میں ایک جگہ طس ٹکڑے میں سستانے خیر گئے اور بڑی پر سوز و درد میں پہنچے۔ ان کی حالت شروع کر دی۔ جنوں کا ایک گروہ حالات قرآن سے اس قدر متاثر ہوا کہ محمد ﷺ پر ایمان لے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ قرآن کی سورۃ الاحقاف کی انیسویں آیت میں اس واقعے کا ذکر کیا گیا ہے۔

جی "موت" یا کہ ہم نے ایک گروہ جنوں کا محمد ﷺ کی طرف سوز دیا تاکہ قرآن کو سنیں اور جب وہ محمد ﷺ سے نزدیک پہنچے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے چپ چاپ آرام سے سو۔

مشرق کے یہاں لوگوں میں (جن میں جزیرہ نمبر سے عرب بھی شامل ہے) کی بار تعداد ۱۵۰ ہے۔ اگر دور کے اوقات میں ایک ہی مقام پر سکونت کرتے ہیں، انہیں اس کے ایک دوسرے کو دیکھ سکیں۔ اگر ان کی ٹھکانے کی آواز کاٹوں میں آئے دور و دور کو جھپٹا آگ لگتا ہے۔ ان کے رہنے والے کا قلعے کے کچے۔ ٹھکانوں کو مسافروں کے گروہ ایک دوسرے سے چند میل کے فاصلے پر قائم کرنے کے باوجود ٹھکانے سے ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ محمد ﷺ اس مدت تک صبر کر رہے تھے۔ جب طس ٹکڑے پہنچے غاصی رات گزر چکی تھی۔ اس مقام پر جو دوسرے لوگ تھے ان کو کہہ رہے تھے جیہاں جنوں تھے اور گروہ جاتے تو وہ اس ایسے مسافر کو لکھ دیکھ سکتے تھے جن انھوں نے آؤ زنی اور کام کی خوش حالی سے بہت متاثر ہوئے اور جیسا کہ روایت ہے مسلمان ہو گئے۔

قرآن کی آیات اور روایات سے سمجھیں کہ اس شہر دو لوگ یعنی (جن) جو غریب تھے قافلہ والے تھے یا بین ٹکڑے کے رہنے والے۔ مسلمان یہ ہے کہ وہ لوگ ان تباہی میں محمد ﷺ کو نظر نہیں آئے۔ صرف انھوں نے محمد ﷺ کی صداقت کو کم سے متاثر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

"جن" کا عربی وہاں میں اطلاق ہوتا ہے اس پر جو پوشیدہ اور مستور ہو، نسبی نہ چکے۔ اسی بنا پر جو چھ قسم ہاؤں میں ہوتا ہے اسے "جنس" کہتے ہیں کہ وہ بھی جن میں پوشیدہ اور مستور ہے۔ اس معنی کے علاوہ فقہ "جن" کا عربی رہت میں دوسرا مفہوم ہے "حشمت" یعنی دوسروں سے خوف کھانا۔ اس لحاظ سے اس لفظ (جن) کو "انسان" سے متماثل استعمال کرتے ہیں۔

محمد ﷺ ایک عرب تھے اور ایک عرب کے یہ قبیلہ سے جد زندگی بسر کیا ممکن نہ تھا، جب ان کا اپنا قبیلہ سے مراد کہتا تھا تو اس کے لیے نامگزیر تھا کہ وہ کسی دوسرے قبیلہ میں اپنے لیے جگہ بنا لے۔

عرب بادی نشین، اہل (nom) کی طرح تھا جس دور تھے۔ ہر اہل علم کے لیے جس طرح لازم ہے کہ کسی دوسرے علم سے ادھارت پیدا کرے تاکہ ایک ایک علم تکمیل پائے اور زندگی کو تسلسل بخشنے کی طرح بادی نشین اپنے قبیلے سے تار پاتا ہے۔

عرب ہا یا ایک شہر کی کمی کی طرح ہوتا تھا اور قبیلہ اس کے لیے چھنے کی حیثیت رکھتا تھا۔ شہر کی کمی بغیر چھنے کے زندہ نہیں رہ سکتی اور اگر کچھ مدت سے چھنے سے دور رہنا پڑے تو وہ مر جاتی ہے۔

خداوند نے محمد ﷺ سے فرمایا تھا کہ تم سے ہر چھ چار، لہذا وہ تم سے طائف چلے گئے تاکہ یہ چارہ میں کہ یاد رہاں اور کہتے ہیں یا نہیں؟ لیکن معلوم ہے وہ کہ شہر طائف مسلمانوں کو برداشت نہیں کرے گا لہذا آپ ﷺ کہہ سکتے کہ مسلمانوں کو وہاں سے نکال دے گی کوئی روک تھام نہ کریں۔

ان حالات میں کسی نہ کسی قبیلے سے تعلق پیدا کرنا نامگزیر تھا، لہذا آپ ﷺ نے بیک فکری کو قبیلہ زہرہ کے سردار انیس بن شریق کے پاس بھیجا تاکہ اس سے حق جوار کا خواہش ہو۔ جوار کے تعلق میں ہم عربی عرض کر چکے ہیں۔

میں بن شریق نے جواباً کہہ بھیجا میری یہ خواہش ہے آپ کو حق جو دوسرے لیکن میں اپنے منکر کہ ہے کہ میں قبیلہ قریش کا تھاؤں ہوں لہذا میرے پاس وہ اختیار نہیں ہیں کہ میں راندہ قریش کو چلی جاؤں (جوار) میں سے سکوں۔

یہ بعد آپ ﷺ نے سکین بن عمرو کو پیغام بھیجا اور خود انہی کی کہ وہ اسے اپنے قبیلہ میں توں کرے۔ سکین بن عمرو قبیلہ قریش سے تھا مگر قریش کی اصلی شاخ سے نہیں تھا بلکہ انشا علی شاخ سے شہر ہوتا تھا۔ اس نے بھی محمد ﷺ کو پکارا۔ وہی۔ محمد ﷺ انکے سے ہر بیان میں سادہ ہے۔

یہ۔ جب کا مینہ تھا اور اس موقع پر ان عرب مکہ میں عمرو کے لیے آئے ہوئے تھے۔ عرب میں ان عرب عمر کی کرتے تھے اور عمرو عیسیٰ کو ان کی نسبت راجح امر کر چکا تھا۔

قبل عرب کے محمد ﷺ کے لیے آئے ہوئے تھے۔ محمد ﷺ وہاں سے طائف میں کر رہے تھے کہ میری رات سونہ لیکن کوئی بھی آواز نہ ہوتا۔ بعض نے ان پر مشورہ کیا اس لیے کہ وہ محمد ﷺ کو راجح نہ سمجھتے تھے۔ ویسے بھی یہاں وہ بوسنین اور ابو جہل سے یہ پریشانہ کیا ہوا تھا کہ محمد ﷺ بھولان ہیں، ان کی بات پر کان نہ دھریں۔

محمد ﷺ نے چند روز سے فطنی جو بننے کے بعد سولہویں رکعت قیام سے رجوع کیا۔ اب میں رکعت سے آپ نے رجوع فرمایا وہ اپنے قبیلے کے پانچ افراد کے ساتھ شہر طائف سے (جوار) میں رہ رہے کہ آیا عمرو کہہ نہ آیا ہو تھا۔ اس شخص نے محمد ﷺ کا سفر نہ ڈرنا، بلکہ باقی تاجر سے آپ ﷺ کی بات کو نہ اور جب محمد ﷺ نے بیت قریش کی حلاوت فرمائی تو ان شخص کی فطنی کیفیت تبدیل ہو گئی۔ اس نے باقی پانچ ساتھیوں کو آواز دے کر بلایا اور محمد ﷺ سے ابراہہ چند بات ان کے لیے پڑھیں۔ وہ پانچ افراد بھی اپنے رئیس کی طرح مصطفیٰ اس کے۔ یہ چھ افراد مسلمان ہو گئے اور عمرو کی ایک کے بعد مدینہ (شہر طائف) روانہ ہو گئے۔ چنانچہ آپ ﷺ اسے عرض کی کہ ہم کوشش کریں گے کہ دوسرے لوگ بھی مسلمان ہو جائیں۔

آپ ﷺ کو ننگے سے، ہار رنگی بسر کرتے ہوئے چھدن ہی ہوئے تھے کہ قبیلہ نضیل کا رئیس (پیر قریش قریش کے دس قبائل میں سے ایک تھا) اس پر راض ہوا کہ آپ ﷺ کو پناہ دے۔ اس قبیلہ کی حمایت کے ساتھ ہی آپ ﷺ مکہ میں رہیں آگے در پنے مگر شریف نے گئے۔ اس موقع پر ایک عورت سوزہ کو اپنے گائے میں لائے۔ یہ خاتون عیش سے مراجعت کرتی تھی۔



اسلام میں 'امت' کا مفہوم

محمد ﷺ ہجریہ ایک سال تکہ میں رہے اور اس مشقت کو جو آپ ﷺ پر وارد ہوئی، امت کرتے رہے۔ آپ ﷺ کو موت کا کوئی خوف نہ تھا۔ بدوی عرب اس وقت بھی اور اس میں کہتے ہیں "جب ہمارا اس دنیا میں آقا فرمایا تھا تو ہم سے کسی نے نہیں پوچھا تھا کہ 'خدا' کی یہ خواہش بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہم سے پوچھا جاتا تو شاید ہمارا جواب بھی یہ ہوتا کہ 'ہم تو اس دنیا میں تو مرنے کے خواہش مند ہی نہیں'۔"

جس روز ہمیں لے جانا ہو گا کوئی ہم سے نہیں پوچھے گا کہ آیا تم دنیا سے رہا ہو جانے کے خواہش مند ہو یا نہیں؟ ہماری زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جس وقت وہ چاہتا ہے ہمیں اس دنیا میں بھیج دیتا ہے اور جب وہ ہمیں لوٹا ہے کہ ہمیں یہاں سے لے جانے والا ہے۔ ہمیں یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ ہم اپنی رضا سے اس جہنم میں رہنا چاہیں۔

ہر ایک ایک سرمایہ ہے جو خدا کے لئے لیا گیا ہے اس طرح کہ ہم اس کے منافع سے فائدہ حاصل کرنے کے حقدار ہیں نہ کہ کامل سرمایہ سے، کیوں کہ خود سرمایہ ہم سے متعلق ہی نہیں ہوتا موت کا قسمتی نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ مرگ جاتا ہے، حیات رہتی نہیں ہے۔ اس لیے جب موت کا وقت آجائے تو ہمیں غور و فکر ہونا چاہیے، اس لیے کہ موت سے خوف کھانا موت کی دلدلی نہیں روک سکتا۔

محمد ﷺ بحیثیت ایک عرب کے لیے مقید اور کئے تھے اور موت سے غور و فکر نہ تھے۔ لیکن امت کی جن چیزیں تھیں جن میں تھی، وہ جو مشقت سبب رہے۔ ایک سال بعد یعنی ۶۲ھ میں پیغمبر ﷺ میں عمر کے لیے ایک گروہ پیدا ہوا، ان کا نکتہ یہ تو معلوم ہوا کہ گروہ کے ساتھ جو مسلمان آئے ہیں ان کی تعداد ہزار ہو چکی ہے۔ ان میں سے دس افراد ایک قبیلے اور دوسرے قبیلے سے تھے۔

۱۔ سوزہ کے پہلے شریف نضیل میں مر رہے تھے جو عیش سے نکل رہا تھا کہ فوت ہو گئے تھے۔ (الحداد)

(لغابہ)

یہ صدر میں تو اس حدیث و روایت کا رنگ نام بیعت اہل بیت سے لگا ہوا تھا۔ اس گھٹی میں دو قبیلوں کے لوگوں نے محمد ﷺ سے بیعت اہل بیت کی۔ سے بیعت نہ اس لیے کہ پتا تھا کہ بیعت کیا، صرف اٹھائیس افراد تھے (جس سے بیعت کی گئی ہو) سے واداری کی راہ میں اس طرح نہ کاری کروں گا جس طرح اپنے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لیے ذرا کاری کی تھی۔ اس بارہ افراد کے حلق واداری کے بعد محمد ﷺ نے ان سے فرمایا: "میرے بیعت صرف یہاں سے ہو رہے تو بیعت تمہارے تمام ہوگا اور اگر تم اپنے حلق پر قائم نہ رہے تو یہ وعدہ میرے پاس رکھتے رہے یا نہیں دے گا۔"

۱۰ بارہ افراد اس کے بعد مدینہ چلے گئے اور انھوں نے تو محمد ﷺ نے ایک مسلمان بنانا۔ مصعب بن عمیر ان کے ساتھ بھیجے گا تا کہ وہ مدینہ میں مسلمانوں کو قرآن سکھائے۔ بنی عبد شمس بن ابی ارقم بن ہشام نے مدینہ میں خوش گمان تھے۔ مدینہ آنے کے بعد انھوں نے بہت سے عربوں کو مسلمان کیا۔

مدینہ میں اسلام نے اس طرح پھیل رکتی کہ کہ ۱۲۰۰ مسلمانوں کے خلیفہ تک یہودیوں نے تمام مسلمانان مدینہ مسلمان ہو چکے تھے۔ یہودیوں کو اسلام کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ بنی نضیر نے بھی محمد ﷺ کے مدینہ آنے سے سو وقت پہلے خبر لی۔ یہ ایک سبب بھی تھا کہ ۱۱۰۰ مسلمانوں سے اپنے اختلافات حل کرنا چاہتے تھے۔

محمد ﷺ نے مدینہ کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد خود کو مدینہ ہجرت کیا۔ یہاں وہ کہتے رہے۔ آپ ﷺ کو یہ بھی احساس تھا کہ یہ عیسوی ایک بہت بڑا کام ہوگا۔ اس وقت تک محمد ﷺ نے مدینہ میں تمام مشقتیں برداشت کی تھیں مگر آج تک قریش سے صلہ نہیں ہوئے تھے۔ یہ بھی احساس تھا کہ اگر ایک بار مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو قریش کو یہ قہر سے بیعت کے لیے تیار ہو جائے گی۔ عربی زبان میں اس طرح کے قہر کو "تہذیب" کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کو "تہذیب" کہتے ہیں۔ عربی زبان میں "تہذیب" یعنی قہر یا قہر کہتے ہیں۔ ۱۱۰۰ مسلمانوں نے انھوں سے فرمایا کہ تم آؤ، ہو کہ مجھ سے بیعت نہ کر۔ بیعت نہ کر۔ ہجرت نہ کر۔ عرب میں حلق واداری سے ہجرت تھی۔ جب چند قبیلے ایک قبیلہ سے واداری

ان بارہ افراد نے مکہ پہنچنے کے بعد حضرت (یعنی وہ پہاڑوں کے درمیان گھٹی) میں آپ ﷺ سے ملاقات کی اور مشورہ کیا۔ یہ گھٹی چونکہ اور کئی کے درمیان ہے، سے قدم قدموں میں ایک یہ مقام بھی جاتا تھا جہاں سے انھیں اور حضرت روح کو گزرنا ہوتا تھا۔

کہتے ہیں جب ان پہاڑ پہنچے تو فرزند کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لیے چاہتے تھے یہ بات کر کے کے لیے کہ وہ اہل امت گزروں میں سے ہیں تو شیطان اسی گھٹی میں اسے پاک یا اور چاہا کہ اور تمام کو خدا کی راہ میں قربان کی قربانی سے باز رکھے۔ اور یہاں سے شیطان کو بھڑکانے کے وہ بھڑک چاہے اور اس کا شران سے دور ہو۔ آج بھی جو ملک چاہتے ہیں، جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو وہی کرتے ہیں یعنی چتر دہاتے ہیں۔

یہ مدینہ کے بارہ مسلمان افراد (تاریخ میں) کو مدینہ کے دوسرے مسلمانوں کو مدینہ کا نام دیا گیا ہے۔ جب اس گھٹی میں محمد ﷺ سے ملے تو اطلاع دی کہ سال گزشتہ کی بیعت مسلمانوں کی تعداد دو ہزار ہوئی ہے اور اس افواض کا سبب قرآن کریم ہے۔

اس وقت ن بارہ افراد نے جو گھٹی میں موجود تھے آپ ﷺ کو مدینہ کی سیاسی حالت سے آگاہ کیا اور کہا کہ مدینہ کے قبائل کے درمیان ایک بادشاہ کے انتخاب پر اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ اگرچہ ایک درگزر کرنے مدینہ کے سرکار و افراد میں سے محمد بن ابی کے سرکارناپ یہاں سے اس مقصد کے لیے کہ اس کے لیے اپنے قبیلہ تیار کیا جائے لیکن مدینہ کے قبائل کے مختلف گروہ اس سے متعلق نہیں ہیں۔ اس کے برعکس انھوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ ریشہ اختلاف کے خیال سے یہاں سے ایک بادشاہ کے ایک خلیفہ کو منتخب کریں اور چونکہ محمد ﷺ قریش میں سے ہیں اور ان کا وہ (محمد بن) مدینہ کے نزدیک مدینہ سے اور خود و خلیفہ ہیں، ابی مدینہ اس بات پر آمادہ ہو رہے ہیں کہ آپ ﷺ کو دعوت دیں۔ نیز وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک خلیفہ بادشاہ پر غلبہ رکھتا ہے۔ خلیفہ مسلمان خداوندی سے بھی ہرگز ہوتا ہے۔

محمد ﷺ نے انھوں سے فرمایا کہ تم آؤ، ہو کہ مجھ سے بیعت نہ کر۔ بیعت نہ کر۔ ہجرت نہ کر۔ عرب میں حلق واداری سے ہجرت تھی۔ جب چند قبیلے ایک قبیلہ سے واداری

شعبہ میں مندرجہ ذیل چھپ چکے تھے کہ جس اور قبائل میں رسول خدا کا اثر و رسوخ فوق الاعاد تھا، ہر قبیلہ کے لئے خودمختار وحدت تشکیل دیتا تھا، تو یہ کیسی ایک انقلاب تھا۔ یہ انقلاب انقلاب قرآن سے نہیں زیادہ عظیم تر اور ہرگز نہیں قرآن سے زیادہ عظیم ان کے دین مساوات نہ تھا۔ انہیں ہر قبیلہ کے انفرادیت سے مساوات کے دین مساوات قائم ہوئی۔ اور ہر طرح کی مساوات، جنابانی اور نادانی یا تاریخی فرق ہو کر رہ گئی۔

۶۶۲ میں مسیحیوں کی ایک پارہ ہجر میں مدینہ عہدہ کے لئے نکلے آئے اور محمد ﷺ کے مذکورہ دور میں رات کے وقت حاکمات کی۔

اس موقع پر تہذیب و تمدن کے دو دور افرو کے دو دور جنوں نے سال قبل حلف و قرار دیا تھا، مدینہ کے مسلمانوں کا دوسرا گروہ منحصر افراد (مرد و زن) پر مشتمل اسی گھنٹی میں حاکمات کے لیے مقرر ہو۔ وہیں محمد ﷺ نے چھڑائی ست قرآنی اس کے لیے تلاوت کی اور بعد ازاں سنے سنے تلاوت کی۔ انہوں نے (مشرقیوں میں گزشتہ کی طرح) درخواست کی کہ ان سے بھی حلف و قرار دیا جائے (بیعت شدہ) نہیں، لیکن ان سنے سنے تو گویا نے بھی حلف و قرار دیا تھا۔

حلف کے بعد محمد ﷺ نے فرمایا آپ انہوں نے مجھ سے بیعت کی ہے کہ جب بھی میں مدینہ میں ہوں گا تو آپ لوگ میری طرح دفاع کریں گے جس طرح اپنے بیوی بچوں کا۔ یہ سنا۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حالات پیش آئیں اور ہم مجبوراً آپ جائیں کہ ہمیں اسلام کی پیش رفت کے لیے جنگ کرنی پڑے۔ یہ تو تم آج ہو کہ خدا کی راہ میں جنگ کرو اور آج ہو کہ مجھ سے بیعت کر رہا؟

بیعت حرب اور بیعت اشما میں ایک فرق ہے۔ بیعت اشما ایک دفاعی معاہدہ جب کہ بیعت حرب ایک جارحانہ بیعت ہے۔ بیعت اشما اس مفروضہ یا شرط پر مبنی ہوتی کہ وہ شخص جس کا دفاع مقصود ہے وہ لڑائی میں نہیں جائے گا اور اگر وہ ضرور دھمکے اور پاتا تو بیعت اشما کے لئے اسے اپنی تمام قوت سے اس شخص سے دفاع کی کوشش کرتے۔

محمد ﷺ نے مدینہ کے مسلمانوں کو کھانڈ کر بعض حالات میں یہ ممکن ہے کہ ہمیں مجبوراً

کوئی شخص قتل نہ کرے اور دیکھیں کہ اپنے قیدیہ حاکم سے قتل کرے۔ یہ معاہدہ دوسرے لحاظ اعتبار اور غلط فہمی میں استعمال ہوتی تو لوگوں نے اس کے معنی تو سیدھا نہ کیے۔ دراصل یہ نہیں ہے۔

محمد ﷺ سمجھتے تھے کہ خدا سے ان کی مدینہ کو ہجرت یعنی قلعہ روہب کے نتیجہ میں جو اثرات مرتب ہوں گے اس سے اہل عرب میں ایک جدید جمیت وجود پکڑے گی جو کنگی طور پر قدیم یا موجودہ جمیتوں سے مختلف ہوگی۔ اس نئی جمیت میں حسب و نسب اور ثروت اور نسلی اعتبار وجہ تفریق نہیں بلکہ گورے اور کالے، فنی اور غیر فنی، اور غلامی سب برابر ہوں گے۔ اس اجتماع کو "امت" کہا گیا۔

اس نئی جمیت میں امت کا بھی "خدا" ہے جو ہمیشہ رہے گا ہے، اس لیے خدا کی ریاست ہو گئی ہے۔ اس امت میں خدا کا تمامہ اختیار ہے۔

نئی جمیت (امت) کے تمام افراد خدا کے سامنے یک دوسرے کے عقیدہ میں مساوی ہیں، حتیٰ کہ نہ انفرادی تفاوت نہیں ہے اور سب مساوی حقوق سے بہرہ ور ہیں۔

امت ایک قبیلے کے شکل نہیں ہے بلکہ ہر حسب و نسب و ہزاروں کا خون دوسرے افراد بشر سے جدا ہو۔ جو چیز امت کو دوسرے افراد بشر سے جدا کرتی ہے وہ سماوی قانون ہے، یعنی قانون شریعت۔

امت اور دوسرے افراد بشر کے درمیان ایک دیوار ہے اور وہ قانون شریعت کی دیوار ہے لیکن یہ دیوار کسی کے لیے ناقابل عبور نہیں ہے چاہے وہ شخص کسی بھی قسم، قوم، قبیلہ، طائفہ کا کیوں نہ ہو۔ سب لوگ اس امت کا جزو ہو سکتے ہیں، لفظ خداوندی کی ریاست کو قبول کر لیں یعنی مسلمان ہو جائیں۔

خدا کی ریاست کو قبول کرنے کے بعد وہ فرد فوری طور پر امت کا جزو ہو جاتا ہے اور یا ایک سماوی معاشرے کے افراد کے مساوی ہو جاتا ہے۔ اگر ہم اس انقلاب کا معاہدہ جس موقع پر محمد ﷺ عربستان میں آنا چاہے تھے اس لحاظ سے کریں کہ اہل عرب کے مسلمان

سورۃ حمرہ کی جو عین آیت جو کہ یہ میں تاروں کی کا مضمون صوبہ دہلی ہے

”وَوَافُونَ لِمَنْ قَمَ كَيْفَ مَرَا (آدم) اور ایک صورت (خ) سے پتہ کیا۔ تاروں کے ساتھ سے تم تک دوسرے سے برابر اور کوئی جان نہیں۔ پاپ اور نام نہاں سے ایک ہی ہیں۔ بعد میں کہی کہ خدا اور وہ ہوگی ہم کو قیوں اور مردوں کی نقل میں تقسیم کرنا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو اور اپنی حقیقت آئیں و حشر کی وجہ سے پوری کر سکو۔ تم میں سے خداوند کے نزدیک برگزیدہ شخص وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

۱۰۔ شخص جو عربی زبان پر ضرور رکھتا ہے، لکھتا ہے کہ یہ کہ تکسیر نوع بشر اور ان کی چیزوں میں اس کے نہیں کی گئی کہ بعض دوسروں پر اپنی نوبت کا تہہ کر کے اور ان کا عیب بن کر بلکہ یہ تقسیم اس لیے کی گئی ہے کہ حقیقت ہم حشر قائم کرے۔ حکم خداوندی اس آیت میں مذکور ہے مجازی مٹی رکھتا ہے اور اس سے عامی شہادتیں مقصود نہیں بلکہ ساری دوسروں کے عمل اسوں کو ایک سے تاکہ ہم دیکھ کر حق بات پوری کر سکیں۔

۱۱۔ لفظانے بارہ دوسرا کھنڈ ہے کہ یہ عربستان میں ایک بڑے پیرا گم کا بندہ تھے اور انہیں شش کرنی چاہیے کہ اس پروگرام پر عمل کرے اپنے اندر لیاقت و صحت پیدا کریں۔ ان تک محمد ﷺ کو اختیار تھے لیکن سن دن کے بعد انہیں مقام رسالت کے عہدہ پر مقرر کیا گیا۔ یہاں وہی (نجات) کا بھی درجہ حاصل ہوا۔ یہی دہشت قرآن میں محمد ﷺ سے فرمایا کہ سوئی کی رومہ دہی سے سب سے سوئی ایک لائق نامور (قائد) تھا۔

۱۲۔ جہاں دلوں میں اللہ ﷺ کے عہد سے آئے ہوئے مسلمانوں سے بیعت ہوئی۔ ان کا دھوکہ نہیں ہے۔ اس جگہ پر ایک مسجد بنا دی گئی ہے۔

چرا جنگ کرنا پڑے اور اس کا سے بیعت العرب کا ملاب کیا گیا ہے۔ بیعت العرب علیہ کی وسعت کے ساتھ سے بیعت انصاری بڑی بیعت تھی۔ دہلی جب کسی دوسرے سے بیعت العرب کرنا تو پھر اسے چار سو دھانوں جنگوں میں شریک ہونا پڑا۔ عہد کے مسلمان بیعت عرب پر رض مند ہو گئے یعنی آپ ﷺ سے عہد نہ وہی کیوں پانچ سے تیار ہو گئے۔ لیکن کل نہ بیعت العرب انہوں نے اس خدا کا اظہار کیا کہ جب آپ ﷺ قاتل ہو جائیں گے تو ہمیں چار سو دھانیں آجائیں گے۔

۱۳۔ وجہ سے محمد ﷺ نے بھی ان کے لیے وفاداری کا حلف لیا اور فرمایا ”اے عہد کے مسلمان محمد، خون میرا خون ہے اور میرا خون محمد راخ۔“ میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہوں۔ جو کوئی بھی تم سے جنگ کرے میں اس سے جنگ کروں گا اور جس شخص سے تم خدا کی راہ میں جنگ کر گئے میں بھی اس سے لڑ رہا ہوں گا۔“

۱۴۔ یہ سن کر بہتر مردوں نے بیعت عرب کی (دوسریں اس کے عہد وہ جسیں جب کہ کل موجود افری کہ خدا کا مقرر کیا اور محمد ﷺ نے اسے لکھ کر افرا کے لیے اور دیکھ منتخب کیے۔

محمد ﷺ نے ان دواہ فرما دے کہ تم میرے ناصح ہو۔ عہد مرا بیعت کرنے کے بعد اسلام خداوندی مسلمانوں کو لکھ دیا اور ان کے کو کہ مسلمانوں کے روایتیں تم کا اختیار نہیں ہے۔ خداوند نے اس روایت فرمایا ہے ﴿إِنَّ السُّلُوفَ لَخَيْرُكُمْ خُوفًا مَّا ضَلُّوا عَنْ بَيْنِ أَخْلَافِهِمْ﴾ [انجرات ۳۹] ”یعنی مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اگر کوئی نوازع پیدا ہو تو دوسرے بھائی ان کی مدد کریں گے۔“

سورۃ حمرہ میں مذکور نازل ہوئی، اس لیے محمد ﷺ اس آیت کو اس موقع پر پیش پڑھا سکتے تھے۔ لیکن یہ کہ پا سکتا ہے کہ اس آیت کا مضمون پڑھا نہ خود آیت۔

محمد ﷺ نے یہ آیت پڑھی ہو یا اس کا مضمون، یہ حقیقت ہے کہ آپ ﷺ جب عہد کی طرف ہجرت کے لیے آئے اور انہوں نے توہر طرح کا قبضہ دیا خداوندی رخصت کر دیا یہی طرح

قریش میں دیے تھے اور چونکہ انھیں احساس تھا کہ قریش قریش کا نائب کریں گے اس لیے وہ اپنی راہ کو بدل بدل کر سڑ کر رہے تھے۔

مسلمانانِ ہند کے تھے پہلے جانے کے عزم و نیت اور بعد ازاں قریش کو مل ہو گیا کہ یہ سب اور ہند کے مسلمانوں کے درمیان معاہدہ حرب ملے پانچا ہے۔ پس انھوں نے ارادہ کیا کہ ہند کے مسلمانوں کے اس گروہ کو راہیں پکڑ لائیں۔

کاروانِ گندے میں ایک راہ کو غاصباً روڑوں میں ملے کرتے تھے لیکن سفید شہر اس راہ کی راہ تھی اور عین راست میں ملے کرتے تھے قریش کے کچھ لوگوں نے سفید شہر میں ایک سارو ہوئے اور انھیں یہاں گندے کے مسلمانوں کو ہند پہنچنے سے پہلے ہی پکڑ کر رہیں سے لیں۔ گندے کے مسلمانوں کو گروہ چھوڑ دیا کہ وہ کدوں میں کر سڑ کر رہا تھا قریش کے سربراہانِ سفیر ساروں کو کٹا کر نہ کر سکے۔ اس گروہ کے جانے ہند کے ایک بازرگ کو پکڑا گیا جو مسلمانوں کے کاروان کا ایک حصہ تھا اور اس کو راہیں مل گئے آئے۔

دنِ تاجر سے پریش کی گئی تو اس نے کہا میں ہند کے کاروان کے ساتھ قحط کر میں۔ کاروان کے کسی فرد سے مجھ کو ملنے سے طاقت پانچ کر کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔ مٹی ناخرتہ کر رہا تھا۔ کاروان دوسروں سے راہ چھوڑنے سے رکھ اور راہیں نہ پانچا تھا۔

تاجر مذکور صرف خلیل اور ایک معزز قیدی کا فرد تھا۔ قریش اس کو اذیت دیتے تو اس کے لیے کو پانچا نہیں دیتے۔

اور تاجر مذکور میں بھی پانچ کر رہا تھا دوست رکھتا تھا۔ لہذا ہجرت قریش نے اسے رہا کر دیا۔ اس وقت میں ہند کے گندے میں مسلمانوں سے معاہدات حاصل کریں اور معلوم کریں کہ گندے میں کاروان کے درمیان کیا قرار دیا ہوئی ہے۔ ممکن ہے آپ پانچیں کہ قریش گندے میں گندے کو کیوں نہیں پکڑتے تھے وہاں سے کیوں تحقیق نہیں کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ گندے میں ایک شخص قیدی کے تحت حمایت تھے (جس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے) معاہدات قریش اس میں نظر میں آپ ملنے پانچ نہیں ڈال سکتی تھی کہ تاجر

ہجرت: تاریخ اسلام کا ایک فیصلہ کن واقعہ

بیت الحرب ۱۰ رجب ۶۲۲ میں عیسوی میں انجام پائی۔ ازاں بعد دو اصطلاحیں عربی زبان میں اور باخصوص مسلمانوں میں رواج پذیر ہوئیں۔ ایک انصار اور دوسرے مہاجر۔ انصار سے مراد ہند کے مسلمان تھے جنھوں نے ۱۰ رجب ۶۲۲ء میں گندے سے ہجرت کی اور مہاجرین سے مراد گندے کے مسلمان تھے جنھوں نے گندے کے حکم کے مطابق قریش کے آزار سے رہائی پانے کے لیے ہند کی راہ لی۔

اسلام کے تاریخ دانوں کے مطابق کوئی ایک بھی نہ دوسری سے دوسرے پر برتری نہ رکھتا تھا۔ غیر انصار اور مہاجرین دونوں نے اسلام کی راہ میں بہت رنج اٹھائے۔

اصطلاح "انصار" کا علاقہ عازمیں ان لوگوں تک محدود تھا جنھوں نے ۱۰ رجب ۶۲۲ء میں گندے سے ہجرت کی لیکن انھوں نے ہند میں رہنے والے تمام مسلمانوں پر اس کا اطلاق ہوا۔

بیت الحرب جو ۱۰ رجب ۶۲۲ عیسوی میں انجام پائی تھی۔ لیکن قریش کو کسی طور خبر ہو گئی کہ گندے اور ہند سے آنے والے گروہ کے درمیان مذاکرات ہوئے ہیں اور معاہدہ قرار پا گیا ہے۔ اس خبر کی تصدیق کے لیے وہ ۱۰ رجب کو ان کے کیمپ میں آئے اور ان سے پرسش کی کہ تم نے کس موقع پر اور کس جگہ گندے سے مذاکرات کی اور تم سے اس سے کیا کہا اور اس سے کیا سنا؟

ہند کے ذرائع جو ابھی تک بہت پرست تھے اور جن کی رپارٹ کے لیے گندے سے تھے ان مذاکرات کی کوئی خبر نہ رکھتے تھے اور یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ میں کوئی علم نہیں۔

نیز وہ ۱۰ مسلمان جنھوں نے گندے سے مذاکرات و بیعت کی تھی مقدم ہند کی

پہنچا کر آپ کو بتایا کہ چھ بھائیوں کے ساتھ ساتھ ان کے والد سے کیا معاہدہ طے پا رہا ہے؟

جب یہ ۷۵ افراد دینے پہنچے، محمد ﷺ نے مکہ کے مسلمانوں کو قسم دیا کہ مکہ سے نکل جائیں اور دینے پہنچیں اور انصار کے گھروں میں قیام کریں۔

نکد کے مسلمان چھوٹے چھوٹے رہتے تھے اور ان کی راہ پرکرت اور بہت زیادہ احتیاط رہتے کہ قریش کو ہجرت کا علم نہ ہوئے۔ لیکن نکد میں جہاں ہر شخص ایک دوسرے کو پہچانتا تھا (ان بھی کرستان کے شعروں تھے) کو نکد وچوڑ کے لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں) چند لوگوں کا چلنے یا قریش کو راستہ دیکھنے کا بیڑہ نہ رہا۔ نہایت قریش بھی کہی کہ مسلمان چار سو ہیں، واللہ انھوں نے ان کی راہ روکنے کا فیصلہ کیا۔

تین مسلمانوں نے جن میں سے ایک عیاش بن ابی ریحہ اور دوسرا بھائی بنام قاسم بن اویسؓ کہ عالمی کے فرزند تھے، انہوں نے کھانسی کی آفت کا دور کیا۔ جس رات انہوں نے عالمی سے ملنا تھا، انہیں عالمی گم ہو گیا۔

[illegible]

قریش کے جاسوس جب مدینہ میں داخل ہوئے تو عاصمہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تیری ماں تمہیں بسترِ مرگ پر چڑی ہے اور اگر تم چینی ماں سے ملنا چاہتی ہو تو اصرار ہمارے ساتھ نہ

۱۔ مصنف نے جو اس کتاب میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ صرف اس کے لیے ہیں اور ان سے کوئی دوسرا شخص ذمہ دار نہیں ہے۔

پلوں کو بہت جلد کھجور چارہ سے اُٹیں۔

ماہنامے غمگوں کیا کہ یہ جھوٹ کہہ رہے ہیں لیکن چونکہ ان کے سپ بونے کا بھی انتہائی قدرہ ہے۔ ان جہاں سے کہ شہرہ املاہ کو موت سے پہلے بھارت دیکھ سکیں ان کے ساتھ چل رہی ہے۔ چلتی ہے مگر زخمیں پہنا کر حواشی چھڑا دی گئی۔

۱۔ شہنشاہ عالم اور عائشہ کی یہ خوش بختی تھی کہ ان دنوں گرمی کا موسم ختم ہو چکا تھا اور
۲۔ میں وہ حدت نہ تھی ورنہ یہ دنوں آفتاب کی گرمی سے مر گئے ہوتے۔

جب ان ایٹم کے پکڑے جانے اور پارہہ بننے کے لئے ان کی خیرہ پھینکی تو کچھ اصرار رہا
 یہ کہ وہ پھر سو رہو کہ تمہارے بچے۔ تو رات ان ایٹم کی رنجش کی کھٹکھٹ، شہر پر سارے
 راتوں میں یہ کی راتوں۔ شہر اور کائنات میں کافور بن کر رہ گئے تھے۔

یہ نوات مند مسلمان (عوتقیؑ) نے مکہ سے ہجرت کی۔ جب قریش کو اس کی ہجرت کا علم ہوا تو اس کے بہت بڑے گھر پر ہوسٹیاں ڈالنے پھرتے رہے۔

[illegible]

صحبہ نے اپنے قدامتوں سے صرف نظریہ درجہ کی راہوں۔ اسی وقت کی بنا پر قرآن سے سورۃ البقرہ (آیت ۲۵۵) میں اسے (صحبہ کا نام لے کر) مشائخ قرار دینے کا حکم صادر کیا۔ اسی وقت کے بعد ان کی تصدیق کی ہے کہ اس آیت میں مراد صحبہ کا مکمل ہی ہے۔ آیت میں اس طرح قرار دیا گیا ہے

"تکے ہم جہنم میں ایسے افراد بھی ہیں جنہوں نے خداوند کی رضا کے حصول کے لیے مال دنیا کو چھوڑ دیا۔ یہ بندگان پر کم بہت مہربان ہے۔" [۲ بقرہ ۱۷۷] قریش مصیبہ کے اس عمل پر بہت متعجب ہوئے کیوں کہ ان کا ذہن کسی طور پر توڑ کر نہ توڑ سکتا تھا کہ ایک "دیوانہ" یا دیوانہ سے صرف اس لیے صرف نظر کر جائے کہ ان سے وفادار رہے۔ قریش تک کے لیے جائداد اور زندگی سے زیادہ کوئی چیز بہت نہیں سمجھتی تھی کیوں کہ ان کی تو زندگی ہی سبھی تھی کہ دوست پیدا کریں اور بچی جان و ثروت میں مصروف کریں۔ جماعت قریش سے مصیبہ کو روک نہ سکا، اس لیے کہ ان کے خیال میں وہ بیکار انسان دینا، شہنشاہ بن گیا اور ان کے لیے دولت سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔

لیکن مصیبہ کے بعد کی ایک اور سب سے سببوں نے گھروں کو چھوڑ دیا اور عازم مدینہ ہو گیا۔ جب کہ انھیں یقین تھا کہ ان کے جانے کے بعد قریش ان کے گھر واپس پر قابض ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کی تک سے ہجرت نے یہ غرور بکھڑا کر قریش نے کہا یہ مشکل روایہ ہے کہ اس میں سید "یہ ہو۔" چنانچہ ان دنوں سے ہر گھر میں کہیں کو پرانگہ کرنا چلا جانے اور کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لانا۔

اس صورت حال کے پیش نظر قریش نے کچھ نہ کچھ کر گزرنے کا ارادہ کیا اور محمد بن عبد اللہ کی طرف سے نصرت حاصل کرنے سے انکار کیا۔ جبکہ اگر کو چکا سے جماعت قریش کی قیادت پر مشتمل تھی اور اس قبیلے کی زندگی میں رنگی سر کرتے تھے۔ مکہ میں وقت دو سو تین سو کلومیٹر پر پھیل رہا تھا۔ وہ سب کی حد تھیں۔ روایت میں ہے کہ اس وقت مریخ کو بیڑا علاقہ کو اپنا بیڑا نے کعب کے لیے منتخب کیا تھا۔ حدود کی شکایت کی ہوئی تھی (دو سو تین سو) اس وقت انھیں اس کیوں کیوں نہیں تھا۔ میں نے سکول کے لیے اس جگہ کو دیکھ لیا تھا۔

قریش کے اس قیام میں سے ہر ایک مکہ کے جنسوں سے تھا تھا۔ اس کے علاوہ ہر قبیلہ مکہ سے باہر چڑھی علاقہ میں ایک ایک شعبہ رکھتا تھا جہاں بیرونی لوگ اور قبیلے

خارجہ کی سرکرت تھے۔ ہر قبیلے میں ارکان قبیلہ کے علاوہ جن قبیلے اور ہوتے تھے جو "مسلو" کہتے اس کی "مسلو" ہوتی ہے، ارکان قبیلہ کے بیرونیوں پر اس کا حلاق ہوتا تھا۔ اصلی بھائیوں پر نہیں، "رفقاء" یا بیرونیوں پر۔ اس سے کہ قریش میں رواج تھا کہ ان کی عمر میں اپنے چچا کو اور انھیں چچا کرتی تھیں۔ بچوں کو بے پردہ کیا جاتا تھا۔ اور اگر اس وقت دایہ کا بچہ پیدا ہوتا تو وہ بچہ قریش کا عازم مدینہ بن جاتا تھا۔ دو سو دو سو بیٹوں میں شمار ہوتا تھا۔ عیال وہ شخص ہوتا تھا جو بیرونی ہو سکتا تھیں ان سے زیادہ کوئی ہو سکتا تھا۔ عیال میں زندگی کر سکتے کا خواہش مند ہو۔ سو دو سو سو کو "چچا" کا نام دیا گیا تھا۔ یہ وہ لوگ ہوتے جو قبیلے کی پناہ میں آکر غرضی طور پر قبیلے کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

یہ نکاحی برائے قبیلوں کے جڑ تھے لیکن یہ سب اور تمام اور کثیر میں شعبہ میں رکھے جاتے تھے۔ قبیلے میں ان کی پڑھائی نہیں کی جاتی تھی۔ برکان (غلام) ان تین طبقوں کے علاوہ تھے۔ انھیں اس قابل نہیں سمجھا جاتا تھا کہ وہ باہر جاتے طبقوں کا جز بنائے جائیں کیوں کہ قریش ملازمین کو گھر کے سامان یا جانوری حیثیت سے دیکھتے تھے۔

- قبیلہ بنی ایک مجلس مشاورت تشکیل دیتا تھا جسے ناڈی کہا جاتا تھا اور ہر تمام اس قبیلوں کی یہ مجلس شوریٰ ہوتی تھی "دار الندوہ" کہا جاتا تھا۔

دار الندوہ میں صرف محمد بن عبد اللہ کی شرکت کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ قبائل قریش کا ہر دو فرس کی عمر سال سے چھوڑا کر باقی ہر شریک ہو سکتا تھا لیکن اہلبیہ اس شرط سے مستثنیٰ تھا۔ اس مجلس سرگرمی سے چھپنے کی ذرا اندوہ کے اجلاس میں شرکت کیا کرتا تھا، اس لیے کہ وہ ایک ہوش مند اور با استعداد آدمی تھا اور جماعت قریش کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ شرکت سے آگے نہ بڑھے کہ اس کی استعداد سے مستفید ہو سکیں۔ مجلس شوریٰ (دار الندوہ) کے اجلاس ایک بہت سے سال میں ہوا کرتے تھے اور سبکی ہال یا بیرونی کے موقعوں پر بھی استعمال ہوتا تھا۔

یہاں شادی کے موقع پر قریش کی مومن بہنیں دیارِ مکہ کی کچھ عورتوں کے ساتھ آکر جہت
سے پہنے ہوئے تھے اس بڑے ہال میں آئیں۔ جن عورتوں کے پاس زینت نہیں ہوتی
تھے وہ غریب پر کر جہیزوں سے کرپا پر حاصل کرتیں۔ غریبوں میں جوہری سدان آرائش کر یہ نا
میا کرتے تھے۔ یہ بحث بہر حال آگے نہ گئی کہ شہر کہاں سے اور وہاں کیا وقت قریش کا تھا
جب قریش کو فخر دامن گیر ہوئی کہ مسوس کی ہجرت نے ایک خدا ناک صورت اختیار
کر لی ہے تو انھوں نے دارالندو کا حاکم بنایا تاکہ کوئی پردہ جوئی کریں۔ پہلے یہ تجربہ ہوا
کہ محمد ﷺ کو بھی "اندھ" اور "افشہ" کی حرمت پر پرہیز کریں اور عوام میں "موجز" نہیں۔ لیکن مشکل یہ
تھی کہ حدیث کے مسوس کو کسی وقت کا علم ہو جائے گا اور وہ "اندھ" اور "افشہ" کی طرف
محمد ﷺ کو "تار" کر کے حملہ ادا نہ کریں گے۔ پھر تجویز ہوئی کہ محمد ﷺ کو کھٹے سے لٹا دیا
لیکن اس میں بھی خطرہ تھا۔ اگر محمد ﷺ کو کھٹے سے لٹا دیا تو حال وہ یہ رہا جاتے اور وہاں
ایک لشکر تیار کر کے کھٹے پر حملہ آور ہوتے اور مکہ کو فتح کرنے کی کوشش کرتے۔

یہاں پر وہ سب اس نتیجے پر پہنچے کہ محمد ﷺ کو قتل کیے بغیر اس خطرہ سے نہیں بچا جاسکتا۔
یعنی وہی فیصلہ جو پہلا کیا گیا تھا لیکن اس بار عمل نہ ہوا اور بدقت اس کا جرح نہ کیا جاسکا۔

حربستان میں ایک آدمی کا قتل نہ مذہبی نقطہ نظر سے مذہم تھا نہ اخلاقی عام تھا۔ اس
میں لفظ ہادی نقصان کا اہتمام ہوتا تھا۔ سنن کا قتل اسلام کے بعد ہی مذہم تصور ہو گیا۔
اور ظہر مذہبی اور اخلاقی مذہم سمجھا جاتا ہے۔

حرب چمکا ایک فرد کو مار دینی سمجھتے تھے اس لیے جب ایک آدمی قتل ہوتا تو قاتل اس کے نسب
کے بدلے نقد قرض یا شتر یا بھیڑ میں دے دیتا اور یہی مذہم ہوتا تھا۔ چونکہ یہاں کی شرع چھوٹ
اور بڑے انھماں اور اسی طرف چھوٹے اور بڑے قبیلے کے انھماں کے لیے لکھ ہوتی
محمد ﷺ کا قتل قریش کے لیے کوئی مشکل یہ نہیں کرتا تھا لیکن خطرہ صرف یہ تھا
کہ انھماں کی وفات کے بعد اس کا جائز نہیں (جو بھی قبیلہ یا شتر منتخب ہوتا) کہیں مطالب
خون بہا نہ کر دے۔

جیسا کہ ذکر ہوا چکا ہے پہلیس نے محمد ﷺ کو قتل ہاشم سے ملو کر دیا تھا۔ یعنی آپ
ﷺ کو قتل کر دیا تھا۔ اگر بدعت قریش محمد ﷺ کو قتل کر دیتی تو خوب بدنام نہیں تھا لیکن اب
اس کے بعد محمد ﷺ ایک مقدس فرد کے روبرو جیتے تھے۔ جس تک وہ شخص حیات
میں نہ رہتا تو قریش آپ ﷺ کو قتل نہیں کر سکتے تھے۔

اس شخص نے محمد ﷺ کو اپنی حیات میں رکھ لیا تھا وہ قریش سے متعلق آدمی تھا کہ اس
محمد ﷺ کی حیات نہیں کر سکا۔ یہ وقت تھا کہ قبیلہ شری (دار اندھ) نے محمد ﷺ کے قتل کا
تعلیق (دور کریں) مشق میں بدنام کرنا اور اس سے بھلے بھلے کے مطالبہ کی صورت کے
مذہم سے پہلے سے پہلے چاہا کہ محمد ﷺ کے قتل میں تمام قبائل کو حصہ لیں اور انھیں قبیلہ
ہاشم پر بھی شرکت کرے۔ مقصود یہ تھا کہ جب سب قبیلوں کے ساتھ یہاں بھی شرکت
ہو گی تو "اندھ" کے لیے کوئی طاقت خون بہا کا مطالبہ نہیں کر سکتے گی۔

یہ حسب سب اچھے (ہوئے کی صورت میں) یہ اندھ سر کریں گے تو قاتل کا تعین کرنا
مشکل ہو گا اور اس کی نکلان دہی نہ ہو سکے گی اور اگر غرض یہ ہو گی کہ قاتل کو کسی فرد نے نشانہ بن کر بھی
قتل کر کے ہے تو قبائل کی حدود وقت کا سامنا کرنا ہی ہوگا۔ تعلیق فیصلہ ہو جائے
محمد ﷺ کے قتل میں شرکت کے لیے قبیلوں کے لڑا کھانوں کے ہاتھوں کا عدالت کیا گیا۔ اس
میں نشانہ قبیلوں کے بزرگوں کے نام شامل تھے۔ ان کا یہاں تھا قاتلوں کی تعداد یعنی یہاں
ہوئے قاتل کو مل بھادیاں پڑاں تھیں ہر ایک کا ان نقصان کم ہوگا۔

اس نام میں دار اندھ پر تعجب کریں گے۔ لیکن ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ اہل مکہ تاجر
تھے۔ تاجروں کے وہاں تاج فروش ہوتے ہیں اور ہر حالت میں حساب سود و بان کے
پیش نظر ہوتا ہے۔ محمد ﷺ کے منصوبہ قتل میں بھی انھوں نے یہ پہلو غور رکھا کہ اگر کبھی خون
بہا کی ادائیگی پر مجبور ہو جائے تو یہ تمام اس قبیلوں کو ادا کرنا پڑے۔

محمد ﷺ کی ایک پہلو بھی کوئن کا نام نہ لیتا۔ اس لیے مسئلہ قتل یہ طوعا یا مکرہ کی صورت

قریش نے کئی شب محمد ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا ہے۔^۲

قتل کا منصوبہ اس طرح مرتب ہوا کہ سب بھیم کی صورت میں آپ ﷺ کے گھر پہنچیں اور آپ ﷺ جہاں بھی ہوں گے وہاں سے ان کے گھرے گھرے کر دیں۔

زیدہ محمد ﷺ کی چھبھی فوراً آپ ﷺ کے پاس آئیں اور کہہ کر اپنے پیچھے نہ رہیں کہ اگر رات تک تم نے کوئی تدبیر نہ کی تو قتل کر دیے جاوے گے۔

آپ ﷺ نے غصوں کی کراہ صورت میں بھیجیں تو ہو چکی ہے۔ بوکرہ کے گھر کو چلے

اپنے دو تمام وفد کو اسبیلہ (بوکرہ) نے اسی رات (یعنی منصوبہ قتل کی رات) سے ایک رات پہلے آپ ﷺ کو گھر سے نکال کر کوثر کے ایک غار میں چھپا دیا اور عرض کی کہ یہاں سے

باز نہ جائیں اور کہہ کر میرے پاس دو تیرا رفیقہ بھیجیں ہیں۔ ان دونوں پر میں آپ ﷺ کو گھر سے دور لے چلا گیا۔ انرا بھی انہوں کو شہر سے لاد کر لوگ سوچ رہے تھے کہ میں کچھ

اس طرح کروں گا کہ قریش کو خبر نہ ہونے پائے کہ میں آپ ﷺ کو گھر سے دور لے چلا ہوں۔

لے جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ محمد ﷺ نے یاد رکھا کہ شہر کا دروازی کو میرے پاس بجاوے۔

عق غار میں آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے حمزہ سے فرمایا تم میری چادر ڈال کر رات میرے پاس کی جگہ مدت چھ کھڑکی کی طرف کر کے بیٹھنا اور کل رات بھی اسی طرح لیٹ جانا تاکہ قریش بھی سمجھیں کہ میں گھر ہی ہوں۔

عق نے بوکرہ کی موجودگی میں عرض کی: اے محمد ﷺ! آپ نے میرے ساتھ بڑی شفقت کا یہ بات کرنا نہ بڑی نیکیاں کی ہوئی ہیں۔ مجھے یہ فرزند کی طرح پرورش کیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کی بات کے لیے میری جان چلی جائے تو میں خود خوش بہشت سمجھوں گا۔

محمد ﷺ اور عق کی مشورت سے یہ پورا گرام کا کئی رات محمد ﷺ اور بوکرہ دونوں فارغ رہے۔^۳

زیدہ بنت ابی سلمہ بن ابی صہبائی قریش میں نکل کر والدہ رحمہاں سے ملے اور فرمایا کہ (حقیقت اس سال ۶۲۸ء) زیدہ بنت سلمہ عبدالمطلب نے ساتھ لیکن میں تمہاری قسمیں (اسلام) میں زیدہ بنت سلمہ کے والدہ عبداللہ کی پہچان بھی تھی۔

نکاح کر لیا اور ان کے غار میں جو گھر سے زیادہ فاصلہ ہے، قتل ہو چکے تھے اور چند روز شب وہیں بسر کریں گے۔

میں محمد ﷺ اور بوکرہ اس غار سے اسی رات تک کوئی نہیں کر سکتے تھے جب تک کہ

جنت قریش کا حال سے تھک کر صحرا سے واپس نہ چلے جائے اور قریش کے تھک ہار کر چلے جانے کے بعد جب تک عق دو یا تین روزوں کے ساتھ دونوں روزہ اذانوں کو غار تک نہ لے

جائیں تاکہ محمد ﷺ اور بوکرہ اس پر ۷۲ روزہ ہو کر حرام چڑھ جائیں۔

۷۲ روزہ محمد ﷺ کے حکم کے مطابق طریقہ اسلام کی چادر اور مجھے پیٹھ کھڑکی کی طرف نیچے پڑے رہے تاکہ قریش کی بدعت نہ دیکھ سکے۔

یہ روزہ محمد ﷺ اور بوکرہ کے ساتھ دوسرے غار کی طرف چلے آئے۔

بوکرہ وغیرہ اسلام کو کسی راستے سے ہٹ کرے چارے تھے تاکہ کسی کاروان یا مسافر کا سامنا نہ ہو جائے۔

اس دور رات کے تک یہ دونوں سر کرتے رہے یہاں تک کہ ایک دوسرے غار میں پہنچے۔

چند روزہ تک سنا سنا تھی، آپ ﷺ کے پاس دینی ہوئے لیکن آپ ﷺ نے پاؤں کے نیچے ڈال کر پڑا نہ کی۔

بوکرہ دیکھ رہے تھے کہ تنہا یہ غار میں ہیں، اس لیے غار میں رہے لیکن انھیں یہ علم تھا کہ محمد ﷺ کسی کی ہمت غرور ہیں۔

سب سے پہلی نبی ﷺ اور بوکرہ کے ایک ہی غار (غار ثور) میں پناہ گزین ہونے کا ذکر ہے۔
۱. صحیح مسلم (۱/۱۰۰) (۱/۱۰۰)

ہی چہ زکریاؑ سواں نہ کیے کہ سوراخوں سے سب نکل کر محمد ﷺ کو اس نے جس۔
جس سے مطمئن رہے تو محمد ﷺ کو گناہ میں داخل ہونے کی اجازت دی۔

اب محمد ﷺ کا مدینہ داخل ہونے تو آپ ﷺ کے ہاں نہی تھے، چنانچہ پاؤں پر بوکڑی
باندھا، کوئی ایک چر موہوں میں تھی جس پر آرام کرنے کے لیے آپ ﷺ اکیلے کرتے،
لہذا وہ اپنے خواہش کی کہ آپ ﷺ میری گود میں سر رکھ کر اسراحت فرمائیں۔

جس محمد ﷺ کا کہتے تھے کہ بوکڑی بھی تھکے، ہاں۔ میں اور نہیں بھی آرام کی ضرورت
ہے، لہذا اسی طرح سر کو زمین پر رکھ کر اسراحت فرماتے گئے۔

یہ بت ہے کہ ابو بکرؓ نے اسے پہلے ایک سوراخ سے بچے ایک سوراخ سے بچے، نہ کہ کو پڑا کالی بیل ہوا
تو وہ کھلا دیا، تھا، پاؤں رکھ کر سو گئے۔ سب اس سوراخ میں تھا، باہر لٹکا ہوا تھا
کہ ان کا من ابو بکرؓ کی ایزد سے بندھا، لہذا اس نے ایزد کی پڑوس بن۔ روئی دج سے
وہ نہ کر بیٹھ گئے۔ چرواہے سے تو ہو گیا وہ محمد ﷺ کو کہ ساتھ ہی سوتے ہوئے تھے،
چرے پر پیسے کے قعر لگنے سے بیدار ہو گئے۔

یہ رہا ہونے پر محمد ﷺ کے جب بوکڑی حالت بخیر تھی تو چاہا آپ کو کیا ہوا ہے؟
اب وہ ہو کر سب سے اس یہ ہے تو جس جگہ سب نے اذات تھی اس جگہ سب دامن
کا۔ انہوں نے عام محسوس کیا اور سو گئے۔

نات جب کہ محمد ﷺ ان سہاؤں والے ذرا (نار) تک پہنچنے کے لیے سڑک
رہے تھے قریش کے فرما نے محمد ﷺ کے گھر پر حمل کیا تا کہ آپ ﷺ کا کام تمام کر دیں۔
نہیں کہ سہاؤ کو گھر میں پا کر قتل سے پوچھ کر کیا محمد ﷺ نہ کہہ چکے ہیں؟

قیامت کو آئی تھی اور رحمت میں ہیں جتنے تھے لہذا کہ وہ آپ ﷺ کے چکے ہیں۔
رحمت قریش کی ہے آپ ﷺ کی جنمو میں نہ سے نکل کھڑی ہوئی اور اصراف کے
نہاں میں بیکل تھی۔ خدا نے جس امت کو دیا کہ اس میں جس کو جو محمد ﷺ کے تصدیق
صدقہ کا نام کرے گا تا کہ ہم اسے رقیہ کر لیں، ایک سو اسی نام دیا جائے گا۔

محمد ﷺ کی عظیم ترین فداکاری

غیر اسلام ﷺ کو چکر، حق تھی کہ ان کے بعد شجرہ حسب نسب اور عربوں سے ان
کا تعلق قائم ہو گیا ہے۔ صورت تھی کہ عرب میں جہاد کے مجاہد سے شجرہ حسب نسب عرب
ہو گیا تھا اور وہ ایک جہاد کے لیے آئی کے شہادت دے سے یہ واقعہ نقل کرتا تھا۔

آج کر ہم پناہ شہادت نامہ گم کر دیں تو دوسرا حاصل کر سکتے ہیں لیکن جب ایک وہی
عرب اپنے حادثی شجرہ سے مستحق ہو چکا تھا تو وہ اپنے معاشیہ خود کو گم کر لیں، کہتا تھا۔
شجرہ خانہ کی در قید ایک ہی چیز تھی۔ جو شخص پناہ قبیلے سے مستحق کر پناہ نفس
تریں شخص کو داتا تھا اور وہی در وہی خانہ سے خواہ کس جہاد ہی سے ماہر کہتا تھا۔

میں اس موقع کو اس لیے زیادہ طول دے رہا ہوں کیوں کہ میں نے محسوس کیا ہے کہ
اسی موضوعوں نے محمد ﷺ کی اس فداکاری کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

میرے جہاں میں یہاں کی دوا میں محمد ﷺ کی سب سے بڑی فداکاری یہی تھی کہ بچے
قبیلے سے بچے قطع کیا اور نہ کہہ سے طرف دینے حرکت کی۔ محمد ﷺ بہت ہی نہ کاری کر
خوش تھے کہ میں نے طے کے حکم کی حالت میں قبیلے سے قطع دیا کیا ہے۔

رہت کی تاریکی پر طرف بیکل گئی۔ محمد ﷺ وہ بوکڑی اسی تک دوا چل رہے تھے۔
نگار راستہ قائم ہو چکا تھا، اس لیے چلتے سب اب آسانی ہوئی تھی۔

باقی قریش کی پہلی کروں کے ساتھ وہ اس عمارت تک پہنچ گئے، جہاں ابو بکرؓ اور محمد ﷺ کے
ساتھ پناہ لینا چاہتے تھے۔ ابو بکرؓ کے والد اصراف میں تھا، ہوتے تھے کہ وہ پناہ دیا
کوئی نہ دے، میں قریش کے چکے تھے اور اس میں سب کی راجع ہو چکی تھی۔ تاہم اب بھی
دولت مند سمجھے جاتے تھے۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو بوکڑی کے ان کو اپنے ہاتھوں صاف کیا اور

سراقہ بن مالک نے تین پارہ گھوڑے اور ایک گالی گروہ اچھے پاؤں اٹھایا۔ عربوں نے اس پر ہمت کے دور میں اس پر بہت عقیدہ رکھتے تھے۔ جب گھوڑے نے تین پارہ کی حرکت نہ سراقہ نے نالی لان کر چھوڑنے کو پکار کر قریش کے حوالے کر دے۔ کرے وہاں بڑی غلی
لیکن پھر بھی چلتی پارہ گھوڑے کو اپنی گالی گروہ اس پارہ بھی گھوڑے نے وہی حرکت نہ
خوف کے نزدیک نہ ہو۔ بعض حکماء کہہ کرے کہ ایک پارہ گھوڑا (عربوں نے)
اور ایک دوسرے (جو کہ) گروہ عدم تھا) چھوڑنے اور ایک پارہ گھوڑے سے۔ عربوں نے
یوکر اسی لیے اسے ساتھ لائے تھے کہ وہ اس راہ سے آشنا تھا۔

حس وقت سراقہ نے دیکھا کہ پڑھنے پارہ بھی گھوڑے نے وہی حرکت کی ہے اور ساتویں
دین اور گالی گروہ بھی ہے گھوڑے سے اتنا اور چھوڑنے کو زور دے یا چھوڑنے اٹھیں اور اس سے
گھٹنا چاہتا ہوں۔

سراقہ نے پنا گھوڑا ایک ساتھی کو اپنے پاس اور چھوڑنے اور یوکر کے راز ایک گیا اور
پنا چھوڑنے اٹھیں قریش کا اتحادی ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ کو ترک کر کے قریش سے عدا
کردوں اور ایک سوانح حاصل کروں۔ لیکن یہ یقین ہو گیا ہے کہ مردہ حق ہو اس پر
کہ میرے گھوڑا پارہ رک گیا اور تمہارے راز ایک نہیں آیا۔ میں قریش کوئی کرتا ہوں۔ ایک
تم قریش پر تسلط حاصل کرو گے اور ان کے لیے میں تم سے وہ چاہتا ہوں۔

محمد ﷺ نے پنا چھوڑنے اٹھیں یہ کیا ہے؟

سراقہ بن مالک نے کہ میرا مقصد یہ ہے کہ میں وہ جب تم قریش پر غلبہ حاصل کرو گے
میں کے صیغہ ہونے کے ساتھ قریش کے ساتھ قتل کیس کرنا میرے قیام کو چاہئیں کہ وہ
محمد ﷺ نے جب میں فرمایا اس میں من میں ہنگامہ تیرے قیام کوئی کر نہیں سکتا
سراقہ بن مالک جو محمد ﷺ کے قریب میں آیا تھا اس کے بعد جس کسی کو محمد ﷺ نے
توقیف میں لے لیا، مگر نہ کرتا اور کہتا کہ محمد ﷺ دوسرے راستے سے چلے گئے تھے
سراقہ بن مالک بعد میں مسلمان ہو گیا تھا اور تمام سے نامور سرداروں میں سے ہو۔

اور وہ محمد ﷺ اور یوکر کا ایک کاروان سے سامنا ہو۔ اس کاروان کے ساتھ آپ
سراقہ بن مالک نے (زیریں حرم) بھی سرگرداں تھا۔ محمد ﷺ سے اس سے پاس اور کھانے
کا صلہ کیا۔

اور اگر گروہ نے پروا قید مسلم میں پہنچے تو ان کے ایک اٹھ قید اس سے رضا کار تھوڑ
پر رہیں جس کا یہ مسخو تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو لے کر اپنے آپ کو لے کر اپنے پاس لے لیا۔
عرب عربستان میں ایک رہا تھا۔ وہاں قید راہی تھیں پہنچے تھا ایک عرب کا چاہت
سراقہ اور وہ ایک ہی اس وقت بھی کام تھا۔ وہ شخص جو کہ عرب میں رہتا کی معیت میں
سراقہ کو ہم گھس کر لیتا تھا۔ وہ پڑاؤں سے محفوظ رہتا اور یوکر اٹھتے نہیں رہتا تھا۔ اس
پر۔ صحرا میں راہی کو بھی پہنچاتے ہوتے ہیں۔ وہ جب دور سے ہی آواز دے کر اپنا
تھا۔ تا تو راہ راستے والے راہ چھوڑ دیتے تھے۔ لہذا وہ شخص صحرائے عرب میں راہی
تھا۔ سراقہ سرگرداں اسے کوئی مشکل خوش نہیں آتی تھی اور کوئی شخص اس کی جان داس کے
پر۔ آپ کہہ لیتا تھا۔

میں اچھی کہ آپ ﷺ نے نہیں قید ہوں کی پیشکش قبول فرمائی اور مسخو کو بطور مالہ ساتھ
مسخو نے آپ ﷺ سے کہہ کر دھرم پہنچے تھے قید کی حدود تک آپ کی رہائی کر سکتا ہے
نہ۔ بعد میں چاہا کہ اس کا اور مدد تک کی قید رہا۔ آپ کو خیر راہی کے سے کرنا ہوگی۔

محمد ﷺ اس بات کو بھی قبول کیا۔ مسخو کی راہی میں سر شروع کر دیا۔ مسخو اپنے
قید کی حدود تک ساتھ آیا۔ آخری حد پہنچا کہ اس سے آگے وہ نہیں جا سکتا، اس لیے کہ قیام
نہ۔ یہیں قیام میں۔ محمد ﷺ اور یوکر نے اسے وہاں کی اجازت دے دی۔

آپ ﷺ قید اس کی حدود سے نکلے کے بعد آپ کی حدود میں داخل ہوئے۔ قہر چھوڑ کر
خود راہ خیر گئے اور یوکر سے کہ یہ راہ خوش پر میں سوار ہوں، میرے ساتھ چھوڑ دیں۔
اور اس عرض کی میں آپ ﷺ کے ساتھ کیا نہیں؟ میں یہ قہر بطور آپ سے لے لیتا ہوں
نہ۔ (قہر عربی میں شرمیل کو کہتے ہیں) اور اس سے ہار گئی کا کاروان لینے جگہ سے ساری
اور اس کے مقابلوں میں شرکت کے لیے دیکھتے تھے۔

آپ ﷺ نے یاکہڑ کے جواب میں فرمایا میں جانتا ہوں آپ نے ہمال و سہارہ کی راہ میں اسلام کی پیش رفت کے لیے فریق کیا ہے، لیکن یہ مادہ شتر (قصور) میں اپنے سینے چاہتا ہوں کہ اس پر سوار کی کروں۔ اس کو ہم صوبہ نہ کریں بلکہ اس کی قیمت تائیں تاکہ میں اس کو کروں۔

عربستان میں مادہ شتر اہمیل جو کہ ساری داد دے کے لیے رکھی جاتی، اس کے کان قہوڑ سے کاٹ دیا کرتے تھے، اس لیے کہ ان کا خیال تھا کہ قہوڑ کے کان کٹ جانے سے وہ شیر دوتے ہیں۔ اس قسم کے کان کے مادہ دانت کو قصور کہتے تھے۔ محمد ﷺ جس مادہ شتر پر سوار تھے وہ گوش بریدہ تھے، اس لیے اس کو انگٹھوں میں (قصور) کا نام دے رہے تھے۔

یاکہڑ نے جب محسوس کیا کہ آپ ﷺ سے بطور چہ یہ قبول کرے کہ تیار نہیں ہیں تو اس (قصور) کو بھونسی چار صد درہم لکھ لٹکا کر بیچ دیا۔ مادہ شتر محمد ﷺ کی حکایت ہوئی اور سی مادہ شتر کا نام تاریخ اسلام میں قصور مشہور ہو رہا رہا۔ قرآن وہ مسلمان جو آپ ﷺ کی ہجرت کے حالات سے واقفیت رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ محمد ﷺ یکے مادہ شتر یا قصور پر سوار ہو کر حج سے مدینہ تشریف لائے تھے۔



مسلم اور یحییٰ کے مطابق اگر محمد ﷺ کو جی کوہ روق ہوئے تو ان دونوں سرسبز کی ماحبت سے ہو بہت گرمی تھی۔ قیسے وہاں کو احد میں جنگ تھی کہ محمد ﷺ اس ان قبیلہ میں داخل ہوئے۔ وہ مکہ مکرمہ میں سے، ہر پنج ہوا کر آپ کا لشکر کر رہے تھے۔ جب آپ بلند ہوئے ہو گرم ہوئی تو ٹوٹ گئی کوہ روق شت نہ کر سکے اور گھروں کا پھل نہ۔ جب آپ نصف النہار پر پہنچا، زمین آپ کی خوش سے اس قدر گرم ہو گئی تھی کہ نئے پاؤں گھر سے، مار چکا تھا۔ اس گرمی میں سر "آپ ﷺ اور ابو بکرؓ قبیلہ میں داخل ہوئے کوئی فصل بگیں میں نہیں تھا کہ آپ ﷺ کے دروازہ کا شاہ ہوتا، ہر ایک یہودی نے جس کا دروازے سے نام ثبت نہیں کیا ہے، وہ اس موقع پر ایک گلی میں موجود تھا۔

دوسرے لوگوں کی حرا یہ یہودی بھی چاہتا تھا کہ "محمد ﷺ اور ابوبکرؓ ہوں گے۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا، شہید آئیے اور دونوں اسرار کا مشاہدہ کیا تو وہ جانتے ہیں کہ محمد ﷺ آگئے ہیں۔ اس وقت وہ تھا کہ بگیں میں آواز سن کر لگا ہوا دروازہ "اے یہودی! کادرم تمہارا قبل آگیا ہے۔"

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں، مسلمانوں کی حرا یہیہ کہ یہودی بھی آپ ﷺ کے "مذہب کے شہر تھے تاکہ ان خدشات کا حرا یہیہ ہتھوں سے ان کی زندگی بچرے۔ عمار کی سے لوگوں نے جب اس کی آواز سنی تو گھروں سے دوڑتے ہوئے ہر آئے۔

نہ صرف مردوں بلکہ بچے بھی اس گرم اور ہیر میں گھر سے ہر آئے کہ محمد ﷺ اور یہیہ ریکس اور مشاہدہ کریں کہ خدا کے پیغمبر کی شکل وہی بنتی تھی ہے۔

"آپ ﷺ اور ابوبکرؓ کے پیچھے کے دروازے کے مقابل دونوں انوں کا ہوا، وہ بچے تحریف آئے اور محمدؐ کے سامنے میں بیٹھے۔

قیس کے تمام لوگ کی مسلمان کیا یہودی، محمد ﷺ اور ابوبکرؓ کے مقابل کھٹے ہو گئے، محمدؐ نہ جانتے تھے کہ دونوں میں سے پیغمبر ﷺ کون ہے۔

ابوبکرؓ نے خیال کیا لیکن ہے کہ وہ شہدہ میں چڑچڑی اور نہیں پیغمبر ﷺ سے ہم سہو۔

مگر، چنانچہ وہ محمد ﷺ کے پیچھے ہوئے، ایک چور کو جو دروازی سلط (رجین اعوام) سے غشی، یہیہ دن کی حرا "آپ ﷺ کے سر پہ پھانسا کر کھڑے ہو گئے کہ آپ کی خوش "آپ ﷺ نہ بیٹھے۔

یہ بھی ہوئے کہ دونوں درختوں کا یہیہ اس قدر تھا کہ ان دونوں و آفتاب سے چھوٹا رہنے لگے، چور کتنے خانے سے یہیہ بچرے ہو گیا۔

ان دونوں نے محمد ﷺ کو پہچان لیا اور ہر کی رسم کے مطابق ہمہ (مقام) کیا۔ "تہہ جہاں محمد ﷺ اور ابوبکرؓ نے دروازہ فرمایا، اس خند کا نام (یہیہ وہی خوف) تھا۔ محمد ﷺ نے پوچھا، یہیہ کس کی ہے؟

ہم میں سے ایک نے جواب دیا کہ یہیہ زمین میری ہے اور اس دونوں درختوں کو میں نے بچا تھا۔ محمد ﷺ نے فرمایا، میرا مطلب صرف صاحب زمین (جو معصوم ہو کر تم ہو) سے ہارت حاصل کرنا تھا کہ آیا ہم دونوں ان دونوں محل (درختوں) کے پیچھے نہ ہوتے۔

ان دنوں سے عرض کی "ہاں، یا محمد ﷺ، "آپ جب تک چاہیں یہاں ٹھہر سکتے ہیں۔" "نہیں، قیسے مسلمانوں میں سے ایک فرما، جس کا نام کلثوم تھا "کہ یہ دو درخت ﷺ اور کلثوم دعوت دی کہ آپ میرے گھر تحریف لائیں اور امام فرما دیں۔

محمد ﷺ اس کی دعوت کو قبول نہیں کرتا چاہتے تھے، یہیہ فرمایا، محمدؐ کے لیے باعث رحمت اس گئے۔ لیکن کلثوم نے عرض کی یا محمد ﷺ، میرے گھر میں ایک جڑو خانہ ہے اور اس میں "ن کوئی نہیں ہے۔ ہم اس سے بچہ استفادہ بھی نہیں کر سکتے۔ "آپ ﷺ اور ابوبکرؓ قیہ رہے ہیں۔ میں "آپ ﷺ کے دواؤں کی تحریف کرتا ہوں اور چاروں جڑو دوا کرتا ہوں۔

محمد ﷺ نے کلثوم کی دعوت کو قبول فرمائی۔ اس کے گھر تحریف گئے اور اس جڑو میں قیہ دیا۔ اسی دن میرے والد کو یہیہ محمد ﷺ اور تحریف لائے ہیں تو سب سے پہلے خود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا تھا "تھے۔ عرض کیا تھا کہ ابوبکرؓ نے سب مسلمان "سے شروع ہو گئے۔ وہیہ قیہ خدا میں بیٹھ گئے کہ محمدؐ کا قیہ ثابت ہو جائے۔

ہو۔ لہذا ایک درمسلمان سجدت میں نے جگر خالی کروا دیا جو کہ صاف صاف قیام اور محمد بن حنفیہ
تحریر میں دے دیا تاکہ "پہلے وہاں مسلمانوں کی پڑائی فرما لی۔ محمد بن حنفیہ اس وقت
مکان میں مسلمانوں کی پڑائی میں مصروف ہو گئے لیکن وقت خواب و سحر صبح کھانے کے
چھوٹے حجرے میں داخلین شریف لے جاتے۔

قبائش شریف لانے کے تیسرے دن وہ غیر ملکی مسلمانوں نے راہ فرما کر اس جگہ پہنچ
مسجد تعمیر کیا جائے۔ ایک مسلمان نے زمین چٹائی کر پائی لیکن آپ ﷺ نے اس کے پیرو
توں نہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ زمین میں تم سے فریادیں گا اور پھر فریاد کری۔

زمین کی قیمت کا اس کی تاریخوں میں ذکر نہیں ہے لیکن اس پر قسم شریف ہے کہ محمد بن حنفیہ
نے مسجد قبیہ کی زمین خریدی تھی۔ مسجد قبا مکہ مسجد ہے جو مسلمانوں نے تعمیر کی اور اس مسجد کی
تعمیر میں تمام مسلمانوں نے کیا انصار کی وجہ سے شریعت کی۔ خواہ محمد بن حنفیہ لایا کرتے
ماتحتول کر کارہ اور زمینیں بناتے تھے۔ عربی اصحاب کو انھوں پر پھر اٹھا کر آتے یا مٹی کی
نوکریاں پھر پھر کر لائے تاکہ گارادہ راہ زمینیں تیار ہوں۔

مسجد قبا اس حالت سے بھی ذاتی مسجد ہے کہ اس کی تعمیر میں تمام مسلمانوں نے شرکت فرمائی
اور وہی شرف منکس ہو کر رہے۔ مسیح بن منان زیدی اور وہی کی طرف مسجد کی تعمیر
کے لیے ہاتھ دھوئے اور محمد بن حنفیہ کی طرف سے شام کے برابر کام کرتے تھے۔
محمد بن حنفیہ نے میں دن قبائش قیام کیا یہاں تک کہ مسجد مکمل ہو گئی۔ پھر مدینہ شریف میں قدم
رکھا۔ اس وقت مدینہ کا نام مغرب تھا۔ مغرب عربی زبان میں اس جگہ کو کہتے ہیں جو آسمان
آزار کا پناہ دہاں والی دیوار ہو جگہ جہاں انسان صحت مند نہ رہ سکتا ہو۔

بدنی عربوں نے اس شہر کا نام رکھا تھا۔ عربوں نے چونکہ حواریاں داخل نہیں دیکھی تھی جو
بھی کبھی مرنے والی ہو گئی تھیں، لہذا عرب جب مدینہ میں داخل ہوتے تو اس کی پرورش
کی وجہ سے بیمار ہو جاتے۔ اس وجہ سے بدنی عرب اس شہر کو "قبہ" یا بیمار شہر کہتے تھے
اور اسے مغرب کہتے تھے، حالانکہ مقامی لوگ اسے "طیبہ" کہتے تھے جس کی "شہر طیبہ"۔

شہر مدینہ کا پہلا نام "طیبہ" تھا۔ جب انسان رحمتان کے پیہانوں سے اس شہر میں قدم
رکھا تو محسوس کرتا جیسے دار و بہشت ہو گیا ہو۔

مدنی لوگ جو بدنی کی جنگ ہونے میں زندگی بسر کرتے تھے، جب "طیبہ" میں داخل
ہوتے تو اس کی محسوس "ب" وہاں میں بیمار ہو جاتے تھے لیکن کچھ مدت قیام کے بعد مدنی
ہو جاتے یہاں کی آب و ہوا ان کے لیے حیران کن رہتی کہ صحت مند بن جاتی۔

نہجہ جہن جو مکہ سے آئے تھے وہاں سے بیمار ہو گئے تھے حتیٰ کہ محمد بن حنفیہ لایا کرتے
اور ان کے آکر مدینہ غلام کا عربی غیرہ بھی مدینہ میں آئے کہ بعد بیمار ہوئے۔ یہی وجہ تھی
کہ اس شہر کے متعارف نام انتخاب کیے گئے۔

محمد بن حنفیہ جب اس شہر میں مقیم ہوئے تو ان دنوں کے قہار کو شک کر کے اپنے کسی
وقت بیمار اور مسخین تک (مہاجرین) کے مابین اختلاف کا باعث نہ ہو، انہوں نے انہوں کو شک
کر کے اس کا نام مدینہ رکھا۔ "مدینہ" سے یہاں ظاہر ہوتا ہے کہ نام خوبیاں والا ہے نہ ہی یہ
معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر مدنی آب و ہوا سے ہے۔

محمد بن حنفیہ کے اور مدینہ کے وقت اس شہر کی سرحدیں تکمیل میں تھیں۔ شہر مدینہ میں
معمولاً نماز کے بعد ۴۰۰ فٹ سے ختم میں سے ۵۹ ہجری کے اور ۱۳۰ ہجری کے تھے۔
قرآن حکم مضبوط دیا اور اسے شہر ہوتے اور بوقت صبح کے لیکن دشمن کے منصوبے
نکھر رہے تھے۔ یہ ایک سرحدی دینی (حالات) میں واقع ہے کہ ان دنوں اس کا طول ایک
دو تین فٹ سے کیا جاتا تھا اور عرض بھی اسی طرف سے ایک دان کی رات تھی۔

مدینہ میں دو پہر دشمنان کو بچاؤ واقع ہیں اور دشمن دشت شہر قبا میں رہے کہ شہر قبا اور جو
واقع ہیں۔ مدینہ کی سب دن آج کی عرض ان دنوں بھی معتدل تھی۔ بارشیں دوسرے مقتدر
شہر قبا میں ۷۰ فٹ گہرائی میں، شرق میں ۷۰ فٹ اور مغرب میں ۷۰ فٹ واقع ہے
سب کریم ۷۰ فٹ گہرائی کے جنوب میں ہے۔ (انس عیون و دار السلام، لاہور)

کی نسبت لایا وہی ہیں۔ شہر کے کادے ایک جوڑ (کر) تھا کہ اس میں دواں کا پانی تھ
 رہتا اور یہ سارا مٹی خشک نہیں ہوتا تھا۔ ہر روز صبح خرواب تھے (آٹا) میں دکر (چکناٹ)
 تو تیر ہاکی جوڑ میں سیک تھا۔ وہ صبح جس کے لیے نکلیں بیٹے ساق میر نہ تھے اس سے مدھے
 کے اس جوڑ میں تیر نہ رہے تھے بڑی مدت حاصل کی۔ ماساں مدھے بھی خشک نہ تھے
 قبا کی میں مقیم تھے اور پھر جس کی شہر قبیہ سے منسوب تھا۔ مدھے میں بھی مثل نکدہ نہیں
 نہ خاں اور نہ خدائت کی تھی۔ اگر کسی پر ظلم ہوتا تو وہ اپنے قبیہ سے مدھے ظلم کے لیے مدد کرتے
 مدھے میں بھی مدھے مثل لکل کوئی نہا شہر نہیں ہوتا تھا۔ صرف ایک شخص حضور ہوتا تھا اور
 دستور بھی تھا کہ قبا کا قبیلہ مشق کو خون بہا کر کے۔

ایک عام آدمی کا خون بہا کر ایک سو ست ہوتا تھا لیکن بڑے لوگوں میں شرف
 اسرا اور دوسرا کا خون بہا بہت زیادہ ڈال دیا تھا۔

مدھے میں عربوں اور یہودیوں کی آبادی تقریباً مساوی تھی۔
 مدھے میں یہودیوں کے بھی بڑے قبیے تھے اور اسی طرح عربوں کے بھی جن میں بڑے
 قبیے مدھے میں بائبل پڑھتے۔

مدھے کے عرب زراعت پیشہ تھے یا جانور پالتے تھے۔ بہت تھوڑے افراد تھے تجارت کو
 بطور پیشہ اپنا ہوا تھا۔ یہودیوں کے تینوں قبیے پیشہ کے لحاظ سے مختلف تھے۔ ان میں سے
 ایک دور پیشہ اور سارا دیگر قبیلہ ذراغ (کھانا) سے چھوڑ تیار کرنے والا تھا۔

عرب قبائل کا ہے یہاں آئے تھے بڑے بڑے بیاد ہوا کرتے تھے۔ ان میں ایک یہودی اور
 ذراغ (کھانا) اور کھیتی باڑی کی لیکن اس سے کسی کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ بجز ایک شخص
 عبد اللہ بن ابی کے۔ اس کے لیے قبیوں کا ذراغی ٹھکانا سامان تھا۔ کچھ ساکن مدھے سے
 تھے یہ کہ اسے اپنا ذراغ مانا جس کی کردار اس کے سر کا پتہ بھی گئے تھے تاکہ اس کے لیے تیار
 بنائیں۔ لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ مدھے پہنچا دیا جائے گا تو انھیں سب کے حکم ہو گیا۔
 وہ ٹھکانوں اور اختراعات کو ختم کر دیں گے اور عبد اللہ بن ابی کے انتخاب سے صرف نظر کر گئے۔

محمد ﷺ کے مدھے تشریف لائے سے قبل اس شہر میں ایک شخص بنام اہل حق کی نوعیت
 سے مدھے سے خون بہا کا تھیں کیا کرتا تھا۔ نیز بڑا نام کے مسلمان تھا اس کا تھیں کیا کرتا تھا۔
 حث سے قبل مدھے میں بھی عہدہ ابو بکر کا تھوٹا تھا کیا کرتا تھا۔ جب کسی لکل، آنکھ کا علاج
 ہوتا یا دانت کا نوٹ پڑا تو کوئی اور جرم توڑا پڑا ہوتا تو لوگ بوکر کی طرف رجوع کیا کرتے
 اور وہ صحت خوب پیدا دیتا تھا کا تھیں فرماتے۔

یہاں بہت باخون بہا مدھے میں بھی مثل مدھے اور اس میں کوئی حادثہ نہیں تھا۔ ہم وہ
 حد جب ہمارے شخص لکل کا خون بہا کیا سو دانت تھا۔ ایک سکہ کے متاع ہونے پر بھی اس
 کو دیا گیا کہ وہ جانے لکل دانت کو نہ لے گا۔ یہاں بھی تھا کہ دانت کا دانت توڑا دیا جائے۔

یہودی اور محمد ﷺ کے مدھے تشریف لائے پر خوش تھے اس لیے کہ ان کی ایک بہت بڑی
 امید تھی کہ وہ اپنے مدھے سے وابستہ تھی اور وہ یہ کہ محمد ﷺ ان کے دل کو پڑائی بخشیں گے۔ محمد ﷺ
 جب مدھے پہنچے مدھے تشریف لائے اور جو دواں اختیار کیا اس سے یہودیوں کو امید برائی
 طے۔ حتیٰ کہ جب مسجد قبا تعمیر کی تو اس کی عمارت بہت مقدس نہ تھی۔

یہودیوں نے جب دیکھا کہ مسجد قبا کی عمارت بہت مقدس کے نہا ہے اور قرآن میں
 "مذہب و سرائیں (یعنی بڑا کتاب اتاری تھی) مثل بڑا کھانا ہوا" یعنی سب کا ذکر بڑے احترام
 سے کیا گیا ہے تو یقین پیدا کیا کہ محمد ﷺ اور ان یہودیوں کو پڑائی بخشیں گے۔

یہودی تو اعتقاد رکھتے تھے کہ دنیا میں وہ ایک ملت ہے جو یہ بات رکھتی ہے کہ ان
 میں سے جو شخص غلطی کا ہوا ہے اس کی عمارت ملتی یہودی۔

اس وقت محمد ﷺ قبا میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ قریب قریب کرنے میں مشغول
 تھے۔ یہودیوں کے چلنے والے تھے مدھے سے ہار کر تھے یا تاکہ وہاں نہیں کر کہ وہ اس
 دانت سے راز مونی کو پتا نہیں گئے۔ محمد ﷺ کے جوابات سے جب یہودی ملنا سمجھ گئے کہ آپ
 ﷺ یہودی ہونا پسند نہیں کرتے تو آپ ﷺ سے کہہ دیا کہ اگر آپ غصہ نہ کرنا چاہتے ہیں تو
 پتہ یہودی مذہب اختیار کریں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو پیغمبر تک مبعوث ہوا ہے

یہودی قوم سے پہلے ہوا ہے۔ اس لیے کہ قند ایک قوم یہودی ہے جس کے برگزیدہ اس قابل ہوئے کہ خدا سے کلام کریں۔ ممکن ہے خداوند کسی بھی قوم کی اور امت سے بھی کلام کریں لیکن اس قدر کا واقعہ ہوگا تو قوم یہودی کے قریب سے۔ نیز یہودی دین اُن کی قوم میں اور باقی قوم جہاں دوسرے تیسرے اور چوتھے دین پھیلے۔

محمد ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا: پیغمبر ہونا میری خواہش ہے جس سے پہلے خداوند نے مجھے پیغمبری پر مسموم کیا ہے اور آپ کریم کی نظر میں کوئی قوم کسی دوسری سے بالترتیب ہے اور تمام اقوام و افراد خداوند کی نظر میں مساوی ہیں۔ خداوند جب چاہے اور جس قوم سے چاہے کلام کر سکتا ہے۔

مکی سید جب کہہ قائل نہ رہا، نہ امت ادا کی تھی وہ جو کا رو رہا، لہذا پیغمبر اسلام سے جو کا دان مہارت کے لیے ممکن فرمایا۔

یہ فیصلہ بھی یہودیوں پر گرا، اس لیے کہ وہ تو خطر تھے کہ محمد ﷺ ہفتہ کے دن کو جو یہودیوں کا عہد کا دن ہے، مسلمانوں کی مہارت کے لیے مقرر کریں گے۔

قبیلہ کسی یہودی نے دین اسلام کو قبول نہ کیا مگر ایک فرد نے۔ یہی شخص تھا کہ جب محمد ﷺ نے قبیلہ دارود فرمایا تو وہ گھوڑوں میں آپ ﷺ کی آمد کی پکارا کرتا تھا۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ تاریخ میں اس آدمی کا نام نہیں آتا لیکن یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ یسوع سے اس کا نام شکوکہ ہے۔ اس روز جو کہ جب مسلمان مہارت کے لیے یہ کہہ قبیلہ میں جمع تھے تو یہودیوں نے فراہم کی وہاں حاضر تھے۔ مسجد محمد ﷺ نے یہودیوں کی ہدایت بھی کام کیا اور چاہا کہ انہیں سمجھائیں کہ وہ دوسری قوموں کی نسبت کوئی امتیازی حیثیت نہیں رکھتے۔ خداوند نے کوئی قوم کسی دوسری قوم سے ممتاز پیدا نہیں کی۔ تمام قوم خداوند کی نظر میں یکساں ہیں۔ امتا پروردگار ہی سے قریب خداوند کی حامل ہے۔

یہودی یہ کلام سن کر جب مسجد سے باہر نکلے تو انہیں یقین ہو چکا تھا کہ محمد ﷺ انہیں بھی یہودی نہیں ہیں، گئے، چنانچہ انہوں نے اس آدمی کو یہ کہہ پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کی

مہارت کریں گے اور طاقت کا آثار خود ساری سے ہوگا لہذا یہ فواد پیدائی گئی کہ مسلمانوں کی تمام عورتیں عظیم (باجھ) ہو چکی ہیں اور اگر کسی دوسری عورت سے بھی اسلام قبول کیا تو وہ بھی حقیر ہو جائے گی۔ یہ فواد جب پہنچی تو مسلمان مکہ سے ہند ہجرت کر چکے تھے اور آپ و ہوا کی تہذیب کی وجہ سے پیار ہو گئے تھے۔

مسلمان مردوں کی طرح مسلمان عورتیں بھی تہذیبی آپ و ہوا کی اد سے بہار پڑ گئی تھیں جس وقت کہ وہ فخر ہو جائیں گی تو خود فخر ہو گئیں۔ محمد ﷺ نے مسلمانوں کو مسجد قبا میں جمع ہونے کے لیے کہا کہ مرد ہیں یہ وضاحت فرمائی کہ مسلمان عورتوں کے متعلق جو فواد پیدائی گئی ہے یہ فرما کر خدا نہیں تم مردوں کو چاہیے کہ اس کی دلداری کرو اور انہیں سمجھاؤ کہ یہ فواد رسول کی پیدائی ہوئی ہے جو جس کو چاہے کہ ان اسلام کی پیش رفت ہو اور چاہے لو کہ بھی مسئلہ سے جو شخص عورتوں کے لیے سکون قلب فراہم کرے گا خداوند سے اجر دیں گے۔

بعد ازاں خداوند نے اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا کہ مسلمانوں کا قبیلہ جو سنگ بیت المقدس تھا تبدیل کر دیا اور اب قبیلہ خدا کہہ چھوڑا۔ اب مسجد قبا کی عمارت بھی خدا کہہ کے لڑخ ہادی گئی۔ مسجد قبا کا قند بدنام بیت المقدس کی طرف تھا، لہذا ساری تہذیبوں نے اس سے دو قبیلوں والی مسجد بھی کہا ہے۔



کروں گا کہ زمین کی قیمت عام قیمت سے زیادہ لگائی جائے۔

اسد بن زرارہ نے کہا: اے زمین کی قیمت سات دینار ہے۔

محمد ﷺ نے قیمت کی بابت مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ انھوں نے اسد بن زرارہ کی تصدیق کی تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اس زمین کی قیمت دس دینار دو کروں گا تاکہ اسد بن زرارہ اس رقم سے ایک ہجر قطعہ زمین اس دولتیم بھائیوں کے لیے خریدے۔

ابو کراختہ و اسد بن زرارہ نے جو قیمت میں کھڑے تھے فوراً اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس قدر سکہ ڈال کر صاحب زمین کو دے دیے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس وقت دس دینار یعنی دس سکہ طلائی ایک طہیر رقم تھی۔

اس دور میں نہ مکہ کا اور نہ مدینہ کا کوئی پنا سکتا تھا۔ ان دنوں شہروں میں امیوی دور کی سکنوں سے کاروبار ہوا کرتا تھا۔ مسلمانوں کا پانی قیمت بڑھ گیا تھا، چنانچہ اس کے سکون کو پانی قیمت کی مناسبت سے بڑھائی کہتے تھے۔ اس شہر حرم کا موجودہ نام، متحول ہے۔

دینار ایک طلائی سکہ تھا۔ امیویوں نے شہر خند کے نام کی مناسبت سے دینار خند کہتے تھے۔ دس دینار یعنی تھوڑے اور چار نام بھی برقی بادشاہوں کے نسبت سے تھا۔ خرید کے دوسرے دن محمد ﷺ نے مسلمانوں کی حد سے سبھی کی تعمیر شروع کر دی۔ تم مدمدھی کے خود گھر ٹھکانا بنے ہاتھوں میں اور پتھر لاتے، گار چار کرتے اور مسجد کی عمارتیں، مسجد کی تعمیر ایک نمونہ کے طور پر کی گئی اور صدر اسلام میں دوسری تمام سجدائی نمونہ و اسلوب پر تعمیر ہوئیں۔

ترتیب ایسے تھی کہ جس جہیں چتروں کی بنیادوں میں چلی گئیں اور دیواروں کی بنیادیں بنائیں سے کی گئی۔ مسجد کی چھت میں شہینہ بھگور کے غوب کے ڈالے گئے اور بھگور کے پتے ان ڈالوں کو چھت ڈھانپ دی گئی۔

مسجد مذکور کی تعمیر میں سات اوصاف ہونے لگے۔ مسجد کو چھ دیواروں پر بنایا گیا، اس لیے کہ مدینہ میں برسات بہت ہوتی تھی۔ مسجد کو دیواروں پر نہ بنایا جاتا تو وہ بارش کی وجہ سے جود گر جاتی۔ کہ مسجد کا قبہ بھی بیت المقدس کی تھی کیونکہ کسی تک خداوند کا علم نہیں آتا تھا کہ قبہ کیسے کے نزدیک کرے۔

خدا سے مدینہ ہجرت کرنے والے کو مسلمانوں کے پاس رات گزارنے کو چاہیے تھی۔ اور پیغمبر ﷺ نے مدینہ کی مسجد میں ایک بہت بڑا چتر بنی کر ایک طرح کا برآمدہ بنایا کہ وہاں بے گھر افراد وہاں رات کو آرام کر سکیں۔ اس برآمدے پر سایہ کے لیے بھگور کی شاخیں دو پتے لٹا دیے گئے کہ یہ فقرہ بارش اور آفتاب کی گرمی سے محفوظ رہیں۔ ہر ایک یہ جگہ ہر سہ ماہی میں ایک بار آتی ہے یہاں جو لوگ سوتے تھے انھیں "فل صفا" کہا جاتا تھا۔ یہ بارش اس وقت فقیرانہ حالت میں تھی بعد میں مشائخ اسلام ہوئے اور ہر وہ شخص جو اہل صفا میں سے تھا بزرگان اسلام میں شمار ہوتا تھا۔

یہ صفا جو اہل فقر و غنا کی خواب گاہ تھی اسلام کا واسطو کم میں آیا اور سب سے پہلی اسلامی دانش گاہ بنے مسلمانوں میں صفا میں شروع کیا۔

محمد ﷺ نے مدینہ میں جب ہاتھ سے زمین پر قدم رکھا، انکی سے پناہ مان خود اُتارا اور چاروں طرف لگا دوڑائی کہ ہاتھوں کہاں رکھی جائے۔

ابو بکر کا چرانا نام ابوالاعلیٰ بن عبد بن زید تھا۔ اس کا گھر اس جگہ سے زیادہ تھا۔ وہ محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان آپ ﷺ کے ہاتھوں سے لیے اور عرض کی یا محمد ﷺ! میرے گھر میں سکونت فرمائیے۔ محمد ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے گھر میں اتنی کھانسی ہے کہ مجھے جگہ دے سکے؟

انھوں نے جواب دیا "ہاں محمد ﷺ!"

محمد ﷺ نے فرمایا تمہارے گھر میں ایک شراب فروشوں کا گھر دو فرش کا جو تم پر میں ہوگا۔ ابوالاعلیٰ نے کہا یا محمد ﷺ! آپ کیلئے کتنی خدا کی باتیں گے کہ مجھ پر بوجھ نہیں گے۔

محمد ﷺ نے فرمایا ہر ہندو کی میری خاکم ہے اس کے ہاں دو میں تم پر بوجھ نہیں ہوگا۔

جب ابو بکر نے دیکھا کہ آپ ﷺ مصر ہیں کہ خدا اپنی کھانسی کے تو سر حیم فرم گیا۔

محمد ﷺ رات کو اس کے گھر جا کر سو جاتے۔ اس دوران میں مسجد مدینہ کی تعمیر جاری تھی اور جمعیت عام کو ایک ترتیب دینے کے لیے اقدام کیا جا رہا ہے۔ محمد ﷺ نے زواروں کو ترک جگہ سے مدینہ

میں اس طریقہ پالی کر ایک اس اہل مسجد کی تعمیر میں حصہ لیتے ہو اور دوسرے دن سنی دارگاہ کرتے۔
 محمد انصاری نے خود کسی غصہ کی سے عہد ختم نہ ہوا۔ آپ انکار کے یہ پیش نظر کہ
 اگر آپ کسی ایک سے یہ عہد ہوا ہوتے تو ممکن تھا دوسرے مسلمانوں کے لیے باعث رنج
 ہوتا۔ اور یہ میں کہتے کہ خطبہ انصاری سے میں اس کاقل میں سمجھا۔ لہذا آپ انصاری کے کسی
 سے اس عہد ختم نہ کرنا۔

اب یہ حالت محمد انصاری نے اپنے بچے زاد علی بن بوطاہب سے تحصیل معاش کے لیے عہد
 ختم نہ کرنا اور اس سے کہا ہے علی ایک ان تمام مردوں کے لیے سنی معاش کر کے
 اور یہ اس میں یہ کام کروں گا میں نے عرض کیا کہ محمد انصاری آپ کی موجودگی مسجد میں
 قیام کا میں کی پیش رفت کے لیے بہت ضروری ہے اس کے علاوہ کوئی ان میں نہ تاکہ
 مسلمانوں کی کسی کام کے لیے آپ انصاری کے پاس نہ آتے ہوں اور اپنے ضروری مسائل آپ انصاری
 کے لئے پیش کرتے کہ ہوں۔ لہذا آپ درانداز مسجد میں رہیں و تعمیراتی کام کی نگرانی کریں
 اور مسلمانوں کے مسائل کا جواب دیں۔ میں آپ انصاری کی معاش کے لیے بھی کام کروں گا۔
 محمد انصاری نے علی کی یہ پیش گوئی قبول فرمائی۔ و غیرت قبیلہ اسام کے بچہ و محمد کام کے
 لیے نہ ہوا۔ لیکن یہ آپ خیار کریں کہ علی جو کار کرتے تھے وہ ان کے حوالہ
 سے ثابت ہوا۔

علی بھی مسجد محمد انصاری قبیلہ ہاشم سے تھے مگر مدینہ میں اپنی معاش کے لیے پانی بھر کر آیا
 نے تھے۔ مدینہ میں ایک شخص اس مکان پر تھا۔ علی پانی بھر کر آتے اور دوسرے مزدور
 قبیلہ کے لیے گارہ اور عیشیں تیار کرتے تھے۔ و غیرت قبیلہ اسام کے بچہ و محمد کام کے
 قیام کے لیے شام تک سوزاں پانی کا نام تک پہنچتے اور ہر روز پانی کے عوض ایک دانہ
 نچ سے زیادہ مزدوری میں معاشی۔ لہذا علی کی مزدوری وہ بھر میں سونے بھر میں ہوتی۔
 و محمد انصاری کی خدمت میں پیش کر دیتے اور خود کو دیتے۔ ایک مدت تک ان دونوں
 سوارانہ خود کو محمد انصاری بھر کر دیتے۔

ہجرت کر کے آئے تھے تعمیر ہو چکے تھے اس لیے کہ بن سب ہو کر نہ گئے تھے۔ یہ کہیں
 سے یہ ہوئے تھے اور مدینہ میں تبدیلی مشکل صورت میں رہا ہے تھے۔ نیز یہاں کی اس
 انوار سے کہ مسلمانوں میں غم ہو گیا تھا، شکر بھی تھے۔

لیکن انہی دنوں زبیر کی زوجہ نے کہ وہ مسلمان تھے ایک خوبصورت صحت مند بچہ کو ان
 دنوں کا نام عہد نہ رکھا گیا۔ مسلمان اس واقعہ پر خوش ہو گئے اور سمجھے کہ یہ بچہ انصاری
 مسلمان ہو گئے۔ مدینہ ہجرت کر کے آئے تھے تعمیر ہو چکے تھے۔ نیز یہاں کی اس
 فردہ کی ہر ایک مدنی مسلمان ایک کی مسلمان سے عہد اخوت ہانے اور اس کو اپنے گھر میں
 جگہ سے اور اپنے کام و تحصیل معاش کریں تاکہ کسی مسلمان کی مدنی بہتر وضع اختیار
 جائے اور وہ اپنے لیے جائے رہائش فراہم کر سکیں اور اس کاقل ہوں کہ اپنے پاؤں پر کھڑے
 ہو جائیں و مگر وہ (مسلمان مدینہ) سے جدا ہو کر رہ گئے۔

محمد انصاری کے کسٹم کو مدینہ میں نے سرور قبیلہ میں اور ۱۸۶ھ میں ہر فرد سے انصار
 نے عہد اخوت ہاندا اور ان کو اپنے گھروں میں سکونت کے لیے جگہ دی۔ خداوند نے سوار
 انصار کی بہت سے مسلمانوں کی قدر فرمائی۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآذَنُوا وَهُمْ لَا يُفْقِنُونَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآذَنُوا وَهُمْ لَا يُفْقِنُونَ
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآذَنُوا وَهُمْ لَا يُفْقِنُونَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآذَنُوا وَهُمْ لَا يُفْقِنُونَ
 کی انصاری نے مذکورہ معاش اور ہوا کی اور جن لوگوں نے انہیں مسکن فرمایا اور وہ
 کی وہ حقیقی مسلمانوں میں سے ہیں۔ خداوند انہیں سوار و مختار قرار دے گا اور ان کا
 رزق کشادہ کرے گا۔

مسلمان چونکہ مسجد کی تعمیر میں بھی حصہ لے رہے تھے، اس لیے عہد ختم کے بعد کام کو
 ترتیب اس طرح دیا گیا کہ ہر شخص جو کسی انصاری کے گھر میں رہتا، ایک دن مسجد میں ہجرت
 کام کرے اور دوسرے دن اپنی اور جس کے گھر میں رہتے ہوں اس کی معاش کے لیے کام کرے۔
 مسلمان مدینہ (انصار) انصاریوں نے ہر جہاں کو اپنے گھروں میں جگہ دی تھی، انصاریوں نے

انہی آیات میں خداوند نے یہودیوں اور عیسائیوں کو مخاطب کر کے کہا: ”تم نے قرآن
سمت کو پس دیا ہے تاکہ تمہیں کہ کوئی لوگ، رسول اللہ کی پیروی کر سکتے ہیں۔“ قبلہ کو پس
کر دو! خاص جو رسول اللہ خدا کی پیروی پر، اور جس کو نہ تم میں ہی آجودہ رہ جائیں۔

تو جس قدر کہ حکم خداوندی تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے کہ
مسلمت کل طور پر یہودیوں اور عیسائیوں سے جدا ہو گئے اور اسلام کو ان دو دینوں یا انھوں
دینوں یا انھوں سے علیحدہ کر دیا۔

اسلام دین خداوندی میں ایک عربی ظہور پر مبنی ہوا اور کبھی ایک خاتمہ عربی
قد تھے عربوں کے جدا جدا براہین اور ان کے فرقہ وارانہ عقائد سے پاک۔ جس وقت خداوند
حکم دیا کہ مسلمان اپنے ترغیب کی طرف سوا میں تو اس کے معنی یہ ہونے کہ بعد از ان
اسلام دین مسیحی و یہودی سے کوئی نیا دین نہیں رکھتا بلکہ اسلام ایک مشتق و کاشا میں ہے۔



اسلام کا پہلا اساسی قانون

و دہ سے قرآن میں امت اور نبی کا مشہور ہونا یہ ہے اور ہر عظیم ہونی اور مشیت سے
پیدا ہونے سے۔ وہی تھے حصول نے مشیت و مشیت سے پہلے حاکم کعبہ کی بنیاد رکھی، جہد ملت
پر اور اسباب میں اسلام کو تشکیل دیتی ہے اس کی مبادیات دین موعود و مشیت میں شامل ہو
کتی نہیں چٹک سکتی دین اسلام ملت برائے نبی محمد دین اسلام موعود و نبی دین عیسوی
سوی نہ ہو کہ اس میں کسی برتری پر بھی۔ یہودی کہتے تھے کہ یہی اسرائیلی دینا کے
دیکھ، ”قانون“ فقط یہودی ہی اس قانون میں کو خداوندات سے ہم حکم ہوں۔ لہذا دین یہودی
پارہ سے کام کا دین خداوندی نہ ملے۔

اس سبکی جو یہودی دین کی تشکیل کے لیے تھا، وہ بھی نہ نکیر۔ اور اگر دین اسلام جو
کلی طور پر موعود و نبی دین سے جدا ہو گیا اور جس نے اپنے مستقل قیام پایا اور اپنے خدا
موعود و نبی دین پر کھڑا ہوا اس کے اندر یہ وحدت رہی کہ دین کے کسی بھی خطہ میں رہنے
والے نہ ہوں۔ وہ کسی بھی رنگ و نسل کا موعود و نبی دین اسلام میں شامل ہو سکتا ہے۔

اور خصوصاً مسلمان جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے تو ان کے لیے کعبہ کی طرف
رہنا۔ نہ لڑ پڑنے سے حکم سے بہت ضرور تھے۔ اور ان کو یہ قیام عربوں کے لیے مقدس تھا۔
مسلمان نہ خدا سے ہجرت کر گئے تھے کعبہ کو موش کی گھونٹ کر سکتے تھے اس کے علاوہ تو ان کے لیے
بعد از ان کی آمد کے مسلمانوں نے گواہی اپنے خدا کی سنت پر عمل شروع کر دیا۔

و اولیت میں اسلام سے قبل ایک عقیدہ ”انفرت“ کے نام سے پڑھا جاتا تھا، جس میں
مسلما نہ نہ سنی اور ان کی شان میں کی جاتی تھی۔ جس بعد ان کی کو خداوند سے مسلمانوں
و خداوند پر پڑھنے کا حکم دیا، ہر مرتبہ جب وہ نماز پڑھتے تھے انھیں اپنے خدا، براہین اور

[illegible]

ہر خانہ اور خانچہ اور کھانا و سیرام میں سے فقہ و نسب نہ کہ شہر و مکتبہ تھیں۔ باقی ہمارا خاکہ ان

میں دوسرے افراد جن کی بیویاں مسلمان تھیں، اپنی نواہج کو مدینہ لے آئے۔ بیتونا
مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو گیا۔

مذہب لانے پر چھاپا انھیں نکلے مسلمانوں کے گھر لوگوں کو یہ عقل کرنے کے لیے
 انھیں دلی تھیں، انہیں ہر دفعہ کہہ دیا کہ انھیں یہ نہیں سمجھو کہ وہ کرم فیضی ہیں کوئی
 مسلمان کہ نہ کہیں رو کر کہتا: وہ جہاں جا چکیں، جہاں جا چکیں، جہاں جاتی ہیں۔

مکہ مدینہ کی تعمیر مکمل ہوجانے کے بعد مسکن چنے والی بچوں کو مکہ سے مدینہ لے آئے تو آپ ﷺ نے مدینہ شہر کے لیے پورا قانون اساسی وضع کیا۔

یہ تین اسی ہون نکات پر مشتمل تھ جو گھر کے اندر کی طرف سے تدارین ہوا (جنی یہ مثل بات قرآن میں نہیں ہے)

۱۰۔ نکاح میں سے انہیں مسلمانوں سے تعلق رکھنے تھے اور ساتھ ہی نکاح دوسرے
مذہب کے بھائی بھانجیوں کے لیے تھے اور یہودیوں کو اس پر مباح نہ تھا۔

۱۔ قانون اساسی کی اس طرح تدوین کی گئی کہ دوسرے ایوان کے چار دھار مسلمانوں کے حصہ تھے۔ میں زندگی بسر کر سکتے تھے اور ایک اپنے مذاہب و مذاہب کی بھڑائی میں آزادی، باہمی اس کے کوئی ایک دوسرے کے مذاہب۔

یہ قانون سہی ہجرت کے پہلے سال (۱۹۴۳ء) میں جب محمد علی جناح کو مدینہ ہجرت کیے گئے، سنا، دیکھا، پانڈہ ہوا۔

سومین کی بڑائی کا احساس ہوا (اس لیے کہ وہ نہ کھپکے نہ سامنے نہ ت کے والد پر بیڑے سے اٹھتی تھی اور نہ لوگ خود کو اس میں کی دے دے تھے) اور نہ ہی تکبر سے قہر ہوا۔
خیرین کی تکبر ہوئی تھی۔

محمد مصطفیٰ مسلمانوں کی دود سے سجدہ دینے کی تعمیر میں مشغول تھا۔ کے ساتھ ساتھ جو کہ کے جواریں چھوٹے چھوٹے گھر مسلمانوں کے لیے بنا رہے تھے۔

مسلمانوں میں سے بعض (شمسول وغیرہ سلام علیہ) نے مکہ سے ہجرت کے وقت پہلے اہل عبادت کو دیکھ کر کہیں چھوڑ دیا تھا۔ انہیں بھی یہ جواب دینا تھا کہ خدایاں ۔

مرہاد سے چنتہ ہوں۔ نیز خدایان کے افکار و رشت کی شاخوں کی طرح ہوتے ہیں۔ قرآن

مرض کا یہ جیسے ہاتھ بدن سے جدا ہو جائے۔ محمد ﷺ کا ارادہ تھا کہ اپنے خاندان کے افراد کو تکہ سے مدد نہ لے آئیں۔ لیکن اس سے قبل چھوٹے گھروں کی تعمیر مکمل ہونا ضروری تھی۔

خفا آپ ﷺ ایک دن ابو بکر کے ہمراہ عینہ کے ہزار میں گئے اور عینہ ماہِ شرمیزہ کر لیے۔ ان اوقلوں کی قیمت ابو بکرؓ نے لیا کی۔

خیر کے بعد ان کے پاس چھ انٹریاں آگئیں۔

ہے کہ مہری دہلیاں اور مہری جویاں سودا اور خانہ کدہ میں ہیں۔ بہ تم جادو اور افسیں اور ثواب :

اور وہ انہی چراماکن، زید کی بیوی کو بھی حرام قرار دیتے آتا۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے آپ کو کئی چار بیٹیاں ہیں ملامت اور مکرورہ بیٹی
منہ بان چاروں میں سے رقیہ اپنے شوہر عثمان کے ساتھ حیدر آباد چلی گئیں، لیکن باقی بیٹیاں
غیر حاضر ہیں۔

میں یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں ایسا لکھا ہوا ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ إِنَِّّي بِنِعْمَةِ رَبِّي لَكِنِّي لَأَكُونُ مِنَ
 الْخَاسِرِينَ وَ مِنْ تَحْتِهِ أَرْجِيهِمْ وَبِهِمْ أَمْنٌ مُقْتَصِدٌ وَ تَحْتِهِ يَسْتَفِهُ شَاةٌ فَ
 غَنِيَاتٌ بِهٖ "اگر وہ لوگ (یہودی، عیسائی) تورات و انجیل اور ان لوگوں پر عمل کریں
 جو خدا نے ان پر نازل فرمائے، تو ان لوگوں کا خدا کی نعمتوں سے اچھے سے پیچھے نہ
 رہیں و نہ ہوں اور کھائیں۔" (یہودیوں اور عیسائیوں) میں دیکھ لوگ ہیں جو خدا کی
 صفات کو اچھے سے نہیں جاننے دیتے۔ لیکن ان میں اکثریت بے ایمان و افسوس کی ہے۔

اس آیت کا ذکر کرنے سے انکار مستعد ہے کہ قانون اسی عہد میں تھا جن میں وہ
 اور امت کے پیچھے سے مشہور ہوا، ان کا کام کرتی ہے انہی طور۔ خود تو لیکن بڑا آیت آسانی
 ہیں کہ۔ سہلادتوں کے، یہاں میں سے کوئی بھی گھر لکھنے کی مش اور سے ادیان کی نسبت
 رہا۔ ان اور دعوت کا قائل نہیں گزرا۔ آپ ﷺ کی یہ ایک اہل کوشش تھی کہ دوسرے
 مذہب سے لوگ عہد میں مسلمانوں کے ساتھ پہلی دینی آزادی سے رہ سکتے ہیں۔ عرب
 ان میں سے بھی ایسا ہو گیا کہ کوئی ان کے مزاحم نہ ہوگا۔ گھر لکھنا چاہتے تھے کہ ان کا مذہب آزادی
 اور مسلمان پر ستور رہا ہے اس لیے ہمیں دوسرے مذاہب سے کوئی خوف و بیم نہیں تھا۔
 جس سے دین اسلام دوسروں پر اپنی فی پاشی کرے لیکن دوسرے دین اسلام پر کوئی اثر نہیں
 چھوڑ سکتے۔ ہم نے ذکر کیا ہے کہ اس قانون اساسی کی مجلس شقیں مسلمانوں سے متعلق ہیں
 "اس مجلس شقیں دوسرے مذاہب کے ہر کاروں کے بارے میں ہیں۔"

نئی اذان و دوم میں مدینہ کے قبائل کے نام ذکر کرنے کے بعد محمد ﷺ و پیغمبر اسلام نے
 فرمایا: "موسلمین، میں سمجھتی تھیں کہ ان میں سے کسی ایک پر عہد نامے کے بعد کی دوسرے
 داریوں کا جو عہد اٹکا پڑے کہ اس کی کفری ٹوٹ جائے۔"

موسلمین کا یہ فرض ہے کہ وہ ہمیشہ قلب کے ساتھ ہر مسلمان کی بھاری ذمہ داریوں مثلاً فدایہ
 نامہ و خان بہا کی ادائیگی میں مدد کریں۔

قانون اساسی کے مطابق مدینہ شریف کے ۱۰۹ ہر قبیلہ ہمارے تھا کہ بڑی دینی قدرتی حق
 کرے۔ کوئی شخص اس میں نہیں کر سکتا تھا کہ اسے اپنے دینی دھرم کی داغ بیل کر دے۔
 لیکن قوم مختلف دین کے ہر کاروں مدینہ کے شہری تھے، ہر کام ایک ہی پر فرض ہوا۔
 مدینہ پر عہد کی صورت میں، ہم لکھ کر اپنی قوت کو ان کی حیرت ڈالنے کے لیے مستعمل کریں۔
 اس کے قانون اساسی کا مواد جو محمد ﷺ نے مدینہ میں منع کیا، وہ انہی کی دیکھیں کے ساتھ پیش
 کر سکتے ہیں۔ ہمیں یہ بتانا چاہیے کہ اس قانون اساسی میں جو تمام مذاہب و ادیان
 کی ہے وہ قرآن سے الگ الگ طور پر مذکور کی ہے۔ صادقاً سورتہ قرآنیہ آیت ۶۲ میں فرماتا ہے
 وَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا وَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا
 اَلَا تَرَىٰ اَنَّہُمْ یُخْرِجُہُمْ مِنْہٗ یَتَذَكَّرُوْنَ اَمْ لَہُمْ اَلَا حُفُوْلٌ عَلَیْہِمْ وَلَا تَحْمِلُوْا حِمْلَہُمْ
 جتنی "وہ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی، عیسائی اور صابی ہو چکے ہیں ان میں سے تم
 بھی مدد پر ایمان رکھتے ہو اور ہر بڑا ہمیشہ رکھتے ہو اور انھوں نے مدد حاصل کیے
 ہوں، ان سے تم نے کچھ پاس ہے اور ان کی خوف نہیں اور ان میں کوئی غم نہیں ہوتا ہے۔"
 صابین جن کا آیت مذکورہ میں ذکر آتا ہے وہ لوگ تھے جو ستاروں و فرشتوں کی پرستش
 کرتے تھے ورنہ پرانے عقیدہ رکھتے تھے۔

جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہے، خداوند نے یہودیوں، عیسائیوں حتی کہ صابین کو بھی
 اپنی رحمت کے سایہ سے غلام نہیں کیا، بشرطیکہ ان میں رکھتے ہوں، اور صابین کرتے ہوں
 یعنی ان کا ایمان واقعی ہو نہ کہ ریا کارانہ۔ "خداوند یک درت سورتہ مائدہ کی آیت ۹۶ میں آیت

۱۔ اس آیت سے امدت دینا کا تسلیم ہرگز نہیں تھا۔ مذہب کے ساتھ ہی مذاہب میں ۱۰۶۵
 ہے اور ہر دو نصاریٰ اور صابین کی انفرادی تجارت بھی تو حلال اور رسالت محمدی ﷺ سے
 دوسرے سے مشروط ہے جیسا کہ سورتہ صافات میں اس آیت ۸۵ سے کہ "جو شخص ایمان دہانے
 ملا وہ کسی اور دین کو نہ مانا جائے تو وہ اس سے ہر قسم کو نہیں کیا جائے گا۔" نیز یہ سورتہ بقرہ
 ہے "جو شخص ایمان لائے وہ ان کی ہے۔" (مسلم، کتاب الدین، ج ۱، ص ۱۰۴)۔

اسلام سے قبل جب کہ کرم ذکر کر چکے ہیں، ارمان میں ہر فرد قبیحہ کا مصروف۔ مگر وہ قتل کر دیتا تو خون بہا کی ادا کی گئی اور داری قبیحہ پر ہوتی تھی۔

محمد ﷺ نے اسلام میں سب کو ساری قرار دیا اور قبیلہ کے تعصب اور اس سے وابستگی سے بچا، سب امتیازات بھی مٹا دیے۔

مگر قانون ساری کے تحت نہ امتیازات کی جگہ ایک اور امتیاز نے لے لی، یعنی نسب کا مومن ہونا اور اسلام سلسلے سے وابستہ ہونا۔

اگر ایک شخص جو امت کا رکن یعنی مسلمان ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے اور حریف اس کی آزادی کے لیے فدیہ دے چکے ہیں تو ہم مسلمان اس کا فدیہ لے کر کسے سے آزاد کر سکتے ہیں۔ اور اگر وہ مسلمان کسی شخص کو قتل کرے (جسٹیکہ یہ قتل جہالت نہ ہو) تو مسلمان پامال کر خوش بہادری کریں۔

شق (۱۳) قانون اساسی اس طرح ہے:

ہر گاہ کوئی مومن گرفتار قلم نہ جہالت کرے یا کسی کا حق چور کرے یا مومنین میں حقد پیدا کرے، شق دہم میں جہالت اسے حاصل ہے اس سے محروم ہو جائے گا۔ اس نوعیت کے مواقع پر ہم مسلمانوں کا ہاتھ اسے نہ دینے کے لیے اٹھیں، گاہا جہالت ہو، ان میں سے کسی کا پتہ نہ ہو۔ شق (۵) قانون ساری میں مرقوم ہے

ایک فقیر ترین مومن کا حق ایک فنی ترین مسلمان کے حق کے مساوی ہے۔

شق (۱۶) میں قاتل کی پابندی لکھا ہے۔

جو کوئی مہاتمل کا ارتکاب کرے، پس قتل کیا جودہ اور کسی کو قتل نہیں پہنچتا کہ ایک قاتل کی حمایت کرے۔

شق (۲۳) میں مذکور ہے "ہر لڑکے کو شکلات یا خداسے رجوع کرو اور اسے لڑکھنڈا خدا یعنی خلیفہ علیہ السلام خدشات کو حل کرو" شق (۲۶) میں لکھا ہے

یہودیوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی دینی تقدیر کی حفاظت کریں اور مسلمان اپنے دین کی تجدید دی کریں۔ اس شخص کی ہمت جو اس کے سوا دین کا ہیں یہ ت کی بنا میں ہیں، اسی ترتیب سے عمل ہوگا۔

۱۰۔ آقاؐ نے پانچ دینوں کے متعلق گزشتہ ابواب میں توضیح کر دی تھی ہے۔

ایک اور شق میں لکھا ہوا ہے

خیر جو یہودیوں کے ذمہ ہوگا وہ خود ادا کریں گے اور جو خیر مسلمانوں کے ذمہ ہوگا اس کی ادائیگی مسلمان کریں گے۔ جو کوئی اس نوشتہ کے برخلاف عمل کرے گا یہودی اور مسلمان مل کر اس سے جنگ کریں گے۔ مسلمان اور یہودی مختلف ہیں کہ ایک دوسرے سے ٹیکہ نہ لگائیں اور پانچ دینوں سے تجاوز نہ کریں۔

شق (۳۳) میں مرقوم ہے:

ساکنین ہند (مسلمان اور یہودی) افریقہ قریش اور اس کے حلیوں کی حمایت کا ارتکاب ہرگز نہیں کریں گے۔

اس شق میں قبیحہ قریش سے دو لوگ مرد ہیں جو خود میں مسلمانوں کو گناہ پہنچاتے ہیں اور اسلام قبول نہیں کرتے۔

ایک اور شق قانون اساسی یہ ہے

کہ ہر مذہب شہر ہند (حزب) محرم تصور ہوگی اور اس میں حد نہ لگائی جائے گی۔

ہند کے تمام اس قانون اساسی سے خوش ہوئے، اس لیے کہ اس قانون کی وجہ سے ہند کے رہنے والے سب افراد کی حیثیت مساوی ہو گئی تھی۔

عرب جو ہند میں زندگی بسر کرتے تھے، تمام مسلمان تھے، اب محمد ﷺ نے اور اس کا کردار کر کر انہوں نے انھیں ماضی گمراہ کیا ہے۔

مناہین بر خلاف اس کے بعض مذہبوں نے تھوڑی مخالفت اسلام کے سختی میں

مصرات جانے پر ممکن ہے اور ٹیل کی حد کریں۔
بوسہ چاکر ہوں گے اور اس کو گرفتار کر کے فریٹل کے حوالے کریں گے۔ لیکن یہ وعدہ رہا۔

قریش نے جب دیکھا کہ تینوں شعور کا نتیجہ مسبب حقائق نہیں تو انہوں نے ارادہ کیا کہ محمد ﷺ کے خلاف اقتصادی جنگ کا آغاز کیا جائے۔

قریش سب تاجر تھے اور ایک تاجر کا مؤثر ترین تھیں، اقتصادی جنگ کی ہولناکی سے حس
سیر اقتصادی ماحولہ سازی کرتا ہے۔

قریش دس قبیلوں پر مشتمل تھے اور تمام انہوں نے جوہنہ سے عرب کے تہذیبی، دستور پر
کاغزوہ کیا تھا۔ یہ سب ۱۱۰ء میں کاکہ انصاری حاکمہ کو نے کی پڑاؤ میں تھے کہ کسی قسم کی
مدد نہ مل سکی تھیں۔

اگر یہاں واقعہ نگاروں کو پیش نظر ہوتا تو وہ سب جھوٹے مہرچاہے، اس لیے کہ مذکور
ذراعت نہیں تھی مگر یہ کہ علاقہ سرسبز تھا وہاں سے انان مذکورہ "ٹانگیں" بھی مل سکتے
ہوگوں کو کٹوری پیش آتی تھی۔ کھانے پینے کی چیزوں کے فراغ بہت بند ہو گئے تھے۔

وٹھیر سلام اللہ علیہ سب سے بڑی کمزوری ہے جسے اس تصانیف کا صریح سے بہت متاثر و غور مند ہے اس لیے کہ وہ انہیں کرتے تھے کہ قرآن صرف میری ذات سے انہیں کی وجہ سے یاد ہے شیعوں کے لوگوں کو انہوں نے یاد ہے۔

مختبر اسلام کھانا چاندنی باڑی مارو زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا گھر کھجور
 شام اور چائے سے بنا ہوا تھا۔ اس خیمے سے کہ گزرنے والوں کی تعداد خانا کا نام
 پڑا۔ کھجور کے حلقہ پر کھانا لگا دی گئی تھی۔ مختبر اسلام کھانا سے گھر میں بھڑکی ایک کھول
 پھٹی ہوئی تھی جس پر سوڑے گھی تھے اور اسے دسترخوان کا کام دیتے۔ ان کی خوراک نہ
 کہ روٹی تھی نہ کھجور بلکہ لیکن بھی کھجور، کھانا کھا کر کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ زوجہ خیر علیہ السلام فرماتی ہیں جب مدینہ انصاری محصور میں تھے کہنے پہنے کی شے کی قیمتیں بہت زیادہ کی گئیں۔ ہر گھر میں پکانے کے لیے مٹی نہیں

جہاں جیسے اس لیے کہ پکانے کے لیے کچھ تھیں اور کبھی اور ۴۵ روٹی نہیں کھائی تھی۔

مذہب اسلام ﷺ کے گھر میں چاہی جس گھر چاہی آپ ﷺ گھر کے کام کا بی بی عاتقہ فرماتے گھر میں چھ روز سے بیٹے۔ جب انکی گھر میں کچھ پکانے کے لیے ہوتا تو چاہے میں میں جادے۔ اس گھر کی بچی خدیجہ اسم کی بی بی (اس) ہوتی تھی اور چنگا مل خانہ کو کبھی گوشت کھانے کی بھی خوش ہوتی تھی لہذا انکی بھی اس گھر میں گوشت پکائی جاتی تھی۔

مختبر اسامیہ لفظ ہاں ہاں خود ہی کی جتنے جتنا خود چاہیے یا مرمت کر لیتے اور چونکہ طبیعت میں بہت نکشت تھی، پہے لپس کو خود ہی دھوپتے۔ مسوک ہر روز کا مضمون تھا۔ آپ ﷺ کا قول ہے کہ ”مطالک آدھا ایمان ہے۔“

مختبر اسلام اور مصلحت کی زندگی میں اگر کسی قسم کی شائبہ و شک کو دیکھ لیں تو اسے صرف تو یہ کہہ کر برا جان کر فراموش کر دے کہ ہمارے ہاں صرف یہی سچا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ایک چیز بھی جو شائبہ و شک کی قہر میں آئی ہو۔

”پہلے در آپ اللہ کی ازواجِ مطہرات سب کجھو کی نی سوئی چٹائی پر بیٹھتے تھے اور دسترخوان بھی کجھو کے چاروں گائی (table) تھا۔“

جب اقتصادی بحران شدت اختیار کر گیا، درجوں کو کم کرنے کی شیعہ کی دستبرد میں مشکل آئی تو محمد تقی خان مظہر مسلم تھے، مجبور ہو کر ایک سیاسی راہ راہ (محرک) کے ذریعہ ملک میں پچھلے سریش کو واپس لے کر لیں۔ جس دن سے زہاد میں درجہ واپس آتی ہے، ایک راہ راہ کی راہ میں ایک طرف کے مقابلہ میں دوسری طرف کی ہوتی ہے، ایک سو اسے دوسرے سے بچے۔

تاریخ کے آغاز سے آج تک رییس حکومت کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا
کہ دُشمن کا مقابلہ کرے میں اس دور میں میں سے کسی ایک سے کام لے۔ بالکل اسی طرح
جیسے "تاریخ" سے آج تک ہر دہائی میں جس جگہ جگہ ہوتا ہے کہ سوئی دھماکہ اور
تفجرات کا سلسلہ تیار کر کے کوئی دوسرا طریقہ پاس دھڑکی کے لیے بنی ہوئی ہیں۔

محمد ﷺ نے سوچ کر قریش سے سیاسی مقابلہ بہت مشکل ہے لہذا دوسرے طریقہ میں جنگ کو ترجیح دی اور ارادہ کر لیا کہ اب کھوار عیلام سے لگائی ہوئی۔

ایک عرب شاعر نے کھوار کی یہی قرینہ لکھی ہے۔

لوہار سے تھیں سرخ کے پر کی طرح لپکدا اور مائٹ سنگ صاف تیار ہے
وہ ایک دلیر جنگجو کی روح بھی تم میں رکھ دی ہے۔ اور تیری آواز کسی ہے جیسے کون
چشمہ بہرہا ہو یا کوئی سانپ پھٹکار رہا ہو۔

سن دن کے بعد آپ ﷺ نے قریہ کر لیا کہ جہاں لازم ہو وہاں کی رہش کھوار کا استقبال کرتا ہوگا۔



اقتصادی اور تجارتی محاصرے کا جواب

بہتر ﷺ اسلام سے قریش کو بیچارہ سمجھو یا 'چند حکمت نے مدینہ کا اقتصادی ہی صہرہ کیا ہوا ہے۔ اس لیے اس کے بعد تمہارے کاروباروں کو تجارت نہیں کے وہ مسلمانوں کے علاقہ سے گزر رہی اور اگر تم نے ایسی کوشش کی تو حیم حراست کر دی گئے۔'

اس فوج کے بعد محمد ﷺ نے پانچ سو مسلمانوں کو روک کر ان کا انتخاب کیا اور ان کی کن حراہ دے دی۔ جو کہ اپنے وقت کے لڑتے تھے۔

پانچ سو افراد میں سے کوئی بھی تجھ وہاں نہیں تھا اور یہ سب مہاجر تھے۔ ان کے پاس گھوڑے نہیں تھے، ہاتھ نہ تھے محمد ﷺ جانتے تھے کہ گھوڑا جنگی امور میں اہمیت سے بہتر ہے۔

مسلمان مالدار نہیں تھے کہ گھوڑے خرید کر رضا کاروں کو فراہم کرتے۔ جزیہ نماے عرب میں ایک حد نامہ تھا ہے۔ جو کہ علاقہ بنجر و صحرائی پٹ پر مشتمل اور شانہ جنوبی ایک ہزار کو مقرر ہو چکا ہے اور یہ علاقہ نہ پڑاؤ نہ پھاڑی ہے۔

مرز میں قیام میں دین کے بہترین گھوڑے پائے جاتے ہیں۔ یہاں کا عربی گھوڑا دوزخ میں بنا جاتی نہیں رکھتا۔ اس میں بھی گھوڑا ایک جیسا اور ت کچھ جاتا ہے اور سب لوگ اس کی فائدے کے تحمل نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ گھوڑا صحرائی زندگی میں گزار سکتا۔ بھوک اور تشنگی کو برداشت سے ماور ہے۔ جب کبھی عربوں کی خواہش ہوتی کہ گھوڑوں کو صحرائی جنگ سے بچائیں تو وہ مجبور ہوتے تھے کہ اضافی لوگوں پر ان کے بچے پانی وغیرہ، دیکر کاٹیں تا کہ گھوڑے صحرائی جگہ کے بچے نہ رہیں۔ یہی بنا پر گھوڑے کا استعمال تھا۔ لیکن ان سے متعلق تھا بلکہ اس کے لیے لوگوں کے ذریعے پانی وغیرہ ان کی حس و عقل بھی ایک دوسرے دانت صحرائی جنگ کا نئے درجہ دیوں کا کرم بھی ہے مدد کو تسکین دے لیتا ہے اور

مگر چند روز میں ایک مرتبہ بھی پانی نہ لے اور اگر کسی جگہ بڑا میسر آجائے تو اسے چند دن بھی پانی پینے کی احتیاج نہیں بنتی۔

اس کی کاروان کے ساتھ گھوڑے ہوتے، پانی کی کوئی واقعہ ہونے کی صورت میں کارواں والے مجبور ہو جاتے کہ اپنے حصہ کا پانی بھی گھوڑوں کے لیے مخصوص کر لیں۔ کیوں کہ انھیں علم تھا کہ گھوڑا بھی راشت کرنے پر قادر نہیں، لیکن جب میدان کاروان میں پہنچتا تو گھوڑا یکے بعد دیگرے سوئی ثابت ہوتا۔ سوئی دے جانوروں میں سے کوئی بھی گھوڑے کی سرعت و درجہ تیز داری نہیں رکھتا۔

عربوں کی روایات میں مذکور ہے۔

خدا نے جب آدم کو پیدا کیا تو اسے تمام جانوروں کا حکم دیا کہ جسے چاہو کھاؤ۔ مگر آدم نے ان سب میں سے گھوڑے کو پسند کر لیا۔ طے دیا کہ آدم کے انتخاب پر وحی ہو، اس لیے کہ خدا بھی گھوڑے کو دوسرے جانوروں پر ترجیح دیتا تھا۔ عرب شعر گھوڑے کی تعریف میں کہتے ہیں کہ کوئی ایسی صورت و صفت نہیں ہے جس کے گھوڑے سے گھوڑے کے بالوں سے کم ہوں، کیا تم نے کوئی ایسی صورت دیکھی ہے جس کی آنکھیں میرے گھوڑے کی آنکھوں سے روشن تر ہوں؟ کوئی ایسی صورت وجود میں نہ تھی جو (میدان جنگ میں) میرے گھوڑے کی سی نہ تھی۔ یہی دلیل تھی کہ تمام جانور اپنا اپنا کھانا کھاتے ہیں۔

حرفہ اور دوسرے پائیس ریشہ کا گھوڑے نہ ہونے کی وجہ سے ممکن تھے، وہ اپنے تھے کہ گھوڑے سواری میں ہوتے تو وہ پائیز بہتر طور پر انجام دے سکتے تھے۔

جیسا کہ یکے بعد دیگرے میں کہا گیا ہے۔

برسلمان پانی کا پانی دیکھ کر گھوڑے اور ہادہ پرورش کرے اور گھوڑوں کو ہرگز مشت نہ کریں۔ گھوڑوں کی پرورش سے منظور یہ ہے کہ اس مفید و نایاب جانور کی نسل بڑھے۔

حرفہ اور ان کے دست کی گھبراہٹ میں خود بخود دیکھا وہ بخیرا امر اور مدینہ کے درمیان کا علاقہ تھا، جس کا عرض ۳۰ میل تھا۔ ان کے کاروان مجبور تھے کہ اس علاقہ سے گزریں۔

تین شروع ہونے کے چند روز بعد ہی مذکورہ کاروان دیکھا گیا اور چند ہی عرصہ میں اس کاروان کا سارا پرانہ ہو گیا ہے جو سب اہل علاقہ کا سب سے بڑا شہر ہے۔

اس واقعہ کو جانچنے والے کوئی کاروان پتا تھا جس نے خطبہ خطبہ کے سر کی قیمت مقرر کی تھی۔ اس سے پہلے خطبہ کے سر کو اچھڑی میں دیکھا تھا کہ وہ قیمت کرم رہا تھی۔

اساتوں کو جب معلوم ہو کہ وہ چھل ریش کاروان ہے تو وہ وعدہ کے لیے تیار ہو گئے۔ اس واقعہ پر اس علاقہ کے قیدی کا ریش (جہاں سے کارواں گزر رہا تھا) کہ اس کا ریش صرف قیدیوں سے لیا اور حروف سے کہا کہ کاروان پر وعدہ کرے گا۔ ہاں۔ اس لیے کہ ہاں قیدیوں سے

قریش سے وعدہ کیا جائے گا کہ قریش کے کاروان بطور کسی وغیرہ کے ہاں سے علاقہ سے گزر جائے گا۔ ہاں۔ ہم خود قریش کے کاروان کو پیش کرے گا اور نہ کسی کو اس پر وعدہ کرنے کی

صورت دیں گے کہ وہ ہاں سے علاقہ میں قاتلوں کو ہدف بنائے۔ اس وعدہ اور صحت کے اس امر قریش کے کاروانوں سے اس میں اور توجہ دیا (حراج) ہوا کرتے ہیں۔

محمد بن عمرو نے کہا، یہی وہ وعدہ تھا جس نے مدینہ سے بھی ہے۔ مدینہ کے کاروان بھی میری خبر کے ہمارے علاقہ سے گزر سکتے ہیں اور ہم کسی کو اجازت نہیں دیں گے کہ ان حرام ہوں۔ اس کے کوئی کہ ہم مدینہ والوں سے جانچنے والے ہیں، ہم جہد کے پابند ہیں کہ

ہم کے قاتلوں کی حفاظت کریں۔ ہر جہد ہاں قاتلوں مقدس ہے اس کا احترام ہونا چاہیے۔

حرفہ اور عرب جسے اس سے ہاتھ نہ کھینچیں وہی نہیں کی جانکتی اور اگر نہ سے کاروان پر وعدہ کیا تو ایک خاص قیدی سے جنگ کرنی ہوگی، دوسرے آئندہ اس علاقہ سے مدینہ کے قاتلوں کا گزرنا عمل ہو جائے گا۔

یہ چھل سے مذکورہ واقعہ کہ یہ وعدہ کیا گیا۔ قریش نے اس واقعہ کو کوئی اہمیت نہ دی اور یہ میرا ہی کہ آئندہ قاتلوں کو حفاظتی دستوں کی مدد سے مدینہ کے علاقہ سے گزرا رہی ہے۔

مگر کوئی قاتلوں سے دست ہوتا تو مذکورہ اس واقعہ سے نہ گزرتے۔ لیکن قاتلوں سے دست نہ ہونے

کی وجہ سے مجبوراً انھیں اس جنگ میں نہ گزرا پتا تھا یعنی مدینہ اور مسند کے درمیان کا علاقہ۔

محمد ﷺ کی پیش نظر کردی ہوئی کیوں کہ ہم خود کو عقل مند سمجھتے ہیں، نقد موجد کو بہت سببوں کے لیے کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ لیکن ہدایتی عربوں نے محمد ﷺ کی پیش کش قبول کی۔ یہاں ہو گئے کہ وہ کہاں نہ گئے جو منفعت حاصل ہوتی ہے اس سے صرف نظر کریں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔

حضرت ایش عربوں کی تحریک کی رودادہ جسے ایک تو قرآن کی بہت سے متعلقیات کہ جو سورۃ المدھر میں ہیں۔ اس سورۃ کی ۱۲ آیت میں خداوند نے فرمایا ہے

﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا سَبِيلًا خَيْرًا لِّلَّذِينَ هُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ هُمْ بَرِّئُونَ﴾
خداوند اس عمل کی پاداش میں انھیں جنت عطا فرمائے گا اور بری (برہمن) پست ہے۔

اور آیت ۱۳ میں فرمایا

﴿مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِنَّا لَا نَبْرَأُ لَهُمْ أَشْيَاءَ﴾
بہشت میں جائیں گے۔ وہاں وہ مسکریں پر تکیہ لگائے ہوں گے اور وہاں انھیں کسی کا سامنا ہوگا اور شہر دی جائے گا۔

اور آیت ۱۴ میں فرمایا

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ﴾
کے سامنے یہ ہے جو ایمان لائے ہوں گے اور ان کے اعمال صالحہ ہوں گے۔

ان آیت کی لغت کا یہ عربی ادراک نہیں کر سکتے۔ فقہ ایک عرب کچھ مسئلہ ہے کہ چند لوگوں میں کس قدر نصیحت سے کام لیا گیا ہے۔ جب خوش الحانی سے سے چاہا جائے عرب صحرا، انھیں جو فخر و عجب شایع ہے اور نصیحت کا ادراک رکھتا ہے، کام کی زندگی پر چنگلی سے منہ ہوتا تھا۔ نہ کہ کام اس کی روح میں اس طرح جک پڑتا ہے کہ ان فراموش کہ اس کے لیے کس ہوتا ہے۔ آیت ۱۵ میں فرمایا ہے

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ﴾
میں لوگوں کی خدمت کے لیے طاق (خدمت کار) موجدوں کے کہ ہمیشہ جو

میں نے اور تو (محمد ﷺ) اگر ان پر چڑھا کرے تو تصور کرے گا کہ یہ جان ماند موتوں کے ہیں، تارہ صدف سے لگے دیکھتے ہوئے۔ (المدھر ۶: ۱۴)

مگر اہل بیت۔ اہل بیت جو سورۃ المدھر میں بہشت کی نعمتوں سے متعلق ہیں اور اسی طرح قرآن کی راہنہ سہاں اس موجدوں سے متعلق آیت بیان کی جائیں تو یہ طول پکڑ جائے گا۔ چونکہ یہ موجدوں نے اہل بیت قرآن اور محمد ﷺ کی شخصیت کے بہت ہیبت کا حال سے، ہم اگلے صفحات میں اس پر مزید بحث کریں گے۔

محمد ﷺ کی قابل کمالوں سے تھک کر نے کے لیے سب سے بڑا مصداق اس کے ساتھ ساتھ اس کے لیے سب سے بڑا۔ اس موجد اس چھٹی سی فوج کے کماندار اور محمد ﷺ تھے اور اس کی مسکنوں کے پاس گھوڑے نہیں تھے۔ بلکہ اونٹن پر ہی اس تھے۔

محمد ﷺ نے سب سے بڑا کر قبیلہ بشار کے علاقے کی طرف بڑھے۔

قبیلہ غدار پہلے قید تھا جس نے اسلام قبول کیا۔

اس بار سے اس میں سب سے بڑا غدار کی کہ ایک راہزن تھے، اپنے محل پر پشیمان ہو کر جاس لائے تھے اور راہزن پر چھوڑ دی تھی۔ محمد ﷺ نے انھیں قید میں دھن بھون دیا تھا کہ وہ پے تھکے۔ سام کی دعوت دیں۔ اس دن اس کی مدت میں تمام قید (غدار) اسمیں ہو چکا تھا۔ یہی ترک کر دی تھی۔

قید مند فاسک مدینہ دروغ کا درمیانی علاقہ تھا۔ محمد ﷺ نے اس کے کہ غداروں سے اپنے سبب نہیں۔ سب سے بڑا "ابوہ" نامی ایک مقام پر توقف فرمایا۔ اس سے کہ وہ وہ خود (بہشت) کی قبروں تھی۔ پیغمبر اسلام ﷺ جب وہاں کی قبر کے نزدیک پہنچے تو ان سے "تھے۔

مسلم۔ انھیں علم تھا کہ آپ ﷺ کی والدہ یہاں مدفون ہیں۔ مکہ دوری طبع رکھتے۔ وہ قبر میں تھے۔ وہ بھی رضا کاروں کے دست میں شامل تھے، آپ ﷺ کے ساتھ قبر تک گئے۔ محمد ﷺ نے متعلق دوزخ ہونے، قبر پر سر رکھ اور رو پڑے۔ اس تاریخ تک والدہ

مصر میں ہو تھا۔ قید و غم پر غور، یہاں کی ایک شایع شاعر ہوتا تھا۔ محمد بن خلف نے وہاں ایک ہفتہ تک قید کیا اور قید کے سر کردہ لوگوں سے لڑاکا کرتے تھے۔

یہ ہفتہ کے لڑاکاات میں جو قید کے سر کردہ لوگوں سے ہونے لگا، عید کی بات بھی کرنا لگیں اور اس کے نتیجہ میں بیچ بچان دفائی دوں (محمد بن خلف اور قید جوہر) کے درمیان ٹھک گیا۔ اس بیچان میں محمد فرجاد خداوند اور صدیقوں کے بغیر بن خلف سے یہ کہ سہلان قید و غم پر غور، یہاں کی ایک شایع شاعر ہوتا تھا۔ محمد بن خلف نے وہاں ایک ہفتہ تک قید کیا اور قید کے سر کردہ لوگوں سے لڑاکا کرتے تھے۔

یہاں کے مطابق قید (جوہر) یہاں کی ایک شایع شاعر ہوتا تھا۔ محمد بن خلف نے وہاں ایک ہفتہ تک قید کیا اور قید کے سر کردہ لوگوں سے لڑاکا کرتے تھے۔

یہاں کے مطابق قید (جوہر) یہاں کی ایک شایع شاعر ہوتا تھا۔ محمد بن خلف نے وہاں ایک ہفتہ تک قید کیا اور قید کے سر کردہ لوگوں سے لڑاکا کرتے تھے۔

یہاں کے مطابق قید (جوہر) یہاں کی ایک شایع شاعر ہوتا تھا۔ محمد بن خلف نے وہاں ایک ہفتہ تک قید کیا اور قید کے سر کردہ لوگوں سے لڑاکا کرتے تھے۔

محمد بن خلف نے وہاں ایک ہفتہ تک قید کیا اور قید کے سر کردہ لوگوں سے لڑاکا کرتے تھے۔

محمد بن خلف نے وہاں ایک ہفتہ تک قید کیا اور قید کے سر کردہ لوگوں سے لڑاکا کرتے تھے۔

محمد بن خلف نے وہاں ایک ہفتہ تک قید کیا اور قید کے سر کردہ لوگوں سے لڑاکا کرتے تھے۔

محمد بن خلف نے وہاں ایک ہفتہ تک قید کیا اور قید کے سر کردہ لوگوں سے لڑاکا کرتے تھے۔

محمد بن خلف نے وہاں ایک ہفتہ تک قید کیا اور قید کے سر کردہ لوگوں سے لڑاکا کرتے تھے۔

محمد بن خلف نے وہاں ایک ہفتہ تک قید کیا اور قید کے سر کردہ لوگوں سے لڑاکا کرتے تھے۔

کے عوض بیچ دینے ایک سو دو جو نساں کے لیے ہر جہت نقل و حرکت ہے۔

اس میں کسی تکمیل کے بعد آپ ﷺ قید عمار کی طرف حاکم سفر ہوئے، جس کے اور حکم و ارادہ کے منک اور غیرت اور جرجن مسلمان تھے قید عمار کی بھی موجود ہے، اگرش نارنس (معرافہ بہ دانش آفرین) کی یہی جنگ عظیم میں خوش فہم کی کراروں کی ایک قسم، ملکیت قائم کرے اور وہ اس جنگ کے دوران قبیلہ عمار کے علاقہ میں سکوت پذیر رہا۔

کرکلی راس کے اپنی ۱۲۰ فٹوں میں لکھا ہے کہ ہونفرا بھی صحیح دینی روح اور اخلاق رکھتے ہیں جو اہل اسلام میں تھا۔ وہ یہ کہ وہ خیر رکھیں گے یا سید کو جو کچھ کو صدق و پناہ میں گئے یا نہ گئے کہ اس کی عملی زندگی میں اس طرح کے چٹاؤں میں کوئی درمیانی راستہ نہیں۔ کرکلی قید عمار کو حدی قائل میں سے ایک خاص ترین قید لکھتا ہے، اور ظاہر قیدین رملہ میں چنگیز مانتقت کا اقتدار تھا، یہ ٹوک لکلی ز اسلام ہا میں تھے۔ بعد اس میں ہر روز ہر پانچ روز ہر گھر اس کے خیال میں بھی کسی نہیں گرا کر کسی کا حق و پائیں یا کسی پر عظیم کریں۔

قید عمار کے افراد اسلام سولی کی بجائے آدھی میں اس قدر واقعی اور سخت گیر تھے کہ اگر اس میں سے کوئی مرتکب نہ ہوتا، رافو، پٹیر، کلہ، حمام کے پاس چلے جاتا اور عمارت بنا کر پائیں اس کے کوئی اور فرد اس کے گناہ سے مطمئن ہو قید عمار کے سرداروں میں سے ایک قطعی مسلمان ہونے کے بعد ایک گھنٹہ (شادی شدہ عورت) سے راکار عکب ہو۔ کسی شخص نے بھی اس سے عمل کو نہیں دیکھا تھا کہ اس پر حد و شرک لگائی جائیں۔ اور اگر کوئی ایک فرد نے بھی جیتا اور قسمت لگا، پتا پھر بھی کافی دیر کیوں کہ چار افراد کی شدت و کراہی کا انہوں سے اس سردار اور جہت کو نہا کرتے ہوئے دیکھا ہے جب ہر جم کے لیے جہت مکمل ہوتی۔ لیکن

ہر جم کی حد و راز ہی ملکیت کی تکمیل ایک راز ہی مسلمانوں کے خلاف عرب قید اور

میں۔ راکار عکب کیا تھا اس پر کوئی شہ نہیں تھا۔ اسے یہ بھی علم تھا کہ سنگر کر دیا جائے گا کہوں۔ ہر فرد ایک حصہ ہے، راکار عکب ہوا، یہاں اور مسلمانوں میں اس کی سزا سنگر کرنا ہے۔ انہیں بغیر غلہ کی خدمت میں حاضر ہو اور عمار کی جگہ سے یہ گناہ ہو ہے، مجھے مری گئے ہیں جب تحقیق کر کے کسی کے دماغ میں فعل نہیں ہے اور وہ اس پر جانگی کی۔ اسے خود بخود نہیں کر دیا تو اسے سرزد کی۔

یہ سرتاب ایک جنگ کے موقع پر عماروں کی کسی کی وجہ سے تمام مسیح فرار ہوا نہ ہو سکتا ہو رہا ہے قید عمار کے مسلمان جنگجو فرار کو رخصت دے دی اور کیا کہ تم قید میں رہیں چلے جاؤ کہ جس میں میدان جنگ میں سے جانے کے لیے سوری نہیں ہے قید عمار کے ۱۲۰ اپنی اس عمار کی وجہ سے دانے لگے اور وہ بھی اس شدت سے کہ معظم ہوتا تھا شاید اس کے بچے اور عمارت وراثت پاگئی ہیں۔ اس اس روز سے مسلمانوں نے قید عمار کا نام (خونگرا) رکھ دیا یعنی رونے والوں کا قبیلہ۔

گھر عمارت نے قید عمار سے کسی ایک دفاعی معاہدہ کیا اور اس معاہدہ میں دونوں فریق اس بات پر متفق ہو گئے کہ اگر قید عمار کو ہر قسم کی جانے کا مسلمان ان کا دفاع کریں گے اور جب بھی مسلمانوں کو قید عمار کی مدد و حمایت کی ضرورت ہو تو قبی قید عثمانی سلام کا مقابلہ مسلمانوں سے متحد ہو کر کریں گے۔ بعد بیچ قید عمار نے قید عمارت اسلام کا اس قدر اتحاد حاصل کیا کہ ایک مسافرت میں گھر عمارت نے اپنی جگہ ہذا عمارتی کو مسلمانوں کے علم و فہم پر دیا۔ اور یہاں تھا۔

قید عمار سے جنگی چٹاں استمرار کرنے کے بعد گھر عمارت اس جگہ سے کوچ کیا اور قید عمار کے علاقہ کی طرف چلی۔ یہ قید عمار دشمن کے پہاڑی علاقہ "زادو" میں سکوت پذیر تھا۔ یہ قید بھی مسلمانوں کا اتحادی ہو گیا اور فرما قید کے مسلمان ثابت ہوئے۔ انہوں نے عمار میں اسے خرچ سے ایک مسجد بنائی۔

پٹیر احمد عمارت نے بن سطر چاری رکھ اور قید عمار کے علاقہ میں جا بیٹھے۔ یہ وہی قید

تجس کار میں سر قد بن ، لاکھ ، چھ لاکھ لاکھ کو ہوتے تھے ، رو میں کر لگا کر مرے آج تھا کہ یہ
کے قریش سے انہی حاصل کرے۔ عین کو کشوں میں اس کے کھڑے سے اس کا ساتھ دے
تھا۔ یہ چنڈا کہ کھڑے کہ ایک ، این کا کر کے بلا دیا چہ ہمارے کھڑے ہی چکے سے خوش نہ کرتا
قبیلہ جودے بنے بہت پرست ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی بیانی محبت و انکسار سے
پڑ کر ہی کی اور ایک جنگی معرکہ ورنے پر پہنچ کر ہر کسی بعد میں عین سر قد بن ، لاکھ ، رو
کے سر کر مر وادوں میں سے ہوا۔

عظیم احمد علیگاہ کو نیا چاروں قبیلوں سے جنگی معاہدوں کے دستور ہو چکے ہیں۔
 اہمیت حاصل ہوا۔ اس لیے کہ چاروں قبیلوں کا ساتھ دیا جاتا ہے۔ قریب کے قافلے
 گزر کرتے تھے۔ جب کہ وہ مسلمانوں کے خودی تھے۔ انھوں نے قریب کا رواد
 کے گزرنے کی ضمانت کر دی اور وہ مسلمانوں کی دیکھی کرتے تھے۔

جب محمد ننگا دیندہ وہاں تشریف لائے تو ایک ناگوار جس کو دینی تھی۔ وہ ہے کہ محمد ننگا
نیرجہ صبری میں کچھ دنوں سواری تفریق، علیہ کوٹوالی پر سوار تھے دیندہ پر کئی جاہل قیادت
میں حملہ آور ہوئے۔ کچھ گھروں کو لٹا کر وہ کچھ مسلمانوں کے مسائل عبادت کر گئے۔ یہی
معلوم ہوا کہ فیصل قریشی نے بھی لڑا تھا۔ اس حملہ سے محمد ننگا نے یہ نتیجہ نکالا کہ عدلی
مسلمانوں اور دین پرستوں میں جنگ ہونا چاہی ہے۔



۵۔ یہ کرار بن چاہے فوری تھے جو بعد میں غلط ہو گئی سلام ہو مجھے وہ کی غلطی نے انھیں ایک مرد پر مبرا بنا کر رکھی تھیں۔ (مرف)

عبداللہ بن جحش کا حملہ

ہجرت کے دسویں سال یعنی نومبر ۶۲۳ء یسوی میں جعفر سلام علیہ نے رادہ لڑایا کہ قریش پر میر جحش جگہ پر حملہ کیا ہے۔

مکہ کے کاروان جو سرزمین مدینہ سے گزرتے تھے اب حفاظت ورہتے تھے۔ ان رات میں اتحادی ہمدانی قبائل اس قافلہ میں تھے کہ ان کی رادہ نکس، اس لیے کہ ہر قافلے کے ساتھ دو سٹاژر پانچ سو جنگی افراد مسلح کرتے تھے۔

ہذا محمد ﷺ نے نومبر ۶۲۳ء یسوی میں سٹھ افراد کا انتخاب فرمایا۔ اس میں سے ایک عبد بن جحش تھے جو اس کے کن ندر تھے۔ محمد ﷺ نے ایک لکھا ہوا مکتوب حکم عبد بن جحش کو دیا اور فرمایا کہ جب (مکتوبی مقلی وچنی جگہ) کی طرف پہنچا تو اس جگہ جب پانی کے کنوئیں پر آتا تو اس پرے اونٹوں کو پانی نہ پلاؤ تو اس حکم کو کھول کر پڑھا تو اس پر عمل کرتا۔

عبد بن جحش دوسرے مسلمانوں کی طرف اس حکامات نبوی پر بڑی حسد و دلی سے عمل کیا کرتے تھے۔ دو دن تک مغرب کی سمت سفر کرے کے بعد وہ ایک کنوئیں پر پہنچے۔ اونٹوں کو پانی دیا۔ خود بھی پیا۔ پھر حکم نامہ انھوں کو پڑھا۔ عبد بن جحش نے دیکھا کہ جعفر سلام علیہ نے حکم دیا ہے کہ مکہ سے طائف کی راہ میں مکہ کے مقام پر مکہ کے کاروان کو روکو۔ عربوں میں جحش حکم سے مطمئن ہوئے کے بعد باقی سات افراد کے ہمراہ رو بہت کی راہ چلی گئے بعد وہاں جب کے آخر میں "مکہ" پہنچے۔

پھر خیال ہے آپ اس جگہ کو بھولے نہیں ہوں گے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں ہر ایمان نے شہداء کو پتھر مارے تھے کہ وہاں سے دور کر دیں۔ اس آئی ایک سرفراہ بت (منات) کا مسجد وہاں صہ تھا۔



۲ھ میں قریش آنے والے غزوات

مکہ کے سرایا □ سن ۲ھ کے سرایا □

یہ ہے کہ قریش نے پیغمبر اسلام محمد ﷺ اور مسلمانوں کو جاذبہ سے خارج کیا اور پھر اس جاذبہ کو کعبہ جاننے پر مانع ہوئے۔ قریش نے فتنہ برپا کیا۔ فتنہ کے بہت سے معافی ہیں لیکن ایک فتنہ کے معنی چار وفتی ہیں۔ اس آیت کے اردوں سے پیغمبر اسلام ﷺ کا مضطرب قسم ہوا۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ دین اسلام کی قریشی رشت کے لیے خداوند کریم کا حکم جاری ہے۔ چاہے اس حالت میں نقصان ہو یا نہ ہو۔

ایک دفعہ مکہ سے مدینہ آیا کہ لوگے ہوئے مال کی بابت پیغمبر اسلام ﷺ سے مدعا کرے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے وراثت اور مالا دہیں نہ کیا۔ دونوں قیدیوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا اور مدینہ ہی رہنے کی خواہش ظاہر کی۔ دوسرے قیدی کو سب سے دور رکھ کر اس آزد کردیا گیا۔ اس ایک قیدی کا مسلمان ہونا مسلمانوں کے لیے بڑی خوشی کا باعث ہوا۔



جنگ بدر اور محمد ﷺ کی جنگی تکنیک

مکہ کے قافلے پر حملہ میں مسلمانوں نے جس پالیسی کے تحت مصدق کی قس کو کامیاب بنایا۔ یہ ہے جو پہلے محمد مصدقوں کے خبر رساں طریقہ سے اصرار دیا کہ ایک بہت بڑا کاروان جس سے ستر سو دو سو روشت اور پچاس ہزار کاروانیت کا سامان ہے مدینہ کے علاقے کے روئیکہ پہنچ رہا ہے کہ اس طرف سے گزر کر خند چائے اور یہ کہ اس قافلہ کا بار بار باغیانیت ہے۔

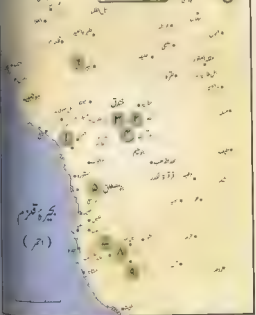
خند کا ہر خند اس تجارتی قافلہ میں حصہ دار تھا اور وہ سب اس کی آمد کے منتظر تھے۔ کاروان ابھی مدینہ کی حدود سے چندوں کی مسافت پر ہی تھا کہ عبدالعصب کی بیٹی نے قیاد کاروان کے قوس کو خبر دی کہ ایک بہت بڑی بدعتی لشکر کو پیش آنے والی ہے اور یہ بدعتی لشکر ہے چند روز میں حتی کہ شین روز بعد قریب پانچ سو ہوتی ہے۔

اب خند سب تاجر تھے۔ ان کی سب سے بڑی بدعتی یہ تھی کہ ان کی دولت ضائع نہ ہو۔ اور انھیں یہ علم بھی تھا کہ ختم عبدالعصب بہت سے قوسوں پر بھیج پیش گوئی کر چکی ہیں۔ انھوں نے قوسوں کی ممکن ہے کہ کاروان کو کوئی خطرہ پیش آنے والا ہو۔

جب کبھی کوئی خند کاروان کا بہت بڑا کاروان دور کی مسافت سے مکہ کے نزدیک پہنچتا تو یہ سب رشتہ دار کوئین چاروں بیٹے ہی مکہ خبر اپنے کے لیے بھیج دیا جاتا تھا۔ مکہ میں اس کا سربراہ اصطلاحاً "سائف" کہہ جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سب یہ کام مکہ پہنچتا تو غور میں جن سب کاروان کے ساتھ ہوتے تھے اور وہ ان کا تحار کر رہی ہوتی، ان کی طور پر نہ دھوکہ دے کر انھیں تاکہ اپنے طور پر ان کی اچھی طرح پائی کر سکیں۔

لیکن مکہ میں کبھی نہ کاروان نہ معمول کے مطابق مکہ کے نزدیک پہنچتا ہوتا تو قصہ یہ نہ نکلتا تھا چاہے تھے۔ لہذا یقیناً کوئی تاکہ اور واقعہ پیش آیا ہے۔ مکہ میں ایک دروہہ جس

غزوات رسول ﷺ



- | | | | | |
|--------------|------------|---------|---------|-----------|
| ۱) بدر اقصیٰ | ۲) احد | ۳) خندق | ۴) بقرہ | ۵) بدر |
| ۶) خیبر | ۷) فتح مکہ | ۸) خیبر | ۹) حات | ۱۰) مدینہ |

کا حقیقہ ہم خبریں جو کہ عام انٹرنیٹ کی ہوتیں لوگوں کو پہنچا تھا۔ اس اور کے پاس ایک گروہ
احقر درجہ کا تھا۔

اس روز جب وحضلہ روپی نے آواز بند کی تاکہ خبروں سے لوگوں کو آگاہ کرے تو لوگوں سے دیکھ کر وہ ایک بڑے سوتلے ہے جس کا گیارہ انٹوں کے پیٹ کے نیچے بندھا ہوا ہے اور وحضلہ روپی انٹ کی نگلی پیٹ پر سوار ہے۔ پتا ہاں آٹا سیٹھا پہنے ہوئے ہے۔ بال پریشاں ہیں، انٹ کے دھڑوں کا ٹوں کوٹا دھگے ہے اور گاؤں سے غریب برباد ہے۔ چرواہا کا تلو ہے۔ اور وہ اس شخص کی مالتہ جو دوسری کا قاعدہ رکھتا اور فریاد کر رہا ہے۔ وہ بالی دے رہا ہے قریش کے لوگو! تجھیں خبر ہو کہ کٹہ کے کارون کو تپا کن شہرہ اور قش ہے۔ میں سے کہ محمد اللہ! کے غلام کر لی ہے کہ کٹہ کے گاؤں پر حملہ ہو رہا۔ ہر شخص جس کی قیمت وایت ہے وہ حریت واپس پر تیار ہو جائے۔ تم محمد اللہ! کو کٹہ کے کارون پر حملہ نہ کر مہبت نہ کر گے۔

نہد کی یہ رسم تھی کہ ہر سہی اعظم اور ہر ایک انتہائی ناگوار خبر لوگوں کو سنانے لگتے تو ہے جیسے کہ اس طرح بکا دیتا تھا کہ اس کے سر پہ سے خار ہر ہو کہ وہ ایک بری خبر سنانے لگا ہے۔

جب سورہ ہندورہی تھ کہ کئی کوچوں میں داخل ہوا، کچھ اور چلا، آخر وہ بھی آہندورہی
تھے جو عربوں اور جاگ آ کر صورت کے ساتھ تھکی گئیں میں بچیں گئے۔ عرب اس کو عرب
منادی کہتے تھے۔ سدا ہی کرنے والے کا عرب اس ہوا اس بات کی دلیل ہوتا کہ ایک بڑی بستی
آئے وہاں سے آ رہی تھی کچھ اس مہاجر وہابی آئے رہے تھے جیسے مسلمان اس لمحہ قلا کوٹ
رہے ہیں ان کو لڑائی و غارت کر رہے ہیں۔ اور منادی کے درجے پر لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے
کہ کچھ محرمات کیے بغیر کھانا کھاتے اور لٹانے کے لیے چلے دو۔ تھوڑی ہی دیر میں ۹۵۰
۰۰۰ ہلاکت اور ۱۰۰۰ گھوڑے آ رہے تھے۔

نکدہ کے مردوں کے علاوہ اس شہر کی عورتیں بھی جو مناف کا صدمہ کے نہ آنے سے مضطرب تھیں، اس لشکر کے ساتھ چلے گئے۔ مناف جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں، نگاروں کا قاصد

موت فدا ہو جائی ہے چنانچہ وہ اپنے کھانسی کا علاج تھا کہ کوڑوں کو چارٹ سے لے کر کھجور سے شروع کر دیتی تھی۔
 بچے، لے لے تیں۔ کھانسی خورشید حمید ہوتا تھا جسے انھوں نے امراہ کی کہ میدان جنگ میں پہنچیں
 کی رو سے امراہ کو چارٹ خورشید بن گئی کہ کہ سماعت کو کھینچ کر کہیں مسلمانوں کو انھوں کو کھجوروں
 سے لے کر کھجوروں کے علاوہ علاوہ دوا کو پاس ہزار دوا دینے لگی انھوں نے اس کے بچے کو بچا لیا۔

ان سے پیسے بھی ایسا تعلق نہیں ہو تھا کہ قی قلیل مدت میں کٹ کے باقی رہتی ہو
 رہے۔ انہیں ایسے بھی آج تک کٹے کے باقیوں نے اپنے کاروبار میں قدر ضرور محسوس نہیں کیا
 تھا۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ مصلحت کٹے کے باقیوں کے لیے یہ بہت ضرور ہوتی ہو
 رہے ہیں۔ اگر سجدہ اس میں ضرور کو دفع کرنے کی تدبیر کی گئیں تو کاروباروں کی آمد و رفت
 رکھنے کی اداروں کی زندگی مشکل ہو کر رہ جائے گی۔

۱۔ محمد علی نے دینے میں پختہ قوت کی اور کاروبار پر مدد کی چوری مکمل کر لی۔
۲۔ فی قوت صرف ۳۳ فرادہ پر مشتمل تھی اور وہ تمام فرادہ کارخانہ خدمت انجام
دے رہے تھے۔ دینے میں انصار کے دو قبیلے تھے جن کے نام اہل اور خرواں تھے۔ ان دونوں
قبائل میں سے ہر ایک کے ۵۰ افراد ہر ایک کو دو گھوڑے کا ساتھ دیں اور کاروبار پر مامور ہو گئے۔
۳۔ ان انصار کے خلاف سے ۴۰ افراد انصار کے اور قبیلے میں جرمین تھے۔ ان ۱۳۱۳ افراد کے
ساتھ ۵۰۰ افراد اور دو گھوڑوں سے زیادہ کچھ تھے۔ بیشتر قبیلے سے علم کے ہر اہل و عیال
۴۔ انوں اور قبائل افراد زیادہ سفر کریں۔ دور میں سفر سہارہ زیادہ ہو کر یہاں کو سواری کا
موقع تھا کہ یہاں تک زیادہ تھک نہ جائیں۔

جب محمد ﷺ نے ۶۳ مسلمانوں کے ساتھ یثرب کی آمد کو گھڑے بھی ساتھ تھے۔ یہ مسلمان مہاجر تھے کہ مصلح دو گھوڑوں کے ساتھ ایک جنگی بھیڑ چارہ رہے تھے۔ یہ مصلح کی بہن سائیں اور ہجرت کا دوسرا حصہ تھا کہ محمد ﷺ ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ مدینہ کے لیے تھے۔ مصلح میں ایک گھوڑا ستر دو اونٹنی، دواں کی کاروں کا انتظام کر رہے تھے، لیکن انہی کا ساتھ نہ تھا۔ ان کے دل اور بعد کے دنوں میں بھی نہ بٹھایا۔

ہند میں مسلمانوں کے علاوہ چند کچھ یسوی اور جکھو تائیس بھی بیٹھے تھے۔ ان دنوں سے ہے اپنے انیسویں سے پچیسویں کو اٹھارہ پچاسی کی کمی کے تحت لڑا۔ وہ کاروان پر حملہ کر کے اٹھارہ اٹھارہ ہونے پر اس سے روک دیا۔ ایک دور کی رو سے اس کی شرط کا یہ کہ کسی طرف چلا گیا۔

لڑاکا قائد اسکی مدد میں نہ پہنچا لیکن کاروان کے بجائے ۸۵۰ افراد کی فوج تھی۔ یہ نزدیک آ رہا تھا۔ اسکی فوج کے حرموں نے ۱۱۱۱ افراد جو لڑنے کے لشکر سے منسوب تھے گرفتار کر لیا اور محمد علیؑ کے پاس لے آئے۔ محمد علیؑ سے یہ فرد تھیں جنکی قوت معلوم کر کے ۸۵۰ جنگجو افراد کا لشکر تھی جس سے اس علاقہ کی طرف بڑھ رہے۔

مغیر اہل اسلام علیؑ سے عہد کیا کہ ان ۱۱۱۱ افراد کو اسے رکھ جائے۔ بعد میں مسلمانوں نے شہاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے مدد سے کے مطابق کاروان سے اس کی فوج کے کاروان کو اطلاع دی گئی ہے کہ وہ اس طرف سے گزرے۔ اسی طرح فوجداروں کو بھی اطلاع دی گئی۔ ان دنوں کی رات میں گھر دیا گیا ہے اور اب ۸۵۰ افراد کی فوج داخل کی گئی۔ ان میں سے ایک نزدیک پہنچ گیا ہے۔ ہم یہاں سے ہندوستان چکے ہیں لیکن یہ کوئی نئی بات کا۔ یہ نہیں اس لیے کہ لڑاکا لشکر ہند میں بھی ہم پر حملہ آور ہوگا اور ہمیں قتل کرے گا۔ پس بہت دیر سے کہ ہم اس جگہ تک کے لشکر کا لشکر کریں۔ یہ جگہ جنگی نقطہ نظر سے مدینہ سے بہت دور ہے۔ اس وی میں اس دور کی کامیابی کے سوا کچھ زیادہ نہیں۔

دلی بدر کا حکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑاکا اور کچھ ریت و مٹی کے لشکروں پر مشتمل سے وادی کے گرد و چاروں طرف کے قانون و قیاس ہے۔ شرقی پہاڑ کو العدوہ القصدی کہتے ہیں اور علی پہاڑ کو العدوہ العبد۔ ایک اور پہاڑی سندھ اعلیٰ نامی وادی کے جنوب میں واقع ہے۔ ان دنوں وہاں چند قبیلے تھے اور کاروان وہاں قیام کیا کرتے تھے تاکہ انہیں سے پانی سے فائدہ لیا جاسکے۔ مغیر علیؑ نے جب جنگ کا ارادہ کر لیا تو اپنے لشکر کی جگہ تبدیل کر دی۔

اس وقت تک مسلمان و علی بدر کے شمالی حصہ پر قبضہ کر کے اٹھارہ میں تھے۔ جب مغیر

ہند میں فوج نہیں آ رہا تو قبیلہ علیؑ نے کہا کہ جب جنگ ہوئی کرنی ہوگی۔ یہاں سے کو اسلحہ کے اس میں مشکل ہو چکی۔ تاکہ کشت آب کار سے سکول میں رہے اور دشمن کی سپاہ کو اس سے دور رکھیں۔ فوج نے دین کے محمد علیؑ سے ہم پر وقت ملے ۱۱۱۱ مسلمان وادی کے شمال سے ۲۰۰ میں مشکل ہوئے اور کاروان اسلحہ کے دائیں میں پانی کے چشموں پر قصر کر رہا۔

اس جگہ محمد علیؑ نے مسلمانوں سے ایک بار پھر عہد کیا کہ اگر فرمایا آج تک عرب، لشکر میں نظری امور پر ادا کرتے تھے اور ان پر قناری کو ترجیح دیتے تھے۔ ہر دشمن کو پیش کرتا تھا کہ جب فوج کا مطالبہ کرے تاکہ اس کی دعا کی جھڑپ سے اور دوسرے سے رحم مان لیں۔ جس کی یہ جنگ خدا کی مدد میں ہے خدا کی قوت سے ہے۔ حلالہ اداری میری اور باطنی دو کچھ ہوگا۔ اگر خدا کی مدد میں جہاں نہ ہوئی تو اس کے مسئلے میں ہمیں خدا جنت میں سے لے گا۔ دوسرے اداری خداوند کی سپاہ کا ایک تہی ہے۔ اگر خدا کی جنگ اپنا نہیں گے تو خدا سے یہ نہیں گے اور اگر ہم لڑ کر صرف پکارا ہوں گے تو ہمیں فتح کی امید ہوگی۔

اس کے بعد محمد علیؑ نے جنگی تکنیک مسلمانوں کو سکھائی جو اس تاریخ سے تحریر کیا گیا۔ ہر رات جس سکندر اہل اسلام کے ہاں فوج نے آگاری کی اور اسے پانی میں فائز کہتے ہیں۔ لائنیں صرف مدنی ہمارے ہیں، اس ترتیب سے جس میں سپاہی اس طرح شانہ شانہ کھڑے ہوتے ہیں کہ ایک کی چھڑی ہونے پر دوسرا اس کی جگہ لے سکتا ہے۔ اس صف بندی نامہ دے کر رات کے مطالب مختلف اشکال یعنی شش، مربع، دائرہ بنایا جاتا ہے۔ ان اشکال میں اشکال و دائرے کے تمام سپاہیوں کا رخ دشمن کی طرف ہوتا ہے اور پشت شش، مربع، دائرہ کے اندرونی طرف ہوتی ہے۔ نتیجہ دشمن عقب سے حملہ نہیں کر پاتا تھا۔ اس سے دشمن کی طرف سے بھی دشمن حلقہ کار کا مقابلہ سپاہیوں کے رخ ہوتا۔

محمد علیؑ نے پہلی بار ہندوستان سے عرب کی تاریخ میں اس جنگی چاروں کو سنا دیا کہ اگر جنگ ہو تو اس سے فائدہ اٹھایا۔ مسلمانوں کی دیر کی وجہ سے پانی جگہ جگہ در میں فتح کا سبب یہ پائیں بھی جنس کہ عرب ان سے قسمی ناکام تھے۔

نے اور وہ جو اس جہان میں اور ہر شہادت پاتے ہیں وہ آرزو کرتے ہیں کہ وہ بارہ
 رات جہاں میں آئیں اور وہ ساری عرصہ ہزار کی رو میں شہادت کا درجہ پائیں، اس لیے
 وہ چاہتے ہوتے ہیں کہ وہ ہمیں بہشت میں اس کے صلے میں کیا کیا دے گا۔
 یہ قلابِ غروب کے سوا ایک حق، نیک و شکر کا ہر نیک کار کی چھوٹی حق، اس سے
 دلوں اطراف جنگ لکھنؤ کرنا پائی تھی۔

ت کے ہنگامے میں محمد ﷺ نے اپنے لشکر کی جگہ کو تبدیل کیا اس طرف کو دوسرے
 اس آداب کی باتوں کے سامنے نہ چلے، وہاں کی باتیں نہ ہو۔ یہ قسم قہر و
 ثابت کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے جنگ پر پورا مجاہد رکھتے تھے۔

اس رات محمد ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تم لوگ کے علاوہ ہر شخص سوچا ہے تاکہ
 میں نہ شک کے لیے پوری طرح تیار ہو۔ میں خدا سے دعا کروں گا کہ تمہارے قلوب کو ایمان
 دے گا۔ تم سوکو۔ اسی مناسبت سے خداوند نے سورۃ انفال کی یہ بھی آیت میں فرمائی

فَاِذْ يُبْعِثُكَ الْمَلٰٓئِكُ اٰمَنَةً وَّهٖ وَرَسُوْلٌ عَنِكَ هٰذَا يَنْصَحُكَ رَبُّهٗ
 فَاِذْ يُبْعِثُكَ رَجُلٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ فَاِذْ يَلْقٰٓءُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَاَنۡتَبٰتُ بَرۡاۡئِقِہٖ اَنۡ یَّزۡ
 کرو جب دشمن کے خوف سے تمہاری ٹینیں اڑ چکی تھیں، ہم نے اپنی رمت سے
 تمہیں آسودہ خاطر کیا اور تم کو مٹے اور وہ اندھے آسمان سے تم پر پانی برسایا (پاش)
 تاکہ تمہیں اس سے پاک کر دے اور وہ کرے تم سے نبوت شیعان کی، اور مفسد
 کر دے تمہارے دلوں کو، اور تمہارے قدم جلا دے۔

اس رات مسلمان اس آسودگی سے کہ انہیں دشمن کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہا
 تھی۔ پاش سے بھی وہ بیدار نہ ہوئے۔ خدا کہہ دے جیسے کہ قرآن میں فرمایا ہے، اس رات
 مسلمانوں پر پاش برسائی تاکہ انہیں پاک کر دے اور دوسرے دن (بخاری اور سنن کی وجہ
 سے) کعبہ بن اسلام کے چوکوں پر نہ کریں۔

جان کو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح محمد ﷺ اور ان کی سپاہ نے جو خدا کے لشکر کا تیسرا
 حصہ تھی جبرائیل کی کوادبی ہر در میں جنگ لڑی۔

یہ وہی مکرر خبریں ہیں جسے حضرت کی کہ وہ انہوں نے دوسرے لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہاں
تیس مسلمان جب تیس قریش کے مقابل ہوئے تو بڑے لشکر بنے۔ مگر یہ سن
اپنے تعارف اور جنگ و لشکر سے عادت تھے۔

حق یہ ہے کہ میں علی بن ابی طالب سے عبدالعصب ہوں اور ہر عربی قبیلہ عربی
لکڑی کے شہار بنے کہ وہ سات بڑے ترین شہر عرب میں تھا عرب اس کو درہم و سیرت
کا بزرگ ترین شاعر مانتے تھے۔

وید اپنے تعارف کے بعد عادت میں ملوہ بھڑکی کے اشعار پڑھتے تھے۔ یہ شہر عربی
سات بزرگ شاعران میں سے ایک تھا۔ بعد ازیں قریش ایک دوسرے پر بھجوت پڑے۔
اعراب کی جنگ شمشیر، اہل یرب سے مختلف تھی۔

یاد رہے کہ شمشیر سے لڑنے تو لوگ شمشیر سے استفادہ کرتے۔ یرب کی شمشیر زنی کے
اصول یہ تھے کہ دشمن کو لوگ شمشیر سے گھانک پھا جائے۔

لیکن عرب دوم شمشیر سے استفادہ کرتے تھے کہ لوگ شمشیر جنگ میں زیادہ موزوں نہیں تھے۔

بعض لوگ کا خیال ہے کہ عربوں نے شمشیر ہڈی کے مخصوص قاعدہ وضع نہیں کیے تھے،
چنانکہ عرب دوم شمشیر سے مخصوص قاعدہ کے تحت استفادہ کرتے تھے اور وہ بھی بنانا نہ
یاد ہوا اور دوسری قوم کی طرح جنگ میں شمشیر سے استفادہ کے لیے وہ متفق نہیں کیا کرتے
تھے اور لوگ شمشیر ہڈی کو باقاعدہ نہیں کرتے تھے۔ وہاں جنگ میں نفوذی دھار کے لیے
بہت موزوں تھی، اس لیے کہ شمشیر کے مقابلے میں یہی ایک بہترین دھار کا وسیلہ تھی۔

حق یہ ہے کہ اس وقت کے بچے خوب کھو چلا رہے تھے۔ ان کا مقابلہ ایسے ہی چمک دست
تھا۔ ہرگز اس کی جنگ سے چند صنف سے زیادہ طول نہ کھینچا۔ ولید کو علی کی شمشیر کی ایک
مہلک ضرب لگی اور اس کی گردن کاٹ گئی۔ وہ اسی پر گر گیا۔ تھوڑی سی دیر میں دوسرا قاتل
حزرتہ بھی اپنے تریک کو لٹک کر مارا۔ تیسرے مسلسل مجاہد عبید بن جراح کو قتل کیا جس
دش ہوئے مگر ابوسفیان کے بچے سر کو لٹک کر دیے۔ اس ترتیب سے تینوں مجاہدیں اسلام خان

ہوئے اور مسلمانوں نے اس کو ایک قاتل مجاہد اور ان کو درحالی قتل سے ملی۔

ب قریش نے ایک کتے کے تین نامور جنگجو قتل ہو گئے ہیں تو اپنے بیڑوں کو آہن
کی دھبہ چھڑا اور ہر مجاہد کو مسلمانوں پر ایک شیعہ تمیز کرنا دیا (یہ دعوت تھی کہ تین
جنگ کی اور اس کے ساتھ وہ اپنی آواز میں پہلے ہی کرتے تھے)۔

نوکٹہ محمد آ رہے ہوئے تھے وہاں تھے کہ مسلمانوں کے درمیان ایسے کسی بھی ہیں جو
نہ اس سے کسی ایک کے بھائی، بیٹا، بچہ یا بیٹھیا ہیں لیکن محمد کو یاد کیا۔ اس دن تک عرب
میں کسی عید، عقیقہ نہیں ہوا تھا کہ بھائی بھائی پر باپ بیٹے پر اور بچے بیٹے پر محمد آ رہے۔ وہ
نوکٹہ آ رہے دشت دیکھے پاتے تھے جو ایک قبیلہ سے ہوتے تھے اور عرب میں قبیلہ کے رکن
آہیں میں جنگ نہیں کیا کرتے تھے۔

محمد ﷺ جب دیکھا کہ باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی ہے تو آپ ﷺ کان والی پوست
سے پچھلے بیٹے لائے۔ اپنی پاؤں کی ترمیم کے درمیان چلے گئے اور یہ قرآنی کی تلاوت
شروع کر دی۔ جو یہ آپ ﷺ تلاوت فرما رہے تھے وہ صدائے ملائکہ تھا کہ یہاں سے
سے یہ غصہ کی طرف سے انصاف سے متعلق تھیں۔ ان آیات میں یہ کیا تھا کہ ایک مسلمان
خدا کی راہ میں غلامی دے یا مرنے والی جگہ بہشت میں ہے۔

آپ ﷺ جب تلاوت ختم کی تو بندہ آدھے سے فریاد کیا "میرے جد و تم کہاں ہو؟
کان" "تم یہاں ہوتے خدا کی راہ میں کھڑے ہو چلے اور کھڑے ہوئے تو خداوند اس میدان
قرآن سے جس میں سجدہ اجازت میں لے پاؤ۔

مذہب قرآن کے بننے سے مسلمانوں کے جوش و جذبہ کی یہ حد ہے کہ ان میں سے
یہ "نہ نہ" بندہ آدھے سے نہا میرے اور بہشت میں چند لوگ کا خدا کی قوسے۔ وہ صرف سے
کھل گئی سپر محمد آدھے ہوئے۔ لیکن اسے بھی جوش کے گھبرے میں سے کہ انہیں شہید کر دیا۔
محمد ﷺ ملنے والا دست پھارے "میری دیانت کو مت بھولنا اور بہشت کی تہ میں صف
سے نہ رٹا مت بھولنا۔ اگر تم صف سے تھکا رہے ہو تو بہشت پرست تم پر غائب ہوا نہیں گئے۔

جنگ بدر جس میں مسلمانوں کو فیصلہ کن فتح نصیب ہوئی اور مسلمانوں کے سپہ سالارین
تو تیر کا باعث ہوئی، اس جنگ میں ایک چھوٹے سے لشکر نے بڑی قوت پائی اور جنگی
چالوں کے باعث اپنے سے تین گنا بڑے لشکر کو شکست لائی وہی تھی۔

ایک مہینہ جنگ کے بعد قریش کے فرار کے بعد مدینہ جنگ میں گیا کہ کتبیں
کو ایک خطرے (دیکھ سکے) اس پر کہ نام ابو بکر تھا۔ چنگ وہاں پہنچے اور مقتول سب
سے متعلق تھے اس لیے اس کی کوشش تھی کہ دیکھیں کون کون کس کو ہوا ہے

تا کہ ان ایک مقتول کی لاش نے ان کی توجہ مدینہ کی طرف دلائی اور ان کو فرار سے
دیکھا۔ ان کے چہرے پر غم کے آثار ہو چکے تھے۔ چنگ نے بعد میں مدینہ کی طرف سے
گزارے۔ ابو بکر کو دیکھ کر قہقہے مچا دیے۔ فرمایا: غزوہ نہ ہو، حج عداوت نے مسلمانوں
کو فتح کیا ہے۔ ابو بکر نے انکی سے متعلق پڑی ہوئی لاش کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ
میں اس کی لاش کو دیکھ کر قہقہے مچاؤں۔ یہ میرے باپ عبد بن ربیع کی لاش ہے۔

محمد ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ ابو بکر نے اپنے چپ کی لاش پر کھڑے ہو کر قہقہے مچا دیے۔
ابو بکر نے کہا: رسول اللہ ﷺ! میں اس وجہ سے قہقہے مچاؤں کہ میرا باپ لکھنوی حالت میں
مر گیا۔ مجھے امید تھی کہ ایک دن وہ شہید ہو کر مسلمان ہو جائے گا۔

جنگ بدر کی تفصیل کتاب اہام القلوب میں لکھی ہوئی ہے اور جنگ بدر میں کشتہ
بھی تاریک اسلام کا ایک بہت بڑا واقعہ تھا، ہوئی ہے۔ جنگ بدر میں پہلی مرتبہ مسلمانوں نے فتح
حاصل کی اور فتح مدینہ کی بدولت سے فتح ہوئے۔ انھیں مزید یقین حاصل ہوا کہ قوت پائی
اور جنگی چالوں پر عمل کر کے ایک چھوٹے سا لشکر ایک بڑے لشکر پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔

مسلمانوں نے غزوات میں اپنے شہر کو ہل کر نہ صرف کیا۔ جنگ کے بعد سے پہلے
محمد ﷺ سے جاہلیت دہری کی دشمنی کی لاشوں کو کھانے کی جگہوں کے صف بنے ہوں
گھر کے طور پر رکھنے کے لیے قطع کر دیے گئے تھے۔ جس طرح دشمنوں پر ان کی دھمکی میں حریف
کرنا چاہیے، اسی طرح مرنے کے بعد بھی ان پر احسان کرو۔

تاریخ میں پہلی بار جنگی قیدیوں پر رحم کیا گیا

شہر کو پر دھماکا کر کے بعد دھماکا اسلام آباد نے بنی قیہوں کے متعلق کوئی فیصلہ
کر کے گا اور ادا کیا۔ جنگ بدر میں مسلمانوں نے سزاوار کو قیدی بنایا تھا۔

یہ تمام عرب میں ایک قیدی اس جنگجو کو کہتے ہیں جو میرا ان جنگ میں گرفتار ہوا ہو۔
وہاں جس (قیدی کو) مدینہ جنگ میں گرفتار کرتا تھا، اس کا ایک مطلق شہر تھا۔ اس کو اختیار
ہوا تھا کہ قتل کر دے یا خود غلام فروش کر دے، اسے چاہا تو اسے کر دے یا اپنا غلام بنالے۔

سب ایک قیدی کو قتل کیا جاتا ہوا تھا تو قیدی کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ کر اسے سزا
دیے، اس کی ہاتھ پائے دھتے والی رسی کے ساتھ ایک تیر اس طرح رکھا کہ ہاتھ ہاتھ کر قیدی
مقتول ہوئی حرکت نہ کر سکے اور فرار کی کوشش نہ کرے۔ بعد ازاں عقب سے ٹکرا دیا اور کر کے
اس کی رسی تن سے جدا کر دی جاتی۔ غنیمت ایک فرد کی طرح چوری ہو جاتا تھا۔

شہر کو قتل کرنے کے بعد محمد ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ کرتے ہوئے پوچھا کہ ان
قیدیوں کا کیا کیا جائے؟

غزوانی القاصد نے بتلواؤں سے کہا: "میرا ان کو رہا کر دیا جائے۔"

وسیع نے کہا: "رہا کر دے یا نہیں۔"

بناؤں نے کہا: "قیدیوں کو جہالت دہری کے غم میں ہے عربیوں سے رابطہ پیدا
کر کے ان سے کہیں کہ ہمیں غنیمت دے کر آزاد کرالیں۔"

"ابو بکر نے اپنے بھائی کو لے کر حضرت اسام بن زید کی طرف سے ایک آنکھیں
لے کر میرا قتل" وضع ہو جو کہ ہمارے طبیب میں پہنچا، انھیں نامہ ہے جو دنیا میں قتل
کے لیے وضع ہوا۔ اس میں جو فتح کی تھی کہ قتل میرا ہے بہتر ہو کہ کیا جائے۔

عرب کی عورتوں کا حق (جوار) مردوں سے زیادہ تھا۔ یعنی عرب اس قدر عورتوں سے
حرام کے قائل تھے کہ اگر ایک خارجی کا ہاتھ ایک عورت کے خیرے کی ٹانگ تک پہنچ جائے۔
وہ پتلا نہ گنتا تو۔ جسے حق جوار حاصل ہو جاتا تھا۔ اگر ایک خارجی سفراء، ایک عرب عورت تک
رسائی حاصل کر لیتا اور وہ عورت اس پر پنا (مستند) ڈال دیتی تو وہ صحت (جوار) سے
مستفید ہو جاتا۔ اس کے بعد وہ اس عورت کا چارہ ہوتا۔ کوئی شخص اسے گرفتار نہیں کر سکتا تھا۔

مسلمانوں نے جب دیکھا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی بیٹی ابو طالب کا حق جوار میں سے
وہی ہے تو خشن ہوئے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی فرمائے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ آپ
سابقہ شوہر کو صحت (جوار) میں لے سکتے ہیں۔ میری بیٹی کو حق حاصل ہے کہ اس مرد کو
کرے۔ لیکن اس کے ساتھ وہ اپنی نہیں رکھ سکتی۔ اس سے کہ ایک مسلمان عورت ایک مشر۔
مرد کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔

برائے خاص بعد میں مسلمان ہو گیا۔ نسب سے شادی کرنی۔ لیکن نسب شادی کے قوی
بعد وفات چاہتیں اور پیغمبر اسلام ﷺ کو غزوہ کر سکیں۔



مکہ میں جنگ بدر کے اثرات

مکہ میں صحابہ میں یہ ذکر کر چکے ہیں کہ پیغمبر ﷺ اسلام نے اس حد کے لیے ایک
طاؤن ساری تہذیب کیا تھا۔

تو اس ساری کے ایک حصہ میں دکھاتے کہ حد کے بیرونی قبیلے قریش اور اہل خث
کے ساتھ (پیغمبر ﷺ اور اسلام کی طاقت میں) اتحاد نہیں کریں گے۔

میں یہودیوں نے اس کے برعکس دبا اختیار کیا۔ چند یہودی شعر حد سے نکل گئے،
جا کر اہل مذہب قریش کو گھبرائے کہ تم جسے میں برا سمجھتے تھے۔ اس یہودی شعر میں سے ایک
کا نام کعبہ بن لاشراف تھا۔

یہودی شعر اب مکہ میں وردہ ہوئے تو مکہ میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ قریشی قبائل
نے یہ حال کیا سوچا کہ "مختوفین کے لیے کوئی گریہ نہیں کرے گا، بلکہ اس کا انتقام لیا جائے گا۔"

مختوفین سے مردوں کی جنگ بدر میں لڑی ہوئے وہ جسے۔ انھوں نے شعر میں
کہا کہ "جو مختوف ہیں چارہ روئے، غلو وہ مرد ہو جو عورت اپنے قبیلہ کی طرف سے
مرد کا۔" اسی عام ۱۱۰ میں جن کے فرمانہ جنگ بدر میں اسے لے گئے کہ یہ امری کی
کڑت نہیں کر پاری تھیں۔ ایک بہت مختوف کی اس کے کانوں میں گریہ اور روتی کی "اور
آئی۔ مختوف کی ماں بہت صبر سے اسے جی بیک کے بھانجے کے ساتھ جی کر یہ واری مع تھی۔ وہ
عورت (مختوف کی ماں) گھر سے باہر آئی اور آہ روتی سوت چلی وہی تو یک کھرم میں پہنچ جہاں
سے یہ راہی کی "دار آری تھی۔ دیکھ کہ ایک بوڑھی عورت "سوہا رہی ہے۔

اس سے پوچھا "وہ کی گریہ واری پرست پابندی ختم ہو گئی ہے کہ تو راہی ہے۔"
یہ عورت نے پوچھا تو کیوں یہ سوال کر رہی ہے؟ عورت جو گھر میں داخل ہوئی تھی،

اس نے کہا میرا اس شخص سے بچنا ضروری ہے۔ میں جانتی ہوں۔ اپنے بیٹے کے لیے گریہ کر رہی ہوں کہوں جو جنگ دار میں رہ گیا ہے لیکن ذمہ ہوں کہ وہ دشمن کرے یا مجھے طرہ سے چاہے گا۔ اب جو میں نے مانے کی اور اس کی توثیق کی کہ چالیس آٹھ روئے کی جہت میں ہے۔ اگر یہ سب تو اقل کر دے وہاں کریں۔ بڑی دولت جو خوشام آئی کہ وہی جہت میں ہے۔ کر دے اتنے میں اپنے بیٹے کے لیے درسی ہوں جو جنگ دار میں رہ گیا تھا بلکہ کہا کہ میں بیٹے کے لیے ٹکس روپیہ ۱۰۰ سے اس کی موت اتنی جیسے نہیں کہتی۔ میرا تو ایک اور تم ہو گیا ہے اور اس حادثہ کے نہ سے بہت ٹکس ہوں۔ میرے یہ انسوانت کے لیے ہیں نہ کہ بیٹے کے لیے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ باپ کی جگہ جہاد قریش سے کس قدر خوفزدہ تھے اور گریہ اور تپان امانت کی گمشدگی کا بہت بڑی تھی اور چنانچہ انسوانت ہو گئی تھیں۔

جنگ دار میں پہنچنے کے قتل کے بعد محمد ﷺ سے بچنے کے لیے مکہ میں تین افراد پر مشتمل ایک کھینچ بنائی تھی جس کے دائیں ابوبہرہ، ابوموسیٰ اور صفوان بن میہ تھے۔ تینوں نے ہمدیکہ کہ وہ یمن سے ٹکس میٹھیں گے تاہم محمد ﷺ کو تاہور اور اسد کو تاہور کر دیں۔ ابوبہرہ جنگ دار میں شریک نہیں ہو تھا جب کہ عربوں کی رسم کے مطابق یہ کہ وہ جنگ میں شرکت کرے۔ جب جنگ دار کا آغاز ہوا تھا اس وقت ابوبہرہ جا رہا تھا لہذا اس نے اپنی طرف سے جنگ میں شرکت کے لیے عام بنی ہشام کو کرایہ پر حاصل کیا ابوبہرہ نے اس کی یہ کٹائی کو چار سو درہم دے دیے

شریکین جنگ دار میں شرکت کھانے کے بعد جب یہے یسرو کی آزدی کے لیے فدیکہ کی لڑائی پر مجبور ہوئے تو ابوبہرہ نے محمد ﷺ کو قتل کر کے کا منصوبہ تیار کیا۔ اس منصوبہ سے اس کے لیے ایک کرایہ کا قاتل حاصل کرنا اور ہمدیکہ جانا تھا کہ وہ محمد ﷺ کو قتل کر دے۔

مدینہ میں محمد ﷺ کا قتل کرنا بہت آسان تھا۔ محمد ﷺ اپنے لیے کوئی عیال نہیں رکھتے تھے اور اپنے گھر کا دروازہ بھی بند نہیں کرتے تھے۔ ہر شخص آپ ﷺ کے گھر میں داخل ہو سکتا تھا۔

جب بھی وہی آپ کے گھر میں داخل ہوا یہ دیکھ کر آپ ﷺ ہنسنے لگے یہاں یہاں مسرت کرتے ہیں یہاں گھر کے کام کا نشانہیں باقی نہ رہے ہیں۔ آپ ﷺ کے پاس ایک نوکر بھی تھا جس کو آپ ﷺ کی حاجت پر مامور نہیں تھا۔ جب لوگ مدینہ میں محمد ﷺ سے آتے تو وہیں ان کی رہائی کی کتاب انہیں محمد ﷺ کے حضور لے جاتا کیوں کہ کثیرا اتفاق ہوتا کہ وہ یہاں سے لوگ اپنے عائدہ سے محمد ﷺ سے ملاقات دلا کر کرات کے لیے بھیج دیتے۔

آپ ﷺ کی زندگی چونکہ بہت سادہ تھی۔ دوسرے مسلمانوں اور آپ ﷺ کی زندگی میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اس لیے ان رات میں کسی بھی رات آپ ﷺ کو قتل کرنا بہت آسان تھا۔ ابوبہرہ سے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے ایک شخص میر بن وہب اور صفوان بن ہشام کو جنگ دار میں اسیر ہو چکا تھا۔ میر نے ہوا کہ وہ بیٹے کا فدیہ ادا کرنے میں دینے کا ہے۔ صرف ابوبہرہ، صفوان اور صفوان بن میر کو قتل کرنا اس کا اصل مقصد محمد ﷺ کو قتل کرنا ہے۔ ابوبہرہ نے سے سحر کے اقراوات کے لیے رقم دی اور میر نے دھوکا دیا کہ جب تک وہ وہاں نہیں لے گا اس کے بیوی بچوں کا خرقہ دارداشت کرے گا۔

میر مدینہ میں داخل ہوا۔ محمد ﷺ کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اسے قیام کیا کہ محمد ﷺ وہاں وقت گھر میں ہوتے ہیں۔ میر جب محمد ﷺ کے گھر میں داخل ہوا تو آپ ﷺ اپنی چادر چھو رہے تھے۔

محمد ﷺ نے سر اٹھا کر پوچھا کیا تجھے سے کوئی کام ہے؟

میر نے کہا اے محمد ﷺ! میں کیا دیکھ رہا ہوں آپ ﷺ چادر چھو رہے ہیں۔ ایک غلام مجھے کہے ہیں کہ کام شانہ نہیں۔

محمد ﷺ نے پوچھا کیوں شک نہ کریں؟

میر نے کہا ایک شخص جو فیہر ﷺ ہوا اس کے کام تو غلاموں اور کنیروں کو سربام آپ ﷺ پر نہیں۔

محمد ﷺ نے فرمایا میرے پاس غلام اور کنیر ہیں۔ میں اپنے کام خود انجام دیتا

ہوں تو اطمینان رکھ، پیغمبر اسلام کے پاس رہنے سے کسی بھی طرح کی مشک کوئی فرق نہیں ہے۔
اس کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ نے مسرتور بدل دیا اور فرمایا میں چاہتا ہوں تو اس ور
کے لیے یہاں آ جاؤ۔

میرے کہہ ہاں سے مجھے لفظ "ہاں" میں کرم سے پہنچنے کی آزادی کی بات
پوچھوں کہ کتنا فائدہ ادا کرتا ہوگا۔

روایت ہے کہ جب محمد ﷺ نے لفظ "ہاں" سے تو فرمایا اسے فحش اور جھوٹ ہوا۔
تو پہنچنے کو لہذا یہ ذکر کر کے "را" سے کہیں تو بالکل صحیح قرار دیا ہے۔

جب میرے کانوں سے یہ سنا تو میرے (مطابق روایت) اس نے خبر، جو کئی کے لیے
ساتھ۔ وہ جہاں میں سے نکال کر میں پر چھپک دیا کہ "اے محمد ﷺ! جو میرے
تین دوسرے افراد کے (حال تک نہیں) فحشوں نے مجھے تمہارے قتل پر مامور کیا تھا، ان
نہیں چاہتا کہ میں تمہارے قتل کے وارث سے یہاں آ جاؤں۔ مجھے یقین ہے اس کیوں میں
سے کسی نے ذکر نہیں کیا۔ لہذا تم جو اس منصوبے سے گاہو پیغمبر ﷺ برحق ہو۔ میں کسی نے
تمہارے دین کو قتل کرتا ہوں۔

مسلمان ہونے کے بعد میرے کہہ آج تک میری تمام حدیثیں مسامحہ میں پیش رفت
دوکنے کے لیے تھیں، مگر تم سے میں تو سچ اسلام کے لیے سرکشی نکالوں گا۔ میرا ہاں نہ
دے گا۔ یہاں۔ جب شہر میں داخل ہوا تو اس نے سنا کہ ایلاہب مرچکا ہے۔

وہ ایلاہب کسی موت مراد اس کی تکلیف دہیل میں دی جاتی ہے

نکہ میں ایک میدان کا نام تھا۔ اس میدان میں قاتلے چھرا کرتے۔ وہیں لوگوں کی
خاکیں ہو کرتی تھیں اور ایک دوسرے سے ملے کا۔ یہاں تک کہ کرتے تھے۔ ایک دن
ایلاہب اس میدان میں سے گزر رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ کچھ لوگ ایک دروغ کی باتیں سننے
کے لیے اس کے گرا کر واقع ہیں۔

ایلاہب "تے" پھا دیکھے کہ وہ کیا باتیں کر رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ جنگجو دور کے حلق
بائیں بنا رہا ہے۔ وہ دروغ کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اس جنگ میں پانچ ہزار

فرشتے "ہاں" سے ترسے اور مسلمانوں کی دعا کی اور لشکر قریش شکست کھائی۔ اس دروغ
سے شاید اس لیے کہ لوگوں کو اپنی بات سے زیادہ سے زیادہ متاثر کر سکے، کہا میں نے خود اس
میں۔ "یہ فرشتوں کو دیکھ تھا۔ وہ آسمان سے اتر رہے تھے، ان کے ہاں ایک سے تھے
اور وہ اس لیے گھوڑوں پر سوار تھے۔

یہ فرشتے کے ساتھ اس کی باتیں کر رہے تھے۔ ظاہر تھا کہ اس کی باتوں سے بہت
متاثر ہیں۔ ایلاہب سے اس شخص کے پاس کا خبر دیکھ تو بہت پریشان ہوا۔ "تو بیوی
ہاں ہے۔ جنگ جہاں میں مسلمانوں کی مدد کے لیے "ہاں" سے فرشتے نہیں اترے تھے۔"

اس دروغ کا یہ جواب دیا جب میں خود تجھے یہاں سو ہزار کچھ ہوں، اسی طرح میں
نے فرشتوں کو چشم فرید کی باتیں میں اترتے دیکھے۔

ایلاہب نے اسے پھر مٹھایا۔ اسے چھوڑا اور لاف لڑ کر گروا۔

ایلاہب "ہاں" اس دروغ کی باتوں سے متاثر تھا، اس نے اس کے دعویٰ کی تصدیق
کی "پاؤں اگر فرشتے مسلمانوں کی مدد کریں گے تو کیسے لشکر قریش ۳۳ افراد سے
شکست کھائیگا۔

یہ تو لوگ ایلاہب کی حدیث پر "ترسے" اور دونوں گروہوں میں بھڑک شروع ہو گئی۔
ایلاہب کی اس حدیث میں بھی ہوا۔ یہاں تک کہ اسے اٹھ کر اس کے گھر پہنچا گیا۔

ایلاہب کوئی ہونے کے ساتھ دن بعد مر گیا۔

یہ عرب مورخ شیخ نے تھا ہے ایلاہب اس کی حدیث میں "عین کا سر" حق
نہ تھا۔ روایت مرض کے خوف سے اس کی بات کو کثرت سے دور کر دیا گیا۔

ایلاہب کے بعد ایلاہب نے مسامحہ میں بیٹھ کر مسامحہ کی باتیں کی اور اس کی جاتی مسامحہ
"ہاں" سے شہر سے گھر زیادہ پیغمبر اسلام ﷺ کی نسبت دشمنی کا چھرا کرتی۔

اس دروغ کا پھا چاہا ہے کہ (ہاں) کے معنی ہیں "ہاں" ہے اور "ہاں" ہے وقت جڑ
اور روایت میں عرب لڑکی کی روایت کے قائل تھے، لہذا بعض قائل اس قسم کے نام رکھ
دیتے تھے جن کی "ہاں" ہے اور "ہاں" ہے وقت دہرہ دہرہ۔

جنگ بدر کے دو مہینے بعد اشراف نے مکہ کے لشکر مسلمانوں کی سرکوبی کے لیے حیر
کیا۔ لشکر کا کماندار ابو سفیان تھا۔ ابوسفیان کا اصل پیشہ تجارت تھا لیکن شہر کی بہ نسبت
خصوصاً محمد ﷺ کی شان میں اس کی کئی کوئی جگہ بہت مشہور ہے۔

یوسفین ۱۰۳۰ ہجری کے ساتھ، اہل حرام میں مکہ سے نکلے اور مدینہ کی راہ لی۔ اس نے مدینہ
کے قریب کوہ سبہ میں لشکر کو ٹھہرا، اور خود چند فرسے سوار کے ساتھ مدینہ کی طرف
بہڑا۔ یوسفین کے دو ساتھی تھے جوڑا ہو چکا تھا کہ جب یہ قبیل مسلمانوں پر حملہ آور ہوا،
بیوٹی قریش کی مدد کو آئے تھے ہوں گے۔ اس لیے ابوسفیان یہودیوں کو اپنے قتل کے
ہونے سے ڈرنا کہتا تھا۔ مدینہ میں داخل ہوا اور مسلمانوں سے شکم کے گھر گئے جو کہ بیوہ
کے بزرگوں میں سے تھے۔ یہاں تک کہ یوسفین کی بڑے شہادت خدا میں پڑ پڑائی کی۔
بہڑا ہی تھا اور اشراف اس کے لیے فرما رہی۔

کھانا تمام ہونے پر ابوسفین نے صاحبِ خانہ سے کہا تمھارے وعدوں پر تمھارے
ہونے میں مدد کیا ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ تمھاری بات تمھاری مدد سے مسلمانوں پر حملہ کروں۔
مسلمانوں سے شکم کے لیے اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکا۔ یہ وعدہ کیا ہوا ہے،
میرا لشکر ابوسفیان کے ساتھ جنگ میں تھوڑی مدد کرے گا، لیکن دوسرے لوگ نہیں تھے کہ تم
چل دی جاؤ گے اور جنگ شروع کرنا پڑے گا۔ ہم اس وقت جنگ کے لیے تیار نہیں ہیں۔
آج رات جنگ میں شامل نہیں ہو سکتے۔ رات اور صبح کے بعد، یہ لوگ اور بہتر کی قوت میں
ملنے ہوگا مگر یہ کہ کچھ مدت گزر جائے اور ہم جنگ کی تیاری مکمل کریں۔

ابوسفیان کا ارادہ اسی رات ختم کرنے کا تھا۔ جب اس کا ارادہ پورا نہ ہو تو اس نے
واپسی پر یہودیوں کو مدد کرنے میں کہا کہ تم لوگ مدد نہ کرو۔ یہ وعدہ مدینہ کے قتل میں
واقع ہے۔ یہ مسلمانوں کو قتل بھی کر دیا اور یہ غیبت ہشتم ستوں (سوی) سے بھری ہوئی
ہجریں کے کر فرما رہی۔

مسلمان اس فقر و مارت مگر کی اطلاع ملنے ہی یوسفین کے حق میں نکل پڑے۔

یوسفین ۱۰۳۰ ہجری کے ساتھ، اہل حرام میں مکہ سے نکلے اور مدینہ کی راہ لی۔ اس نے مدینہ
کے قریب کوہ سبہ میں لشکر کو ٹھہرا، اور خود چند فرسے سوار کے ساتھ مدینہ کی طرف
بہڑا۔ یوسفین کے دو ساتھی تھے جوڑا ہو چکا تھا کہ جب یہ قبیل مسلمانوں پر حملہ آور ہوا،
بیوٹی قریش کی مدد کو آئے تھے ہوں گے۔ اس لیے ابوسفیان یہودیوں کو اپنے قتل کے
ہونے سے ڈرنا کہتا تھا۔ مدینہ میں داخل ہوا اور مسلمانوں سے شکم کے گھر گئے جو کہ بیوہ
کے بزرگوں میں سے تھے۔ یہاں تک کہ یوسفین کی بڑے شہادت خدا میں پڑ پڑائی کی۔
بہڑا ہی تھا اور اشراف اس کے لیے فرما رہی۔

یوسفین ۱۰۳۰ ہجری کے ساتھ، اہل حرام میں مکہ سے نکلے اور مدینہ کی راہ لی۔ اس نے مدینہ
کے قریب کوہ سبہ میں لشکر کو ٹھہرا، اور خود چند فرسے سوار کے ساتھ مدینہ کی طرف
بہڑا۔ یوسفین کے دو ساتھی تھے جوڑا ہو چکا تھا کہ جب یہ قبیل مسلمانوں پر حملہ آور ہوا،
بیوٹی قریش کی مدد کو آئے تھے ہوں گے۔ اس لیے ابوسفیان یہودیوں کو اپنے قتل کے
ہونے سے ڈرنا کہتا تھا۔ مدینہ میں داخل ہوا اور مسلمانوں سے شکم کے گھر گئے جو کہ بیوہ
کے بزرگوں میں سے تھے۔ یہاں تک کہ یوسفین کی بڑے شہادت خدا میں پڑ پڑائی کی۔
بہڑا ہی تھا اور اشراف اس کے لیے فرما رہی۔

یوسفین ۱۰۳۰ ہجری کے ساتھ، اہل حرام میں مکہ سے نکلے اور مدینہ کی راہ لی۔ اس نے مدینہ
کے قریب کوہ سبہ میں لشکر کو ٹھہرا، اور خود چند فرسے سوار کے ساتھ مدینہ کی طرف
بہڑا۔ یوسفین کے دو ساتھی تھے جوڑا ہو چکا تھا کہ جب یہ قبیل مسلمانوں پر حملہ آور ہوا،
بیوٹی قریش کی مدد کو آئے تھے ہوں گے۔ اس لیے ابوسفیان یہودیوں کو اپنے قتل کے
ہونے سے ڈرنا کہتا تھا۔ مدینہ میں داخل ہوا اور مسلمانوں سے شکم کے گھر گئے جو کہ بیوہ
کے بزرگوں میں سے تھے۔ یہاں تک کہ یوسفین کی بڑے شہادت خدا میں پڑ پڑائی کی۔
بہڑا ہی تھا اور اشراف اس کے لیے فرما رہی۔

یوسفین ۱۰۳۰ ہجری کے ساتھ، اہل حرام میں مکہ سے نکلے اور مدینہ کی راہ لی۔ اس نے مدینہ
کے قریب کوہ سبہ میں لشکر کو ٹھہرا، اور خود چند فرسے سوار کے ساتھ مدینہ کی طرف
بہڑا۔ یوسفین کے دو ساتھی تھے جوڑا ہو چکا تھا کہ جب یہ قبیل مسلمانوں پر حملہ آور ہوا،
بیوٹی قریش کی مدد کو آئے تھے ہوں گے۔ اس لیے ابوسفیان یہودیوں کو اپنے قتل کے
ہونے سے ڈرنا کہتا تھا۔ مدینہ میں داخل ہوا اور مسلمانوں سے شکم کے گھر گئے جو کہ بیوہ
کے بزرگوں میں سے تھے۔ یہاں تک کہ یوسفین کی بڑے شہادت خدا میں پڑ پڑائی کی۔
بہڑا ہی تھا اور اشراف اس کے لیے فرما رہی۔

یوسفین ۱۰۳۰ ہجری کے ساتھ، اہل حرام میں مکہ سے نکلے اور مدینہ کی راہ لی۔ اس نے مدینہ
کے قریب کوہ سبہ میں لشکر کو ٹھہرا، اور خود چند فرسے سوار کے ساتھ مدینہ کی طرف
بہڑا۔ یوسفین کے دو ساتھی تھے جوڑا ہو چکا تھا کہ جب یہ قبیل مسلمانوں پر حملہ آور ہوا،
بیوٹی قریش کی مدد کو آئے تھے ہوں گے۔ اس لیے ابوسفیان یہودیوں کو اپنے قتل کے
ہونے سے ڈرنا کہتا تھا۔ مدینہ میں داخل ہوا اور مسلمانوں سے شکم کے گھر گئے جو کہ بیوہ
کے بزرگوں میں سے تھے۔ یہاں تک کہ یوسفین کی بڑے شہادت خدا میں پڑ پڑائی کی۔
بہڑا ہی تھا اور اشراف اس کے لیے فرما رہی۔

یوسفین ۱۰۳۰ ہجری کے ساتھ، اہل حرام میں مکہ سے نکلے اور مدینہ کی راہ لی۔ اس نے مدینہ
کے قریب کوہ سبہ میں لشکر کو ٹھہرا، اور خود چند فرسے سوار کے ساتھ مدینہ کی طرف
بہڑا۔ یوسفین کے دو ساتھی تھے جوڑا ہو چکا تھا کہ جب یہ قبیل مسلمانوں پر حملہ آور ہوا،
بیوٹی قریش کی مدد کو آئے تھے ہوں گے۔ اس لیے ابوسفیان یہودیوں کو اپنے قتل کے
ہونے سے ڈرنا کہتا تھا۔ مدینہ میں داخل ہوا اور مسلمانوں سے شکم کے گھر گئے جو کہ بیوہ
کے بزرگوں میں سے تھے۔ یہاں تک کہ یوسفین کی بڑے شہادت خدا میں پڑ پڑائی کی۔
بہڑا ہی تھا اور اشراف اس کے لیے فرما رہی۔

ایک یہودی گروہ کا مدینہ سے اخراج

اس صحن میں جبکہ کہ اہل تہذیب کو ایک بڑی جنگ کے لیے تیار کر رہے تھے، مدینہ میں مخالفین اسلام نے شہر بھر کر کہہ کر ایک نیا ناکوں دیے۔ ہم نے اس تاریخی حقیقت کی پس منظر کو دیکھا ہے کہ سرزمین عرب میں کام کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ منظم کام کرتے تو وہ دیکھتے تھے۔ سیاسی مقاصد میں انکو کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ عربوں کا قول تھا کہ ”انکو کا زہم کھارو اور غارہ کے زہم کی طرح جہلک مارتا ہے۔“

مدینہ کے شہر میں سے ایک ٹاٹو کعبہ میں لاشرف تھا جو کعبہ کا دروازہ اور مسلمانوں کی شان میں انکو کہہ کرتا تھا۔ اس کا ہم پیچہ ذکر کرتے ہیں۔ یہ شخص چند ماہ کے لیے مدینہ میں آیا تھا۔ وہیں سے اس نے کئی ماہوں کو کعبہ کا دروازہ اور مسلمانوں کے خلاف ”کسب اور مدینہ میں آگیا۔ مدینہ میں جہاں عوام متحہ ہوتے وہ کعبہ کا دروازہ اور اس کی نگہداشت کے لیے اس طرح لوگوں کو برعظیمت کرتا۔ کعبہ بن لاشرف کے ساتھ ایک ٹاٹو عصبانیت مردان تھی جو کعبہ کا دروازہ اور اس کی نگہداشت کرتی تھی۔ یہ عورت مدینہ کی خوبصورت ترین عورتوں میں شمار ہوتی تھی۔ وہ خوش آواز بھی تھی۔ اس لیے اس کے خلاف کعبہ کا دروازہ اور مسلمانوں، قرآن، ہجر مکمل کے خلاف انکو کہنے پر مسلمان بہت ”رودہ ہوتے تھے۔“ کعبہ کا دروازہ بذات خود بھی اس کے اہلکار سے بہت کچھ ہوتے۔ لیکن چونکہ آپ عظیم اہل حق اور بہت زیادہ مردود تھے اس لیے برداشت کرتے تھے اپنی کہ خداوند نے سورۃ عصر میں فرمایا:

وَالْعَصْرِ
إِنَ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِهِ الْاِنْفُسُ الْاِنْفُسُ الْاِنْفُسُ الْاِنْفُسُ الْاِنْفُسُ الْاِنْفُسُ
بِالْعَصْرِ
وَإِنَّا بِالنَّفْسِ الْاِنْفُسِ الْاِنْفُسِ الْاِنْفُسِ الْاِنْفُسِ الْاِنْفُسِ الْاِنْفُسِ الْاِنْفُسِ الْاِنْفُسِ
”قسم ہے عصر حاضر کی (یعنی وہ عصر جس میں کعبہ کا دروازہ اور مسلمانوں کے خلاف ہوتے)۔“



شبہ انہیں بچے نادانوں اور بچے مردوں کی وجہ سے شمار کی طرف جارہا ہے،
 سوائے ان کے جو ایمان لائے اور صانع عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تحقیق کی
 اور ایک دوسرے کو صبر کی تحقیق کی۔

ترتیب میں بار بار صبر و بردباری کی تاکید کی گئی ہے اور ہر دفعہ وہ دو جگہ پر واضح
 کرتے ہیں کہ ہمیں اور ہمارے کو کچھ سے جانے نہ دیں۔ مگر اسلام علیہ السلام بہت بردبار
 تھے۔ مسلمانوں کا یہ صبر بہر حال محمد علیہ السلام جیسا نہیں تھا۔ وہ جو پر ہمت، سرزد تھے، پھر یہ کہ
 خود بہادری اور شہر اسلام علیہ السلام کی شان میں بھی گتائی کرتے تھے۔

مسلمانوں کے متعلق ہر جگہ کوئی کوریڈر نہ دیا گیا ہے، مگر پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شان میں
 "تائی اس کے لیے ناقص تھی، دوسرے دن جب یہ خبر لوگوں تک پہنچی کہ ایک نابینا مرد
 نے عصا کو قتل کر دیا ہے تو لوگ حیرت میں گم ہو گئے۔

اس لیے کہ کچھ سے ہوا تھا کہ ایک نابینا کس طرح گھر میں گھسے ہوگا اور اس نے عصا کو
 کس طرح دھڑکھڑکاتے ہوگا۔ حتیٰ کہ معلوم ہو کہ وہ نفس عصا کے نزدیک عزیزوں میں سے
 ہے اور انی سال سے اس کے ساتھ رہتا تھا۔ اور اس کا کم قید تھا۔ گھر کی ہر جگہ سے آشنا
 تھا۔ بہر صورت کی عداوت سے بھی افسوس تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ عورت کہاں سوتی ہے۔

عصا کے قتل کی خبر قرآن مجید میں پھیل گئی۔ لیکن اس خبر سے مطلع ہو گئے۔ محمد علیہ السلام کو بھی
 یہ خبر پہنچ گئی۔ نابینا کا حال جب مسجد میں آیا تو محمد علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔ کیا تم نے
 ہی عصا کو قتل کیا ہے؟

انہوں نے عرض کی "ہاں" محمد علیہ السلام صبر و بردباری سے ہی سے قتل کیا ہے اور میں بالکل
 چپکائی نہیں ہوئی۔ یہ بھی جانتا ہوں یہ مومن بالکل ہے اہمیت ہے۔"

مسلمانوں کا یہ عزم و یقین رسول اللہ علیہ السلام نے اس کے قتل کی اجازت
 دے دی تھی، مگر اس حدیث سے اسے قتل کیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس پر

عصا کے قتل کے بعد کعب بن اشرف یودی کو بھی ایک مسلمان نے قتل کر دیا۔

مہینہ میں ایک اور شاعر نام ابو علقمہ یودی تھا۔ یہ بھی ضد و نہاد مجنون اور مسلمانوں کی شتم میں لگا کر تھا۔ یہ شاعر بھی ایک مسلمان کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کا قاتل بھی حوزہ کے قیدی میں سے تھا۔ اس ترتیب سے حوزہ جو سرکش عمل ہونے لگا رہیوں سے قاتل متوکلین کے ہم قید تھے، اس لیے کسی بھی کار کمال نہ دلی جا سکا۔

نیکس اس جنس شعو کے قتل کے بعد بھی جھڑپیں جاری رہی اور یہ جھڑپیں مہینہ کے بعد پھر نے شروع کی تھی اور مسلمانوں کی آزادی کا باعث ہوئے۔ مجروحانہ سے یودیوں سے کہا کہ مسلمانوں کی آزادی سے ہار آجائیں۔ حوزہ انہیں یہاں دیا کہ تم نے قانون اساسی کے تحت یہ مہد کیا ہوا ہے کہ مسلمانوں کے دست روگے اور مسلمانوں کے دشمنوں سے انہیں تھوڑ کر دے ایک روز مجروحانہ مسلمانوں اور یودیوں کی بیوہ کے تصدیق کوئی باطل عمل طے کرنے سے لینے کا نذر درگزر کے رنجس کے گھر کھڑے ہو گئے۔ ہم پیسے ذکر کر چکے ہیں کہ مہینہ میں یودیوں کے قتل سے تعلق ہے کشور (کسان، درگزر اور ہار)۔

خانہ زرگراں کے رنجس کو عہدہ کے چند بختے بعد چند بزرگ مجروحانہ پر مشتمل ایک بڑا لشکر لگے سے مہینہ آئے والا ہے، لہذا وہ مجروحانہ سے بڑی سزا دہری سے پیش آئے۔ یہ رنجس کا فرہ میں سے ایک تھا جنہوں نے قریش سے خلیفہ معاویہ کو کہا تھا کہ لشکر مذہب مہینہ میں داخل ہوگا تو یہ قریش کی ہڈ کرے گا تاکہ مسلمانوں کو ناپا کر دیں۔ یہ بیان بیان نہیں کہ اس میں سے وہ قانون اساسی مہینہ سے مخرب ہوئے اور مہد بھی لگی۔

مجروحانہ سے گھر میں داخل ہوئے کے بعد پہلی گھنٹہ قانون اساسی مہینہ کی دہری کی اور فرمایا کہ اس قانون کا احترام ہم کیا ہم کا فرم ہے۔ کبھی کسی کو ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جو قانون اساسی کے خلاف ہو۔

۲- کعب بن اشرف اور مجروحانہ ۳۰ھ میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس کے ساتھیوں سے قتل کیا۔

۳- ابو علقمہ کو ۳۰ھ میں سامی بن صبرہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جو جدی صوبہ تھے۔

اس کے بعد مسلمانوں اور یودیوں کے موجود حالات پر اجماع خیال کرتے ہوئے فرمایا۔ مسلمانوں کی طرف سے آج تک قانون اساسی کی کوئی چھوٹی سی خلاف ورزی بھی سزا دی گئی اور یودیوں کو رادہ پہنچانے کا کوئی منصوبہ نہیں بنایا گیا، البتہ یودیوں سے لگا رہیوں اور مسلمانوں کی دقت رازی کی ہے۔ ہم نے اس پرصر کیا۔ محترم لوگ زیادہ دیر ہو گئے ہیں۔ مہینہ سے شہر اسے جاری کر دے پر تم کو کیا ہے، حکم دینا نہیں ہے۔ مسلمانوں نے جب "حزب جنگ میں" آت کیا ہے وہ کسی سے نہیں دیتے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ویسے ہی قذہ سے مسلمانوں اور یودیوں کے تعلقات خراب ہوں، لہذا بہتر ہوگا کہ یودی مسلمانوں کو آزاد چھوڑ دیں اور قانون اساسی کا احترام کریں۔

یودی کا نذر درگزر کے رنجس نے اس معاملے میں اپنی کم اشتیاقی کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ نام سے جتنی مجروحانہ کرنا کہ پانچو کے بجائے آپ ﷺ کی نیت کہ وہ تمام حقیقی سے قاضی کرتے ہوئے کہہ

ہے "ہذا قسم" جنگ (جنگ) کے نتائج نے تمہیں اور تمہارے بیوہ کا دوس کو مفرد بنادیا ہے اور تم تصور کرتے ہو چکے تم نے اس نکتہ کے بشر پر حتم سے کثیر ویرتہ حق حاصل کی ہے، لہذا ہر حد حق مند ہو گئے۔ تم اس سے غافل ہو کر جنگ (جنگ) میں تمہاری جنگ ہم ڈالوں سے حقیقی تم نے بھی تک یودیوں سے جنگ نہیں کی، تاکہ مجھ کو کو حردان مجھ کو پیسے ہوتے ہیں، اہم دلیل لوگ ہیں۔ ہم میں اشتقاقیت ہے اور تو بہت رنجس میں ہمیں شخص حاصل ہے اور جو کوئی ادارے متقابل آنے کا گھٹت کھائے گا۔

مجروحانہ نے فرمایا "ہم تم سے جنگ نہیں چاہتے، بلکہ ادنیٰ کے خواہاں ہیں۔ یہ نیز بھی سخت کر رہی ہے اور میں تم کو دبا ہوں کہ تم سے ایک بہت بڑا لشکر مہینہ پر نمودار ہوئے ہیں۔ کیا اس حالات میں تم آمادہ نہیں ہو کہ ہم سے ادنیٰ رکھو اور لشکر سے منت لینے کے بعد تم سے شک مجھ کو اپنا ہو جائے۔"

خانہ میں امید بعد میں مسلمان ہو گیا اور جنگوں میں اس طرح اپنی شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کیا
یہ مسلمان اس نے سے خالد بن ولیدؓ یعنی "خالد بن ولید" کا خطاب دیا۔ لیکن وہ شوال
ہجری میں وہ محمد ﷺ سے برسرِ پیکار ہونے لگا تھا۔

۱۰۔ سرے قریبی سرداروں میں ابولہب کے سرور کرم بن ابیہل بھی تھا، جو باپ کی
طرح، عمر بن الخطابؓ سے شدید کینہ رکھتا تھا۔

اسین کی زوی بد بھی میدانِ جنگ میں اس کے ہمراہ تھی تاکہ مسلمانوں کی دہشت
پائی نہ پاری کر سکے، یعنی میدانِ جنگ میں شہید ہونے والے مسلمانوں کے ہاتھ و ناک اور
کان کاٹ کر اپنے لیے ہار تیار کر سکے اور گلے میں ڈال سکے۔

قریش کے لشکر کے ساتھ ایک اور عورت بھی تھی، اس عورت کا نام تھا عمرہ بنت عبد منافؓ
وہ عورتیں جو آپؐ میں ساری تھی۔ وہ ایک باندہ کا امت اور غلامی عورت تھی۔ اس عورت نے
جنگِ اُحد میں قریش کو نصرت دی، نے کے لیے جو کھات کپے وہ سینے سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱۱۔ ۲۵ھ ۶۴۵ء جولائی ۶ مطابق ۲ شوال ۳ ہجری کو قریش کا لشکر مدینہ پہنچا اور
شہر کی شمالی سمت بڑھا۔

مخمس چاہتا ہے کہ مدینہ کے جنوب میں واقع ہے۔ مکہ کے قافلہ کو جو شام کا سفر
قریش نے انھیں بھی اطراف سے گزرتا ہوتا تھا، اہلِ مسلمان ان کی راہ روکتے تھے۔ کوئی
بھی شخص جو مکہ سے آئے اسے منقطع طور پر جنوب کی طرف سے مدینہ میں وارد ہوتا چاہیے، وہ
مدینہ سے جنوب میں گھس پڑا کرنا چاہیے نہ یہ کہ وہ لشکرِ مدینہ کی شمالی سمت بڑھ جائے۔

لشکرِ قریش مدینہ کے نزدیک سے گزر کر شمالی جانب اس لیے گیا کہ جنوب کی طرف سے
شتر و اونٹ کا شہر کے نزدیک پہنچنا مشکل تھا، اور اس فوج کی نقل و حرکت کی راہ میں مدینہ کی
جنوب سمت بہت سی مشکلات حائل تھیں۔

باندہ مدینہ کے جنوبی دشت میں دو ایک اور منقطع مقامی چٹروں سے عمرے چاہے تھے
دشت ان چٹروں پر آسانی سے نہیں چل سکتے تھے۔ محسوس تھا کہ ہر قدم پر گر جائیں وہ تیرا اور

لوگ و ہجرت کے زمانہ میں کوئی کر رہے تھے۔ انہی دنوں کا پرانہ یمن کا لشکر اس جنگ میں لڑ سکتا تھا۔ جنگ میں متحرک ہونا اس ایک جگہ سے ۱۷۰ فرسنگ جگہ جانا لازمی ہوتا تھا۔ اس لیے یمنیوں نے ترقیاتی کارکنوں کو کراچی میں گواہد کے اس میں بیچنے کے واسطے بھیجی تھی۔ راہ چالی اور جنگی حرکت کے لیے موزوں تھی۔

جب قریش کا لشکر مدینہ پہنچا، محمد ﷺ مسجد نبی میں تھے۔ یہ مسجد ۱۰۰۰ میں مسجد سے محمد ﷺ اور مسلمانوں سے مدینہ کے عوام (قبائل) میں جاتی تھی۔ محمد ﷺ بہت میں ایک مرتبہ اس مسجد میں چلے گئے تھے۔ بعد از بعض روایات کے مطابق عیسا کا وقت کہ محمد ﷺ کو پناہ ملی کہ تم سے ایک لشکر مدینہ میں وارد ہوا ہے۔ یہ خبر آپ ﷺ کے لیے حیرت کا، عورت اولیٰ اس لیے کہ آپ کو مدینہ کا مکہ سے ایک لشکر مدینہ پر حملہ آور ہونے والا ہے تاکہ مسلمانوں کو چارہ کر دے۔

تم کے لشکر سے کوہ (احمد) کے راکن میں قیام کرنے کے بعد اپنے انہوں دو گھوڑوں اور مدینہ کے شان کی کھٹوں میں چلنے کے لیے چھوڑ دیا۔

یہ ٹکس ہماریت کا تھا۔ نبی مدینہ اس کا منہم سمجھتے تھے۔ ۱۰ دن اور رات محمد ﷺ سے مدینہ کے دوسرے مشورہ میں گراہے کہ اب کیا کرنا ہے۔ محمد ﷺ فرماتا چاہتے تھے کہ درباری جنگ مدینہ میں اندرونی طور پر امن رہ سکے گا کہ نہیں؟ محمد ﷺ سوچ رہے تھے کہ دو دن جنگ ممکن ہے مابقیں ۱۰۰ دوسرے خانے مدینہ میں مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ ان خواہش تھی کہ راہی کا دینا امن رہے۔

لیکن منافقین عیاد بن ابی قحافہ اس نے محمد ﷺ کو چنی دھاری کا یقین دلا دیا اور یہود میں سے کہ کہ وہ مسلمانوں پر حملہ نہیں کریں گے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اس وعدہ کو قبول کیا۔ بعد ازیں قریشی جنگ پر مدینہ کے بائیں کے دوسرے مذاکرے کیے۔

محمد ﷺ بن ابی نے مشورہ دیا کہ مسلمانانہ طور پر لڑیں۔ اس نے کہا کہ اس شہر میں ایک قیادتوں کا وجود ہے کہ ہر ایک قدرت دفاعی دیکر کام دے سکتی ہے اور کہ مسلمان

اور تین ہزار بائیس آدمی کا لشکر مسلمانوں پر غلبہ حاصل نہیں کر سکے گا۔

محمد ﷺ اس واقعے سے واقف تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ مدینہ کی ہر ایک قدرت دفاعی مدینہ کا حصہ ہے۔ اگر مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوا چاہے کسی شریک کھانے پینے کی یا باخیر موجود ہوتا تھا کہ لشکر کا کام نہیں چلا سکتے گا۔ لیکن چونکہ یہ مشورہ محمد ﷺ نے دیا تھا اس لیے محمد ﷺ کو کوئی ہوا عیاد بن ابی قابل اقتدار تھا۔ محمد ﷺ کو یہ مشورہ کہ یہ صلاح عیاد بن ابی کی ہے کہ اس نے اس میں شکیلیہ رہا۔ وہ چاہتا ہو کہ یہ مشورہ کی حرکت کی راہی چل جائے۔ ۱۰۰۰ ہوا عیاد بن ابی قدرت کے ۱۰۰۰ کے لیے اور محمد ﷺ اور مسلمانوں کو قریشی کے حملے کے لیے کر دے۔

عیاد بن ابی کے علم و خیال کے بعد آپ نے جوانوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ محمد ﷺ اور دوسرے قبیلوں میں بہتر ہے کہ جنگ مدینہ سے باہر لڑی جائے اس لیے کہ اگر ہم نے جنگ منصور ہوا کر لڑی تو ہماری قوت حرکت سب ہو جائے گی۔ لیکن صحر میں ہر طرح کی حرکت جیسا آپ ﷺ چاہیں گے ہو سکتی ہے۔

محمد ﷺ نے شہر سے باہر جنگ لڑنے انہوں کا نظریہ سننے کے بعد شہر سے باہر جنگ لڑا فیصلہ کیا۔ آپ کی دست تھی کہ کوئی فیصلہ کرنے سے قبل ہر ایک متعلقہ فرد سے مشورہ کیا جاتا ہے۔ فیصلہ کرنے سے پہلے آپ پر ہتھیاروں کی پابندی نہ لگتی تھی۔ لیکن جب فیصلہ کر لیتے تو پھر اس میں روادیں مانگن ہوتا تھا۔

شہر سے باہر نکل کر جنگ کرنے کا فیصلہ ہونے کے بعد بھی عیاد بن ابی وہ بارہ آدمیوں سے فرات گار ہو کر اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرمائیں اور منصور ہو کر واپس کریں۔ محمد ﷺ نے ۱۰۰۰ آدمیوں عیاد بن ابی ایک خطیر جوہر دیکھ کر طرف سے مہمات ہوا ہوا منصور نہیں ہوتا اور تو دشمن میں مجاہد نہیں کیا کرتا خدا کا لشکر ﷺ جو رات پر مہمات ہوا ہوا جب گوارہ قائم سے نکال لے کر پھر آگے ہی بدست ہے۔

قریش کی تین غزواتی تعداد کے مقابلہ میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ

جمعیت نہیں تھی۔ اس ایک جزیرہ میں سے جہاں کے مال کر تاجاؤں کے تئیں موافق رہا۔
 "میں نے دیکھا کہ اس وقت صرف سات سو افراد گئے تھے۔ اسلامی لشکر میں ۱۱ سے زائد
 گھوڑے نہیں تھے اور زور و خوراک تھا اور بھی بہت کم تھی۔"

محمد ﷺ نے اپنے لشکر کا معین فرمایا۔ لشکر اسلام کے پاس سارے وہاں خوب نہ تھا۔ اس
 لیے کہ مسلمان دولت مند تھے کہ انھیں سے چھانچل مہل فرام کر لیتے۔ جب آپ ﷺ
 لشکر کا معین فرما رہے تھے آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ یہودیوں کا لشکر چار سو سے زائد
 بہت نہیں کہ وہ جنگ شروع ہونے کے بعد گھبراہٹ والی سے چائے۔

یہودی ہند کے قانون اسامی کے مطابق مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ قانون
 اسامی میں مذکور تھا کہ جب عینہ سورہہ قرآن پڑھے تو تمام اشرار باہل کر ٹھن سے دفاع کریں
 گے۔ محمد ﷺ چاہتے بھی تھے اور عیسوی بھی کر رہے تھے کہ یہودیوں کا ارادہ جنگ شروع
 ہونے کے بعد قریش سے چائے کا پے لیکن آپ ﷺ اس بات کو رہاں پر نہیں دے تھے۔

دوسرے روز اسلامی لشکر عینہ سے روانہ ہوا اور کوہ احد کے شرقی دامن میں چڑھا۔
 لشکر قریش کا چڑھنا نہ مقرر فی دامن میں تھا۔ تاریخ ۱۱ شوال ۳ مجزی بروز ہفتہ سیر
 عہد مذہب ابن ابی نے اپنی کتاب میں لکھی کہ جمعیت کے ساتھ وہاں کوچ کیا اور مسلمانوں ۱۱
 یہودیوں کو اکٹھا چھوڑ آیا۔

علی اصح منافقین نے جو حرکت کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کا اندیشہ
 بے ماس تھا۔ اس میں ایک گتہ کی وضاحت ضروری ہے کہ ۱۱ ہے کہ منافقین وہ لوگ
 تھے جو ظاہر مسلمان تھے مگر اندر اندر کچھ نہ چھپے گئے۔ لیکن یہودی جن کے متعلق انفرادی کی
 طبیعت اختیار کر چاہیں گے اور گتہ کے لشکر سے چاہیں گے وہیں رہے۔

محمد ﷺ نے خود ہی یہودیوں سے کہا کہ اگرچہ قافوں سامی کے تحت عینہ پر مصدق
 صورت میں سب کال کر دیا کہ ان فرض ہے لیکن یہ جنگ ہمیں درپیش ہے۔ یہ مسلمانوں اور
 گتہ کے بہت پرستوں کی جنگ ہے۔ بہت پرستوں کی جنگ اب عینہ سے نہیں بلکہ صرف
 مسلمانوں سے ہے۔ ان کے حملہ کا مقصد عینہ میں رہنے والے مسلمانوں سے جنگ ہے۔

تہہ یہ جنگ بڑی جنگ ہے اور قانون اسامی کے اصولوں کے مطابق وہاں کے رئیس کہ تم بھی دفاع
 میں شامل ہو کر دھینکا کا دفاع کرو۔ محمد ﷺ نے یہاں پر یہاں سے اور یہاں سے عینہ کو گھر
 بہتر سے عینہ کھینک کر دھینکا کی حمایت میں بہت پرستوں سے جنگ کروا۔ ان سب
 باتوں کے بعد وہاں سے گھر اور مسلمانوں کا وہاں سے اور اس کی تمام جنگ میں نہ گئے۔ یہاں
 بہت سے یہ کہ آپ سب گھروں کو واپس چلے جائیں ہم مسلمین تمام بہت پرستوں سے لڑیں
 گئے اس لیے کہ یہاں کی جنگ ہے۔ انجام جو خدا کو منظور ہوا ہوگا۔

یہودیوں نے جب دیکھ کر محمد ﷺ خود ہی انھیں واپس جانے کو کہہ رہے ہیں اور انھیں
 گھر کو واپس چل دیے محمد ﷺ کے لشکر میں اب سات سو سے زیادہ مسلمان تیار ہو گئے تھے۔
 "عیسائیوں کی حالت اس جنگ میں جنگ بدر سے بدتر تھی۔ کفار نے کفار کا لشکر تھا۔ اس پر
 گناہ سے زیادہ تھا۔ جس اس کے کہ جنگ شروع ہو محمد ﷺ و پیغمبر اسلام سے رو دھینکا کی درخواست
 کر رہا تھا اور مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ ان کا طریقہ جنگ وہی بدر
 اور گتہ کی ہی جم فضیلت تھی وہیں گئے تاکہ دشمن کسی طرف سے بھی حملہ نہ کرے اور
 سب کو اپنا پڑے۔ کہ ہم اس بات پر بھی توجہ کر لی ہوئی کہ دشمن کے پاس سب ایک مضبوط
 بات سے دو سو سو افراد تھے وید کی کتاب میں ہیں اور یہ امکان ہے کہ یہ سوار اپنے منصوبہ کے
 تحت ہماری صفیں دو حکم پر ہم کر دیں۔"

جب ایک ترتیب جنگی تشکیل پائی ہے تو سوار اس طرح صفیں بنا دیں کہ ایک دائرہ یا
 مربع بن شکل بن جائے اور دشمن ہمارے سامنے سے بھی حملہ نہ کرے اور خود کو مستحق ہلاک
 سامنے پائے۔ دشمن کے چار سو ہستوں سے اس طرح کوئی خطرہ نہیں رہتا۔

لیکن سواروں کا محمد ﷺ کا ہوتا ہے۔ ہم گمراہ اپنے سامنے کی سوار سپاہ کو روک بھی نہیں
 تو ان کے عقب سے تازہ سوار آتے ہیں اور ہمارے پاس انھیں دیتے ہیں۔ گھوڑے کی
 حالت خراب نہ ہوتی ہے جو ہمیں ہلاکت نہیں دیتی کہ ہم اپنی صفوں کو زور و دست کر
 لیکن اور سوار بہتر ترتیب بنال ہو۔

محمد ﷺ نے میرا داروں کے چنے چارنے سے اللہ جل جلالہ پر سو افراتو ایک روایت کے مطابق چار سو پچاس افراد (مگر تیر اندازوں کی تعداد پچاس تھی، لیکن چار سو سے چند اضافے تھے) اور جنگ بندی کی شکل میں ایک طرف کا طعیر دار علی کو مقرر فرمایا۔

مسلمانوں کی تعداد سی سو (۳۰) تھی، جس کی جانب سے کسی جانب سے نہیں لی گئی تھی۔ اس کی تعداد میں ۳۰ تھے (۳۰ تیر انداز) اور دیکھ کر تھی۔ محمد ﷺ نے اس میں ۳۰ سے کہ جب تمام کچھ کو دہری کوئی ایک طرف یا بجلی طاقت کی شکل میں پھرنے کی یہ تو اپنی پہلے کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔

محمد ﷺ جنگ شروع ہونے کے آخری لمحے تک مسلمانوں کو یہی حکایت کرتے رہے کہ ان کی جنگ سے پیسہ کرنا اور رسول کی تہنیت کا قائم رکھنا۔ دہری طاقت چونکہ دشمن سے بہت کم ہے، اگر انفرادی جنگ لڑی تو سب قتل ہو جائیں گے۔

بہرہ، انسانوں کی یہی جنگ شروع ہونے سے قبل رسول کے ساتھ رسول کریم، یعنی رسول اللہ ﷺ کو انفرادی جنگ میں قریب کے مردوں اور دوسری پہلو کا غلبہ کر کے کافی رقی ان دشمن کا غلبہ یہ تھا۔

تو دشمن چار سو کے تو ہم تم کو شہر کے عقب اور دوسری طرف سے دست کر دیں گی، اور اگر تم نے دشمن کو ہتھیار دیا تو وہاں سے ہاتھوں سے ہر شخصیں شہر چھوٹنے لگیں۔

جنگ کے آغاز سے قبل ہونے، پہلے انھوں نے انھوں سے جنھیں وہ ساتھ لے گئے تھے، جو ان میں سے مسلمان سرداروں میں محمد ﷺ، عمر فاروق، ابوبکر، عمار، عتبہ اور علی بن ابی طالب کو لے کر گئے تھے، انھوں نے وقت آ کر اڑا کر دیا جائے گا۔

یہ بتا چکے ہیں کہ مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے، ایک گھوڑے پر اُٹھ گئے تھے، جب مسلمانوں کی صفیں میدان جنگ میں گئے تھیں تو ان کی گھوڑا اس طرح اچھا کہ خود ان کو اس کے پاؤں کھینچ دے۔ انھیں اس میں پر دم کو طاقت کرنا ہوتی تھی، کہ تم سب شہید کر دیے جاؤ، خصوصاً انھیں کے دوستوں کا خیال رکھنا، ہر گز وہ ہر دم کے ہتھیار نہیں۔

اس کے بعد محمد ﷺ نے جس کی سمت ایک مخصوص جنگی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، میرا خیال ہے کہ خدا میں امید ہے کہ دہری رسول پر تم کو تو کسی سمت سے نہ کرے گا، اس لیے کہ یہ جنگ دہریوں کے ہاتھوں سے ہونے والی ہے۔

جس جنگ کی طرف اشارہ کیا تھا وہ ایک جنگ گڑگاڑ کے ہونے پر ایک واضح میدان تھا، گڑگاڑ کے دائرے میں سے نہ گڑگاڑ کے وسط تک پہنچا تھا، اس کے قریب طاقت نے اور گڑگاڑ کے گڑگاڑ کر کے خوب کی طرف سے جیسے خود ہی شہر کی طاقت نے۔ اس درمیان میں ایک کم دھڑکاؤ پیدا ہوا تھا، جسے "جھین" کہتے ہیں۔ محمد ﷺ نے اس پر دیکھ کر تیر اندازوں کو میدان میں بھیج کر قیادت میں دہریوں کی اس نیند پر پوزیشن سے انھیں یہ نیند جھین جھین اہمیت کا حال تھا اور محمد ﷺ نے اپنی مسافروں سے اس بہت کو پوچھا تھا۔ یہ خدا میں امید کے ساتھ گڑگاڑ کے لیے مسلمانوں کے عقب میں ایک گھوڑا آؤ تھا۔ یہ طریقہ کے تحت تیر اندازوں کو اس نیند پر بخا دیا گیا۔

بعض مؤرخین نے ان حالات کی تصدیق کی ہے، انھوں نے انھیں یہ انھیں یہ خیال میں دھڑکاؤ کر کے خدا کو لے کر اور تیر اندازوں کے دھڑکاؤ سے پچاس افراد پر مشتمل ہوں گے۔

وہ علاقہ جس میں مسلمانوں نے قیام کیا ہو تھا، ایک طرح کا غلیب تھا اور گڑگاڑ کے دائرے میں ایک پہاڑ کی سی شکل میں تھا۔ دشمن کا پڑنا دہریوں کی پہلے کے مغرب میں تھا۔ دشمن کسی بھی صورت مسلمانوں کے عقب میں نہیں لگتا تھا، تاہم عقیدہ وہی رہا، یعنی نیند (جھین) کے لیے سے گڑگاڑ۔ محمد ﷺ نے میدان میں جیسے اور ان کے ساتھیوں کو جو نیند کی طرف چارے تھے، ایک بار پھر تا کہ یہ کہ ان میں سے کسی بھی حالات پیش آئیں انھیں اپنی تعداد میں چھوڑنا ہوگا، اگر دشمن کی پہاڑی کے لیے سے گڑگاڑ کی طرف سے جھینا ہے تو تیر اندازوں کے ان کے پاؤں کھینچ دے۔ انھیں اس میں پر دم کو طاقت کرنا ہوتی تھی، کہ تم سب شہید کر دیے جاؤ، خصوصاً انھیں کے دوستوں کا خیال رکھنا، ہر گز وہ ہر دم کے ہتھیار نہیں۔

خدا میں امید ہے کہ خدا میں اس کے ساتھ نیند پر پوزیشن سنبھال لی۔

مسلمانوں کی صفیں جب قریشی لشکر کی طرف بڑھیں تو اس حشری سے میں می
پیغمبر اسلام ﷺ سے حمایت فرمائی کہ صفیں یکے منگھم دی جا رہی ہیں۔ انھیں کسی قیمت
پر ہم پر حملہ نہ ہونے دینا اور غزوہ کی جنگ نہ لڑنا۔ اگر تم سے انھیں مضبوط قائم رکھا اور صفیں نہ ٹوٹیں
دیں تو فتح تمھاری ہوگی۔

خداوند یکے بہتوں کی قوت سے اسلامی قوت سے پار چلی تھی، جنگ کے انوش میں میں
واسع ہو گیا کہ کچھ مسلمانوں کی ہوگی قریش جس سمت سے بھی حملہ کرتے انھیں مسلمانوں کی
گودوں اور غروں کا سامنا کرنا پڑتا۔ مسلمانوں کی صفوں میں شکاف پیدا نہیں ہو رہا تھا کہ نہ
کی سپاہ پہلویا عقب میں چلی سکتی۔ ہر مسلمانوں کی صفیں آہستہ مگر منظم طور پر اس طرف سے
بلا رہی تھیں کہ قریش کے دواں پر دھشت جاری ہوئی اور وہ یکے کی پسپائی، قید کر سکتے۔

قریش کی پہپائی ان کی کوئی چال نہ تھی بلکہ وہ بالکل خوف زدہ ہو چکے تھے اور غرور
ثابت قدمی پر ترجیح دے رہے تھے۔ قریش کی لشکر گاہ قریب ہی تھی۔ جب مسلمانوں نے
دیکھا کہ قریش بھاگ رہے ہیں تو وہ جنگی غلام کے حصول کے لیے وہاں سے قریش کی لشکر گاہ
میں دوسرے سوال کے علاوہ بہت زیادہ تعداد میں لافٹ اور چھوڑے تھے۔ مسلمانوں نے
اپنی صفیں توڑ دیں اور ان کی قیمت بیچ کر نئے گودارے۔ مسلمان اس امید میں تھے کہ گھوڑوں،
افواں اور دوسرے کے علاوہ قریش کے پانیوں خصوصاً سرد، قریش کو سیر نہ کیا گئے اور
ان سے بہت زیادہ فدیہ کی رقم وصول کریں گے۔

صف اوں کے حمیر داران نے پکار کہاں جا رہے ہو؟ ممکن ہے دشمن فریب دی کا قصد
رکھتا ہو۔ پیغمبر ﷺ نے کہا: اے اللہ! ہم مضبوط ختم نہ کرنا۔

مسلمان سپاہ نے کہ پیغمبر ﷺ نے حکم دیا تھا کہ جب تک جنگ جاری رہے گی، غم
وضعت قائم رکھ اور جب کہ جنگ ختم ہوگئی ہے، ہم فاتح ہیں، غم و مصیبت کی ضرورت نہیں
رہی اور اس قریش کو لوٹنے کے لیے چل دیے۔

مسلمانوں کا وہ گروہ جو نہاد (مخبرین) کا ساتھ دے دیکھ کر قریش بھاگ رہے ہیں۔

اور مسلمانوں نے اپنی صفیں توڑ دی ہیں تاکہ ان کا فتح کریں تو عہد نامہ میں جبر سے کہہ کر ہم
بھی نہیں دیکھنا چاہتے۔ عہد نامہ میں جبر سے کہیں نہیں متاں کی کہ پیغمبر ﷺ کا حکم ہے کہ
تیس دن قیام نہ کریں نہ ہاتھ سے یہ جگہ نہیں چھوڑنی ہوگی۔ نیز انہوں نے جو ب دیا کہ
جب اللہ قریش شکست کھاتا ہے، ہم کیوں یہاں بیٹھے رہیں؟ اور اس کی طرف دل نیست
کیوں نہ چھوڑیں؟

نیز یہ مامور رہی سپاہ جو بارہ افراد کے جن میں عہد نامہ میں بھیجی مثال ہے، نزل
سے اتر آئی اور وہ لوٹ کے ارادہ سے قریش کی لشکر گاہ کی طرف بڑھے۔

شہر قریش جب بھاگ کر اپنی لشکر گاہ کی طرف گیا تو ان کا سامنا لشکر گاہ میں موجود
فوج سے ہو چکا کہ ساتھ نہ تھے کسی صفیں۔ عربوں کی یہ رسم قدیم سے چلی آ رہی تھی
کہ آتش میدان جنگ میں مردوں کے ساتھ چلی جیں تاکہ انھیں جوش و غیرت دلائی رہیں
اور انھیں ثابت قدمی پر مجبور کریں۔ عرب کا ایک خاص عمل یہ تھا ہے۔

جب ہم یہ سر پہنا دیتے ہیں، ہماری عورتیں نہیں دیکھ رہی ہوتی ہیں۔ اس وقت ن
کی نگاہ مشکل کی مانند ہوتی ہے اور دماغ ناخوش ہوتا ہے۔

جنکو میں جب مردوں کی شکست پہنچی ہو چلی تھی، عورتیں جو لشکر کے ساتھ ہوتی
ہوں، یہاں نہ کر سکتیں، اپنے آپ کو یہ نہیں اور دشمن کی طرف دوڑیں تاکہ اپنے مردوں
کو کسی طرح دشمن کے مقابلہ میں لے آئیں۔

اس جنگ اُحد میں نہ کہ لشکر کے ساتھ جھوڑیں تھیں، انھوں نے جب دیکھ کر
ان کے سردار بھاگ رہے ہیں تو ایک عورت (عمرہ بنت علف) کی قیادت میں سرکے پاس کو
انھوں کو اپنے پاس کو تار تار کر دیں، عمرہ بنت علف نے پکار کر کہا: "تمھاری غیرت و حیثیت
نہاں ہو چکی ہے اور اگر تم ان بھی مجھ مسلمانوں سے عہد نہ آئیں تو استقامت دکھاؤ
تو۔" نزل ہو چلا۔

جو مرد میدان جنگ میں قتل ہو جائے اس پر کوئی حرف نہیں، اس لیے کہ وہ پناہ و خفیہ انجام

مخالف کو میدان میں جنگ میں دھڑا رہا تھا، تاکہ آپ کو قتل کر کے آزادی حاصل کرے۔
 اور جو ہر ایک تک تو نہ پہنچ سکا اور اسی طرح جو بہتر عمر اور بھائی کو بھی۔ دھڑا رہا لیکن عمرو کے
 قریب آئی گیا۔ جب اس کا گھر چائے کے نامہ، ایک قوسے خواتین نہ ہوئی کہ اس کے
 رادیک۔ حتی کہ خالد بن ولید سہمی شکر سے عقب پر حملہ آور ہوا، حتی عمرو اور عمر بن
 قریش سے طرف شیرازی کر رہے تھے، فوجی وہاں پہنچے خالد کے سواروں کی رادیک۔
 اس واقعہ کو دیکھ کر وہ بھی۔ اور فوجی اس تک پہنچا اور اس طرح بڑا ہوا کہ بڑا
 کی دھمکی سے پار ہوئی۔ جب بدر و جدہ اور طویل سے اس کے عمرو کو دھمکی سے قتل کر دیا، اسی
 وقت اس نے صرف سے روایا، بلکہ اس میں ایک جنگ میں انھوں اور کانوں کا پور بھی
 اس کے دے دے۔

اس واقعہ کے بعد سے مسلمانوں کا شیرازہ کی طور پر کھرچ رہا تھا، لیکن ان میں ایک بہتر عمر
 بن ابی اسحق بن ابی بنی حاسب، ابوجہاد اور بھائی سے خلیفہ سیام علیہ السلام کو کھیر سے
 سے ایک چوٹی کی صف ترتیب دے دی، تاکہ دشمن کے سوار جو ہر طرف سے حملہ آور ہو
 رہے تھے ان کا سامنا کر سکیں۔

خالد بن ولید نے اپنے راہرو اس سے کہا یہ جگہ سواروں کے حملہ کے لیے سواروں سے ہے۔
 اور اس پر بھی جوق سواروں سے حملہ سے محفوظ ہو جائے گا اور ان ہم اس میں ہو
 جائیں گے۔ خالد بن ولید نے مسلمانوں کی بے انتہائی پر دہنہ راضی کی۔ فرمایا میں
 سواروں کے مقابلوں کو مت ڈرنا اور ڈرنا والے تیر اندازوں کو کشتی کی تھک کھجی ہو تمہیں
 ان سے یس بنانا۔ لیکن صحابہ مسلمانوں نے سبھی جرات پر عمل نہیں کیا، اس سے بھی نہیں
 لکھتا تھیں جنگجو اور کی سی حال ہو۔

اس مسلمانوں سے دعا، جو عمر علیہ السلام کے گڑھ ہوا، فوج تھے، حتی مسلمانوں اور اس طرح
 سے اس کے پیچھے میں متفرق ہو چکے تھے، اللہ تعالیٰ سے سواروں کی عمر کی آیت ۱۳ میں فرمایا
 ﴿وَمَنْ شَرُّ مَوْتٍ مُّوتٌ بِقَتْلِ مَنْ شَرُّهُ قَدْ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَنَسَمَ تَطْلُوتُ﴾

وہ جسے چاہے اور اپنے انجام کو پہنچے۔ اسے کوئی سر نہیں کر سکتا کہ کسی فوج نہ پانی نہیں،
 اور جو اپنے ہی طرف کے متعلق کو چاہے نہ نہیں اور مرنے سے خوف کھائے وہ جیسوں میں
 چھپ جائیں اور جوروں کی جگہ میں، جنگ کی کھدائی کریں، خدا کا نہیں۔ تم جیسوں میں چاہا، نہیں
 کی کھدائی کر دے۔ تم جو اس میں ایک جنگ میں چاہیں گی، ان میں سے ہر ایک پکارا ہوں گی۔

خالد کو دیکھوں نے کھاسے کہ اس دن مسلمانوں نے لشکر قریش کے وہ طہرہ، اس کو قتل
 کیا، اور یہ واقعہ عہد مد سے ہے۔ عمرو بن ابی سلمہ بھی اور فوجی عمرو بن ابی سلمہ کی شہ سے ہوا
 سے علم لکھایا، اس کی توار خدشہ میں اور اس کی پادری حرف باہمی۔ اور اس کی عمر میں اس
 کے پیچھے پیچھے تھیں۔ جب قریش نے یہ دیکھا تو مسلمانوں پر چٹ پڑے۔

قریش کا یہ موقعی میر توقع تھا اس لیے کہ مسلمانوں کے ہتھوڑ میں قریش کو مکمل شکست
 ہو چکی تھی۔ مسلمان اس غیر متوقع حملہ کے بے چارہ تھے، پانی ترتیب ختم کر چکے تھے۔
 حملوں کو ڈرنا کمال قیمت کے پیچھے چکے تھے۔

جب قریش نے حملہ کیا تو مسلمانوں نے اپنی مشکل درست کرنے کی کوشش کی، لیکن ان
 حالات میں یہ ممکن نہ تھا۔ قریش اس تیزی سے پہنچے کہ مسلمانوں کی عقلیں ادبا رہ نہ سکیں۔
 خالد بن ولید کے سواروں نے بھی ایک جنگ میں شرکت نہیں کی تھی۔ اور میدان جنگ
 کا مشاہدہ کر رہا تھا، اسی سے دیکھ کر قریش کے خلاف میں مسلمانوں کی عقلیں ٹوٹ گئی تھیں
 اور یہ بھی دیکھا کہ یہ قریش جوروں کے بغیرت لانے پر پختہ آئی ہیں، اور مسلمانوں میں
 انفرادی جنگ میں الجھنے لگے ہیں۔ جب خالد بن ولید نے موقع قیمت چاہا اور مسلمانوں کے
 عقب پر حملہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ عہد مد سے بھی اور دوسرے گیارہ تیر اندازوں نے خالد
 بن ولید کی راہرو کے کوشش کی مگر ناکام رہے اور وہ کہہ رہا تھا کہ (شیرازہ) ہو گئے۔

خالد بن ولید مسلمانوں کے عقب میں پہنچ گیا۔ سامنے سے قریش کا دھڑا اور عقب
 سے ان کے سواروں کا حملہ، عمرو بن ابی سلمہ بھی تک علم الہی نے دوسری جوروں کے ساتھ
 مردوں کو جنگ پر اکسارہی تھی۔ ایک یہ واقعہ تمام جس کا نام دھمکی تھا، ہند کے افسانے

نظر قریش کے جنگجوؤں کو عم قحط کہن پر داخل ہو کر رہیں تو محمد ﷺ کو قتل یا بے ہوش کر سکتا ہے۔ ولید بن خالد بن عمرو (عم بنی ہاشم) پر بہت زیادہ دباؤ ڈال دیا جسے قریش پر دیا جانے والا عمرو بن لہیہ کے پاس سے شیعہ میں رہیں تھے لہذا قریش غلطی سے ان کے ہاتھ نہ کام نہ چھوڑ دیا اور وہ اپنے غم کی تکمیل میں محمد ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ کی سختی میں ڈھالیں ہنچ گئیں۔ مگر سب لشکریوں نے اس قدر جھجھکنا نہ سہا۔ رسول میں دوحہ بن پشت تھیں اس سے اس طرح بڑھو گئی کہ کوئی جنگ خالی نہ رہی لیکن دوحہ بن شعیب کے حیران کی جھنجھٹ لگ رہے ہیں اور محمد ﷺ کھولا ہیں۔

یہاں چاندی رہیں پر گم رہے۔ اب وہاں کے بعد میں نے پاؤں مار گئے۔ اس قدر زیادہ اور خود سے انہوں نے چڑھتے رہتے کہ کوئی نہ پہچان سکا کہ وہ کس سے آئے ہیں کہ وقت ان کی کوئی پچھ نہ سکا۔ ان کی بہن نے ان کا کھانا سے پیو تاکہ یہ کہہ سکیں۔ اب محمد ﷺ کی حفاظت کے لیے صرف دو افراد باقی اور مردہ گئے تھے۔

عثمان بن ابی طالب میں ڈوبے ہوئے تھے تمام ہلائے تھے خون دہا رہا تھا۔ عمر چڑے بیٹے اور بلند قامت کے مالک تھے۔ زانی کے دور کی کبھی عمر رہا ہوتا ہے اور مسلمانوں کی رنگ شہوت کو چھوڑنے کے لیے رہا یہ شعر پڑھتے پڑھتے تھے۔ محمد ﷺ کی حالت اب بڑھ چکی تھی (آپ ﷺ اذیت شہید ہونے اور گرنے میں گم نہ رہے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ کھڑی ہو کر رہے تھے) عمر نے مسلمانوں کی وقاص سے حیران کیا۔ کہ ان پر حج کا دعویٰ کر دیا۔

یہ چند مسلمان جو ایک سو مشرکین کے سامنے بیٹھ رہے انھوں نے جب دیکھا کہ محمد ﷺ کی حالت اب بڑھ چکی ہے آپ ﷺ اب بے ہوش ہو کر رہے ہیں تو ان سے اپنے دشمنوں اور قحط کا کہہ سکتے تھے اور پڑاؤں سے انہیں بچھانے پر پھر صفت کہتے۔ یہ چھوٹی سی صف میں چارے تھے بے ہوش تھے مگر پر ہوش رہا کر رہا ایک مشرکین حملہ کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹے گئے۔

شب کے واقعات میں یہ واقعہ توجہ کا طالب ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شجاعت ان کی بچی بچی اور سڑن پالی وقاص کے حصے میں بہت زیادہ آتی تھی۔ انھوں نے ایک سو افراد کا مقابلہ کر کے انہیں پہلی پر مجبور کر دیا۔ اگر محمد ﷺ کے گرد جمعہ آدمی کی تعداد چار سو تھی تو ان میں سے ایک سو افراد اپنی شہادت کے بعد باور فرما دیتے تھے۔ ہر گز حملہ خوار نہ ہوئے۔ انہوں نے ان کے صف بنائی اور ہمدردی سے ایک سو افراد کو پہلی پر مجبور کر دیا۔ ایک سو افراد کی ہلاکت کے باعث ہچا ہوئے۔ اگر نہ جنگ میں جس سپاہ کا پھر رہی ہو اور کسی آدمی ہے کہ قحط کی شہادت سے دشمن کے سپاہیوں کو قتل یا حیران کر سکیں گے لہذا وہ زانی سے پہلی کی اسرار بھی اختیار نہیں کرتی۔

اس سے بھی بظاہر رہتا ہے کہ ایک سو افراد کا کھانا خالد بن ولید تھا اور خالد جانتا تھا۔ جنگ میں سپہ سالار کا کھانا یا سپہ ہوتا کتنا فیصلہ کن اور اہم ہوتا ہے۔ اگر یہ سو افراد مجاہدین گزرتی یا قتل کی کوشش میں مارے بھی جاتے تو حجب نہ ہوتا۔ یہ پھر وجہ کے نہیں کہ انھوں نے جنگ کے آخر پر کہا "میں سے ہر گز ان جیسے لوگ نہیں دیکھے جو جنگ کی آخری گھڑیوں میں محمد ﷺ کے گرد حصار کیے ہوئے تھے۔ ان کی وفاداری اور لڑنے کا کامیابی ان ایک سو افراد کی بہت مثال نہیں نکلتی۔"

ان دنوں ہزاروں افراد سے جنگ کی آخری گھڑیوں میں جب بطیمبر اسلام ﷺ بخروج ہوئے تھے۔ حادوت و شہادت کا مظاہرہ کیا اور ان نازک حالت میں محمد ﷺ کی حفاظت کر کے ان کا سبب رہے۔ باقی کے وسط میں وہ اسے حوالی نہیں تھے جس وقت اس دیر بھاری نے چھوٹی سی صف بنا کر سڑنے کے لشکریوں کو پہلی پر مجبور کیا تو فوراً شہید اس وقت کہ وہ "آخری چھوٹی کے نزدیک تھا اور ان کی اپنا کوئی رہا تھا۔ جنگ ختم ہو گئی اور سڑنے کے لشکریوں نے پھر توجہ پر حملہ کی جرات نہ کی تھی۔

اس وقت بطیمبر اسلام ﷺ کی دو بیٹیاں فاطمہ اور ام کلثوم اپنے والد کے پاس آئیں۔ ام سلمہ نے انہیں بھی واقعات قلم کرنے میں سہل بھاری سے کام لیا اور تاریخ و

میدان جنگ سے چلا اور اپنے لشکر کے ساتھ مکہ کو چلا گیا۔

جب دشمن کی سپاہ میدان جنگ سے دور ہوئی تو خلیفہ اسلام ﷺ نے حکم دیا کہ مسلمانوں کی خیمیں اپنی جگہ پر رکھی جائیں۔ ایک مرتبہ پھر مسلمانوں نے تاریخ رقم کرنے میں دبا دی ہے اور یہ تصریح نہیں کی کہ جب آپ فرمایا اور باقی اسی وقت مسلمانوں سے خیمیں ہٹا کر تشریف لے کر دی گئیں (اس طرح ۱۰ رات تک وہ خیموں میں بیٹھے رہے ہوں گے اور دوسرے دن تین کا قصد کیا۔ دشمن کے کچھ اعدائے دشمنی میں ہی چلے گئے اور آپ کے گھروں کی طرف تشریف لے کر وہاں سے نکلے۔

یہاں محمد ﷺ نے فرمایا: یہ میدان جنگ میں رہے گئے ہیں، اس لیے شہید ہیں۔ مرنے والے کی تدفین کر دی ہے۔ میرے بعد بہشت میں پہنچے گئے ہیں۔ ہمیں اہل بیت سے نہیں ہے۔ محمد ﷺ ہر بیت کے لیے قبر میں اتاری جاتی رہا، دیکھتے اور شریعت۔ دشمن کے اعداء آپ ﷺ کے شہداء کی شان بیان فرمائی۔



جنگ اُحد اور فوجی نقطہ نگاہ

بعض اسی مژدہ بین نے لکھا ہے کہ جنگ اُحد میں محمد ﷺ اور مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی اور یہی تقریباً آج تک دیر ملاحظہ ہے۔

ہم اگر کسی جنگی ماہر کے سامنے "شکست ہوئے" کا سوال اٹھا دیں تو اس کی وضاحت پس منظر پر کرنا پڑے گی۔ شکست پر جتنے افسانے اور اس کی فوجی قوت کو ہار کرانے والے افسانے، وہ تو اس کی حکمت پر قیاس ہو اور فوجی طاقت ناپا ہوئی، اسے شکست خوردہ کہا جائے گا۔

پس ایک قوم کو شکست خوردہ تسلیم کرنے سے پہلے دوسرے کا چارہ دیکھنا ضروری ہے ایک یہ کہ ملک پر دشمن کا قبضہ ہو چکا ہو اور دوسرے یہ کہ اس ملک کی فوجی قوت ناپا ہو چکے۔

جنگ اُحد میں مکہ کا لشکر تو حدیث پر ہی قبضہ کر رہا تھا، وہ بھی اسی لشکر کو چاہے کہ اگرچہ یہی لشکر اور ان جنگ میں متعلق ہو گیا تھا لیکن دوسرے ہی روز غلبہ کر دیا وہاں محمد ﷺ نے تاریخ ہو گئے اور جب آپ ﷺ نے مدینہ سرحد کی، آپ ﷺ کے ساتھ ایک منظم لشکر تھا۔ مگر وہ میرے عقیدے کے مطابق محمد ﷺ کو جنگ اُحد میں شکست نہیں ہوئی تھی۔ انھوں نے آپ ﷺ کو دبا دیا کیا۔ پس اس جنگ میں مسلمانوں کو ایک ناگوار واقعہ پیش آیا کہ اس میں ضرور ہو۔

قرآن میں خداوند نے جنگ اُحد کی ہارت مسلمانوں کی پوزیشن کو ایک تفصیلی شکست نہیں لکھی۔ جنگ اُحد سے متعلق یہ بات جو کہ سورۃ آل عمران کا حصہ ہیں نقل پیش ہیں۔ خداوند نے سورۃ آل عمران کی آیت ۱۳۹ میں فرمایا:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ فَتَنَّا مُحَمَّدًا وَآلَهُ ۝ ثُمَّ سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَكُنُوزُهُمْ جَاءَتْهُمْ وَأُخْرِيَ اللَّهُ بَعْدَ ذَلِكَ يَوْمًا ۝

اور غم نہ نہ اور اگر تم صبر نہ کرے تو تمھیں غم ہو گا۔

آیت ۱۴۰ میں فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ فَتَنَ قُرُوشُ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَن يَسْتَسْلِمُوا لَهُمْ قُلْ إِنَّمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ آمَنُوا قُرُوشَ وَآلِهَهُمْ لِيُفْتِنَهُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ ۱۴۰ (مکہ میں)

آیت ۱۴۱ میں فرمایا

قُرُوشُ بْنُ جَعْفَرٍ الْهَمَزُ وَبَنِي إِسْرَءِيلَ هُؤُلَاءِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَانُوا يُرِيدُونَ أَن يَسْتَسْلِمُوا لَهُمْ قُرُوشَ وَآلِهَهُمْ لِيُفْتِنَهُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ ۱۴۱ (مکہ میں)

اسی سورت کی آیت ۱۵۹ میں خدا نے ان مسلمانوں کی بات پر میدان جنگ سے فارغ ہونے کے لئے حکم کیا اور یہ ہے اور پہلے فرمایا تھا کہ ہے تو بھی نہیں بخل۔
یہ مضمون اس آیت میں اس طرح ہے:

قُرُوشُ بْنُ جَعْفَرٍ الْهَمَزُ وَبَنِي إِسْرَءِيلَ هُؤُلَاءِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَانُوا يُرِيدُونَ أَن يَسْتَسْلِمُوا لَهُمْ قُرُوشَ وَآلِهَهُمْ لِيُفْتِنَهُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ ۱۴۰ (مکہ میں)

خداوند نے جیسا کہ میں نے بتا دیا ہے، یہ بتا دیا ہے کہ جب خدا کو شکست نہیں کہ چاہے

جنگ اُحد کو آج اگر ایک فوجی ہمارے پاس ہے، یہ مسلمانوں کو شکست نہیں ہوتی

بلکہ مسلمان اس جنگ میں فاتح ہوتے تھے۔ مسلمانوں نے یہ یوشیاں کہ خدا اور مقرر کو کامیابی

میں ہوا وہی پر مجبور کر دیا اور یہ جنگی تیمار ایک نیا سدی ہے۔ لشکر قریش کا جنگ اُحد میں

جسے مسلمانوں نے شکست کا ایک اور جوہر کا نام ہے جو مسلمانوں نے لیا۔

اس وقت قریش اس لیے تیار ہوئی تھی کہ مسلمانوں سے ہجر میں نہ آئے اور نہ ہو، بلکہ

وہ مسلمانوں کو ایک گھیر لیا ہوا ہے جسے تاکہ مسلمانوں اور یہودیوں کی مدد سے انہیں چاہ

کر رہیں۔ لشکر قریش نے جب مدینہ کا پتہ لگا کر اُحد کے دامن میں کھپ گیا تو ان کا

جس تھا کہ مسلمان شہر سے باہر نہیں نکلیں گے، انہیں علم تھا کہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم

ہے اور وہ شہر سے باہر نکلنے کی جرات کرنے کی بجائے محصور ہو کر لانے کو ترجیح دیں گے۔

مسلمانوں کے دین سے باہر نہ پہنچیں اور اس کا لشکر جت رات تھا کہیں کہ نہ سمجھے بیٹھے

تھے۔ مسلمان محصور ہو کر لڑنے کے اور یہودیوں اور مسلمانوں کی مدد سے انہیں تاک رہے۔

یہ ہے کہ مسلمان خود ہی سلامتی لشکر سے محروم ہو کر مدینہ پہنچ گئے تھے اور یہودیوں

کو اور محمد بنی اللہ نے بڑی حکمت سے واپس بھجوا دی تھا۔ جس مسلمانوں کے خداوند لشکر میں کوئی

اور انہیں نہیں تھا۔ اگرچہ مسلمان پہاڑی تھے، ان کا لشکر کے مقابلے میں بہت کم تھی، لیکن اس کے

علاوہ اس وقت عقیدہ رکھتے تھے اور تا وقتیکہ حصوں جیت کی فکر میں نہ پڑے، انہوں نے

نہ جنگ کی اور قریش کے لشکر کو ہریت پہنچائی۔ لشکر قریش کی عورتیں نہ کر اور اس شدت

سے انہیں قریش کو اسی طرح کا لشکر کھل گشت سے دور ہونا چاہتا تھا۔

اسی وجہ سے قریش نے کثرت کے باوجود ان سے نہ حاصل کر سکا، یہ تھی کہ رات

نہ تھی اور عرب اور ہجر چھانے سے پہلے ہی جنگ روک دی گئی تھی۔

تیسری وجہ یہ مسلمانوں کی عمارت سے عدم واقفیت تھی۔ قریش کا لشکر آج کی اصطلاح

سے سابق نظام کا سوی نہیں رکھتا تھا اور وہ اسلامی لشکر کے ارادوں اور عمل سے صحیح طور پر مطلع

نہیں تھا۔ اس کے برعکس محمد بنی اللہ نے اس سوی کا پورا پورا فائدہ اٹھا کر کام کیا تھا اور آپ بنی اللہ دشمن

کے ارادوں سے مطلع تھے۔

چوتھی وجہ یہ تھی کہ یہ مسلمانوں کا ایک فوجی نقطہ تھا۔ اس دن بھی اس نے ایک بہت بڑے

خبر کا مظاہرہ کیا جس کی ایک جنگی سواری بھیج رکھے اور اسے توقع نہیں کی جا سکتی وہ یہ
قابل معافی نہیں تھا۔ اگر اہل بیتیں یہ دیکھ گئی کہ اس سے پہلے لشکر کس رستہ سے آیا
تھا وہابی کا حکم نہ دیا تو مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچ سکتا تھا۔

اہل بیتوں کے قتل ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ حسب لشکر کے ساتھ تھے اور
کے دامن سے کوئی کرشمہ نہ تھے، ایک مقام پر وہ اپنا کچھ تو بہت چھپا کر رکھے اور رادہ کی
وہاں سے پہلے درجہ اولیٰ اور مسلمانوں کا قصد ایک ہی پر قائم کرے۔

محمد ﷺ کے ایک مؤثر خطاب کی اطلاع کی موجودگی کی بڑی دلیل یہ ہے کہ محمد ﷺ
اہل بیتوں کی پیشانی، امکانی واپسی اور قہر جگہ کے رادہ کی اطلاع بروقت ہی کی تھی۔
اس جگہ ہم یہ واضح کر دیتے ہیں کہ جنگ امد کے دوسرے دن مسلمان انکسے ہو چکے
تھے، درجس وقت وہ اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس ہی منتظم تھے جیسے میدان جنگ کی طرف
جاتے ہوئے تھے۔

مسلمانوں کو مدینہ لوٹ جانے کے ایک راستہ اور ایک دن بعد غریبی کا جنگ کا لشکر وہی اور
قہر جگہ کا قصد رکھتا ہے۔ محمد ﷺ کی اطلاع اور ایمان اس قدر قوی تھے کہ لشکر کے واپس
اور قہر جگہ کی خبر سے انکسے ہوئے۔ مسلمانوں کا حکم یہ کہ جنگ کے یہ
مدینہ سے کوئی کریں۔ تمام مسلمان انکسے ہوئے جنگ امد میں شرکت کی جتنی جتنی کی جاتی تھی
کوئی پر آمادہ ہو گئے۔

قرآن اور حدیث کی اقسام شدہ دینی ہونے کے باوجود لشکر کے صمد ہونے سے پہلے مسلمانوں
کے جرات سے علی گواہات نہ دی، رادہ کے "ع" اگر آپ ﷺ کے ساتھ گئے تو پیش تر اس
کے کہ آپ مدینہ کے گلی کوچوں سے انکسے بغیر ان کی وجہ سے آپ کی موت واقع ہو جائے گی۔"
محمد ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ قرآن لایا نہ گئے۔ اہل اہل بیتوں کے لشکر کے ساتھ ہونے،
لیکن ابوسفلیہ جس نے بائیس اور قہر جگہ کا رادہ کی قہر متذہب ہوا اور باؤ کر کے واپس کو ترجیح
دی۔ مسلمان یہ ایمان ہونے کے بعد کہ اب اہل بیتوں کو انکسے نہیں گئے گا مدینہ لوٹ جائے۔

پیش تر اس کے کہ لشکر اسلام صمد ہو، دینی جتنی وہ تمام جس نے قہر جگہ متحیر احمد
جنگ سے بچ کر قتل کیا تھا، اہل بیتوں کے لشکر سے بچ کر محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور
قہر جگہ کا عرف کیا۔ محمد ﷺ سے اسے کوئی سر نہ دی، اس لیے کہ آپ ﷺ سے رحم اور
رحم رہے۔ اس غلام سے جو آپ ﷺ کو روکا تھا، صرف تھا کہ کبیر سے ہاتھ دے دیر سے
قریب کیا کر دے دینی نے اس کے بعد محمد ﷺ کو اپنی شکل نہ دکھائی بلکہ قتل کر دے دینی کے
یہ محمد ﷺ کے دشمنوں میں سے چند افراد قتل کیے، جس میں سیدہ کد بھی شامل تھا
سیدہ نے قہر جگہ کی کاہنی کر رکھا تھا۔

مسلمان جنگ امد کو ایک فتح آواز مل چکے تھے، اس کو اپنی شکست نہیں کر دیتے تھے۔
لیکن مدینہ کے یہودیوں کی کہنے کہ محمد ﷺ کو جنگ امد میں شکست ہوئی ہے اور یہ یقین بھی
رہتا کہ اگر محمد ﷺ خدا سے قہر جگہ ہوتے تو شکست نہ آتی۔ اس موقع پر آیت نازل
ہوئی جب قرآن کی تیسری سورت میں ہے۔ خداوند نے آیت ۱۳۶ میں فرمایا

وَأَعْلٰیٰ مِنْ كَيْفٍ فَسَنَ مَعَهُ يَرْبُتُونَ قَهْرًا ۚ وَهُوَ الْغَلِيظُ الْمُعْلِنُ سَنُيَسِّرُ
وَأَصْعَقُوْهُ وَمِمَّا سَنَكُنَا ۚ وَاللَّهُ يُصِيبُ الْمُفْسِدِينَ ۚ یہ ہے قہر جگہ کی رادہ سے
پہلے لشکر سے قوی تر لشکر سے جنگ کی اور شکست کھائی بغیر اس کے کہ شکست سے
بچیں ہوں، استقامت دکھائی اور فتح مند ہوئے اور خداوند استقامت دے گا انکسے کو
استقامت رکھتا ہے۔

یہ آیت اس لیے نازل ہوئی کہ محمد ﷺ کی جہت یہود میں نے جو پرہیزگار و شرع کا ہوا
قرآن مجید۔ اس آیت سے مسلمان خوش ہوئے اور ان ایمان ائمہ پر مضبوط ہوا۔ اہل
یہود نے اپنے اہل پرہیزگار و شریعت کے رادہ کے رستہ پر قہر جگہ سے محمد ﷺ کو روک دیا
اور یہ جب محمد ﷺ کے رادہ کی اطلاع ہوئی تو ان کے کہنے کا کام صمد کر لیا اور ان
سے یہ نصیحت دے کہ قادیان سے عاقبت عمل کرنے کا ہے۔ تمہارے لیے یہی
یہ ہے کہ یہ رادہ ترک کرو تاکہ مسلمان اور یہودی اس شہر میں دوستانہ زندگی گزار سکیں۔

یہودیوں کے ساتھ جسے کچھ راز کیا نہیں مان سکتے۔

غیر اسلام مخالف نے انھیں پیش کش کی کہ تم بھی زر گردی کی طرح اس شہر کو چھوڑ دو۔ انھوں نے اس پیش کش کو قبول کر لیا۔ محمد ﷺ نے انھیں اجازت دی کہ وہ اپنی قوم یا یہود (مستقبل) کے بعد سے لے چکے ہیں۔

یہودیوں نے اپنی برائی، جتنی کہ گھروں کی کڑکریں اور درود بھی نثار لیے اور ساتھ سے گئے۔ اس یہودی قیدی کے ہاتھ سے کوئی کرپا نے کے بعد فقط ایک یہودی قیدی وہ میں رہا گیا جو پیش کے لحاظ سے داغ تھے۔

عرشین الخطاب اسلام کے ایک دلیرمزادہ جنگ احد میں محمد ﷺ کے خصوصی نکاح میں سے تھے۔ جہانزیں انھوں نے دس سال کی مدت میں دنیا کی تمام شہنشاہتوں کو کھستے دی۔ ان کی ایک بیٹی حفصہ تھیں اور ان کے شوہر کا نام تھیں "تھہ" جسے جنگ احد میں ۱۰ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ اس مرد کی شجاعت کے پاس حضرت غنیمہ سلام بن مرہ نے ان کے جنازہ کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا تھا۔ حفصہ کے شوہر کی شہادت کے وقت میں ساتھی۔ دو دانش مند اور شہر و ادب کا اعلیٰ و ادنیٰ کوئی تھیں، لیکن شوہر کی شہادت کے بعد غمزدہ رہے مگر تھیں۔

عرشین الخطاب بار بار اور راست گو آئی تھیں۔ وہ عثمان کے پاس گئے اور کچھ کہہ کر میری بیٹی یہود ہو چکی ہے اسے اپنا عقد میں لے لیجئے تاکہ میری بیٹی اپنے مرنے والے شوہر کا تم نہیں چاہے۔

عثمان اس کے لیے راضی نہ ہوئے۔ عرشہ بہت آزد و خاطر ہوئے، اس لیے کہ وہ شجاعت کے لحاظ سے عثمان سے بڑے تھے اور خیال کرتے تھے کہ عثمان غوثی سے میری پیشکش قبول کر

یہ یہودی قیدی، مسیح تھے جس نے نبی ﷺ کے تعلق کی سادش کی۔ اللہ نے آپ ﷺ کو "کاہن" چنے والے اولاد میں انھیں ہند سے ملاؤں کر دیا گیا اور وہ بخیر میں چاہیے۔

مسند تھو، دارالاسلام، ص ۳۶۸

میں سے۔ عثمان کا شمار مکی لشکر میں ایک تھیں تھی۔ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کی بات پر سے رہیں۔ اس سے متا کرتے تھے، عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس تھے، جو یہاں کیا۔ بات سننے کے بعد محمد ﷺ فرمایا: "اے عرشہ! تمھیں رنجیدہ ہوئے کا حق حاصل ہے اگر تم راضی ہو تو میں حاضر ہوں، تمھاری بیٹی (حفصہ) سے عقد کر لوں۔"

عرشہ خطاب محمد ﷺ کی اس تجویز سے اس قدر غوش ہوئے کہ محمد ﷺ کا ہاتھ ہلکا کر پڑا۔ پھر پڑھا اور عرشہ کی "سے محمد ﷺ" "آپ ﷺ" کے مجھے سادہات مند کیا ہے، اس کے بعد حفصہ کو غیر اسلام ۱۰ کے عقد میں آگئیں اور عرشین الخطاب، محمد ﷺ کے شہر ہوئے۔



لڑاکا بنایاں ہے کہ عثمان کے انکار کے بعد میں نے بھی بات اور کڑے کی عمرو غاموشی رکھ کر نبی ﷺ نے حفصہ کا رشتہ دیکھ لیا۔ [بخاری، ص ۵۱۲، ق ۱]

بہیں آپ رسول سے اذکر تے اور حاکم خاص موجود ہوتے، اس میں سے ہر سے نیکے اس
 آج، وہ بظاہر پہننے سے اذکر تے کی ہڈی پر لکھ بیٹے اور جو با پڑھ اوتے اور حاکم کر بیٹے تھے
 عمر سبھی کی رحمت کے بعد خصوصاً عمر بن الخطاب کے اور سعادت میں دیا کی جن بیوی
 شش ماہ تک بغیر ہوئیں اور ان کی سر میں، اسلامی کلمہ روش شامل ہوئی ان انگوٹ میں بہت
 سے ہفتہ قرآن شریف ہو گئے۔

اب مٹان سے بعد ہوتے تو ہمیں خوف ہو۔ مہار قہم خطا قرآن شکوہ میں شہید ہو گئے
 یاد دہی سے وفات پانچے تو قرآن کا کچھ حصہ معدوم ہو جانے اور بعد میں ممکن ہے قرآن
 قویہ سے اور چار ہو جائے اور کی قرآن و بعد میں "تائیم" بالکل بیسی ہی جیسے اپنی سبکی
 میں متعدد نسخیں اور "تائیم" میں "تائیم" تھیں۔ لہذا کچھ انھیں کو، مہار کی "تائیم" کی "تائیم" کی
 "تائیم" میں۔ پھر قہم موجود کو لکھ کر قرآن کے "تائیم" کو تائیم اور صحیح کریں۔ "تائیم" کے
 عمر سب مطلق دوسرے قہم کا کذا "تائیم" پور چات اور بنیاں جن پر "تائیم" قرآنی متفرقا
 تھیں ان کی تھیں ضائع کر دی گئیں۔

حضرت محمد ﷺ کی نو بیویاں تھیں۔ ان نو سے صدیوں کی وفات کے بعد آپ ﷺ نے دوا
 نو بیویاں کیے۔ جب تک صدی نہایت تھیں، آپ ﷺ نے کسی دوسری عورت سے نکاح
 نہیں کیا۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے اسامہ گرامی ہیں:

- ۱۔ رسولہ دختر ابیہ
- ۲۔ سوڈہ دختر وہب
- ۳۔ ام حبیبہ دختر یوسفین
- ۴۔ صفیہ دختر ابی ہاشم
- ۵۔ حفصہ دختر عمر بن الخطاب
- ۶۔ زینب دختر جہش اموی
- ۷۔ ریحانہ دختر ابی ہاشم
- ۸۔ ریحانہ دختر ابی ہاشم
- ۹۔ ریحانہ دختر ابی ہاشم

اور صدی میں جب یک بار میں بہت سے "تائیم" شہید ہو گئے لہذا تاریخ قرآن کا تاریخ
 کام کی ایک کڑے عمر پر (یعنی تاریخ کی عمر) میں انہیں پڑھا۔ (امام)

پیغمبر اسلام ﷺ کی ازواج مطہرات

حضرت محمد ﷺ کے رو کی ہم کاروں میں سے چار اشخاص اور کچھ عمر مٹان اور علیؓ آپ
 ﷺ کے قریب عزیز تھے۔

یہ کچھ عمر مٹان کے خسر تھے۔ اس کی بیوی "تائیم" محمد ﷺ کی بیوی تھیں۔

عمر بن الخطاب بھی وہ عمر اسلام ﷺ کے خسر تھے۔

عمر بن محمد کے دادا تھے۔

علیؓ وہ عمر مٹان کے دادا تھے۔ لہذا وہ بطور مٹان کی بیوی کے حوالہ نکاح میں تھیں۔

حفصہؓ عمر بن الخطاب کی بیوی جب آپ ﷺ کے نکاح میں "تائیم" تو محمد ﷺ کے خسر
 بن گئے۔ اپنے اسامہ عمر مٹان کے دل شہر پڑھا، وہ تمام کتابیں پڑھا، تیسرے خوش خدا لکھائی۔

صرف "تائیم" زوجہ وہ عمر اسلام ﷺ اور یوکر کی بیوی ایک عورت تھیں، جس سے
 محمد ﷺ نے دو بیویاں کی حالت میں نکاح کیا۔ "تائیم" کی باقی قہم بیویاں بیویاں کی بیویاں کی
 حالت میں آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ "تائیم" کو حفصہ سے بہت پسند تھا۔ خصوصاً وہ حفصہ سے
 پسند نہیں کرتیں۔ ان کو کتاب پڑھنے میں اور کوشش کر کے کھانسی کی طرح کھانسی کرتے ہیں۔

دو لوگ جو تاریخ اسلام سے واقف رکھتے ہیں، انھیں معلوم ہے کہ قرآن کی "تائیم" تیس
 سال تک بتدریج نازل ہوتی رہی تھیں۔ محمد ﷺ کی رو کی میں ایک جگہ نہ ہوئیں، یعنی نور
 و شہر اسلام نے ان "تائیم" کی قہم "تائیم" کے لیے کوئی قدم نہ کیا۔ ایک کتاب صورت میں نہ
 نہ کی گئیں۔ لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کے چند صحابہ جن میں علیؓ بن ابی طالب اور حفصہؓ بھی شامل
 تھیں قرآن کی آیات کو اپنے طور پر لکھ لیا کرتے تھے تاکہ مکمل محمد ﷺ کی آیات کے پاس رہے
 محمد ﷺ اسی تھے۔ جس وقت وہی کے ذریعہ آیات قرآنی "تائیم" نازل ہوتیں

محمد ﷺ کی توجہ پائی نہیں مگر آپ ﷺ نے ان کے پاس نہیں تھے اس مہینہ میں روایت مئی تھی۔ ان روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ محمد ﷺ ایک دن مدینہ سے لکھنؤ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ غمان بھرا کے پہلوں کے ایک دست کو اس سے پہلوں پر رکھ کر ہلاتا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیوں کر ہے؟ وہ کہتا ہے جو آپ ﷺ سے پہلوں کا یہ دست جو میرے ہاتھ میں ہے ڈھکے پر اور دوسرے پہلوں ہاتھ ہیں۔ ہم کہہ کر پہلوں پر پہلوں پر رکھ کر ہلاتے ہیں تاکہ نہ کوئی چھو سکے نہ اس کا ہاتھ ہاوریہ ہاوریہ ہاوریہ۔

اس جواب سے آپ ﷺ اسی قدر متحیر ہوئے کہ چہرے پر پینہ فرود آئی۔ اور یہ کام کیا کر ڈے؟ غمازوں نے آپ ﷺ کے کہنے کے مطابق ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ اس سب نقل ہاتھ سے چل نہ دیا۔ وغیرہ لکھنؤ نے جب یہ سنا کہ بھگوان کے درخت چل نہیں سکتے تو اس عمل پر سے معافیت ختم کر دی لیکن خود آپ ﷺ اس عمل کو لکھنؤ کے پاس سے نہیں لکھتائوں میں نہیں گئے۔

محمد میں صرف سلفانہ ہی ایک مسلمان مرد کے کاسٹرو کو پانی پیے کا پانی نہ ہوا۔ دوسری صورتوں نے بھی مسلمان مرد کی کوہ پانی میں پانی پینے کا پروگرام کیا۔

جب یہودی درگاہوں کے قریب (موقوفہ) نے مدینہ سے کوئی کئی توں کا ایک حصہ میں جا کر آباد ہو گیا تھا۔ اس کے بعد یہودیوں کا زراعت ویتھ (کشور) جب چاروں توں کا بھی ایک حصہ میں جا کر آباد ہوا اور یہ دونوں یہودی قبیلے قریش کے مسلمانوں سے منافق بن گئے۔ ان دونوں یہودی قبیلوں نے مسلمانوں کے خلاف قریش سے ایک جنگ منہ ہوا کیا۔ چونکہ وہ یہودی تھے اس لیے غارتگری کی وجہ سے پیچھے ہٹے اور کچھ حصہ میں اپنے حصہ پر قائم رہیں گے۔

۲۔ مصنف نے روایتی طور پر ذکر فرمایا ہے اور یہ تعبیر کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی طرف سے صحیح کے بعد اس میں سے کوئی کچھ تھے (صرف)

۳۔ یہودی اور انیسویں کے گروہ "یہودی" کی ہت سے ہوئے۔ یہودیوں کا دورہ نہ ہو جو ان کی کیا تھا اور اس طرح بھر رہے تھے۔ (مجلس معیت نقوی دارالاسلام، مصر)

آتش سے ہر اس شخص کے سے اس مقرر کیا جو ایک دند مسلمان کو بے پاس پکار کر لائے۔ اس میں قدر زیادہ تھا کہ وہی قاتل مسلمان اور ڈاکو ڈاکو کے کی کوششوں میں لگ جاتے۔ قریش کی فوجوں میں دے کر انہیں حاصل کریں۔ خدہ میں کوئی مسلمان نہیں رہتا تھا۔ اس سب وہی قاتل نے پروگرام کیا کہ مدینہ کے گزراؤں سے مسلمانوں کو انہوں کی جانے۔

جب آند کے بعد مدینہ کے جواب میں رہنے والے ایک قیدی سے محمد ﷺ سے جواب دیا کہ جو مسلمانوں کو ہمارے قیدی میں بھیجا ہے اسے ہمارے قیدی کے اور انہیں اس قیدی سے "گاہ کریں۔ محمد ﷺ نے ایک عظیم و قیمتی مسلمان کو ان کا کام بن ثابت تھا۔ اس کی ایک جماعت کے ساتھ اس قیدی میں جا رہے اور ان کو ہدایت کرنے پر، اور فرما دیا اس قاتل راہ میں ہدیہات گائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی اس جماعت پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں کچھ مسلمان شہید کر دیے گئے۔

انہوں نے ان تین افراد کو گرفتار کیا اور انہیں صرف کچ کر کے تاکہ ان کو کھد کے اشراف کے ہاتھوں فروخت کریں۔ ان تینوں میں سے ایک (عبداللہ بن طارق) راہ میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے، کیوں کہ انہیں علم تھا کہ اگر نہ پہنچا دیے گئے تو شدید عورت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہودیوں نے فرار ہونے والے مسلمان کا قاتل کیا اور اسے اس طرح کے مقام پر چاہا۔ اس نے مقابلہ کیا لہذا اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔

مدنی دوسرے دو افراد (صحابہ میں بھی اور بنی مدینہ) کو کھد بچانے میں کامیاب ہوئے۔ وہاں انہیں معلوم ہوا کہ تمام اشراف کچھ مسلمانوں کو قریب سے گھوم رہے ہیں تاکہ انہیں ہارنا کہ طلب دے کر کھل کریں۔

۴۔ فرمایا اس نے ان دونوں کا بیاد عام کیا۔ یہودی میں مہمان بن مہینے سے جو مسلمانوں کے بعد کچھ میں دوسرے بھر پر تھا۔ دوسلوں میں سے ایک نے بنی مدینہ کو فرار کیا۔

۵۔ یہودیوں کی شہادتیں کے انہوں نے "یہودی" کے پاس موعود میں چل کر یہودیوں کے درجہ اور اس کے درمیان مسلمانوں سے انہیں کے کاٹنے پر ہے۔ (مجلس معیت نقوی دارالاسلام، مصر)

مدینہ نے ثانی صحرا میں سکونت پذیر ہوئی، ان سے بھی جنگی اتحاد کیا جائے۔ یہ دونوں مدوی
چنگیزی اور غلامان تھے۔

اس وقت قریش نے نئے سے گفت و شنید کی اور انھیں اس جنگی اتحاد میں شامل کر رہا۔ اس
نئے معاہدہ کے یہودیوں نے بھی نئے سے مذاکرات کیے اور اسے چاہے کہ یہودی اپنی ایک
ساں نام پیدا کر (خرما) ان دو قبائل کو دین کے طریقہ دو مسلمانوں کے خلاف ان کا
ساتھ یہ نئے مذاکرات سے یہودیوں کی پیشکش قبول کریں۔ اس ترتیب سے یہودی قریش
کی غلامان اور غلامان مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے۔

مدینہ کے مشرق میں ایک قبیلہ بنو نضیم سکونت پذیر تھا۔ جو امت قریش اس قبیلہ کو بھی
پہنچانے میں کامیاب ہوئی۔ اس سادش کے تحت مدینہ کو مکمل طور پر سیاسی حصار
میں لایا گیا۔ لیکن یہودی سے سیاسی حصار اور اقتصادی حصار میں تبدیلی ہو گیا۔ مدینہ کے
تجارتی قاصدوں کے لیے شمال، جنوب اور مشرق تینوں اطراف بند کر دی گئیں۔

ان میں دو قبائل بنی نضیم اور بنی خزاعہ جو عرب میں قریش و قریش کے دو اتحادی
قبائل تھے اور مشرق میں قبیلہ بنو نضیم کا راجہوں کی راجہوں کا راستہ بنے ہوئے تھے۔
مدینہ کے حصار کی تحویل میں ایک ہی سمت دینی روکی تھی، یعنی مغرب، اس سمت شام کی
راہ تھی۔ قریش ایک شیعہ قوم تھی اور ان کے حاکم نے قبیلہ کی کسی اسلامی طاقت کو اس
طرف سے گزرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ اس اقدام سے مسلمان بہت متاثر ہوئے۔

مدینہ کے دار الحکومت میں اس لیے اس حد تک میں ہار و زراعت تھی۔ لوگ اپنی قوم
مدینہ کے مقامی طور پر چلی نہیں کر سکتے تھے، لہذا مجبور تھے کہ شام سے تجارت کر کے اپنی
قیمتیں اس سے چلی کر لیں۔ لہذا ان کے یہاں اقتصادی حصار سے بہت دیر گزر
گئی تھی۔ چنانچہ ان کو مکمل طور پر مدینہ کے حصار کی صورت میں ہونے لگی۔

یہودیوں کے لیے یہ بھی تینوں قبائل کے مسلمانوں کا منصوبہ ہے کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ
کر اپنے منہ آسان کی طرف کے گھول دیں۔ ہوا سے خود کو ان کے منہ

قریش کی نئی چال

بجسٹہ اٹھ کے انتظام پر ابولہیان نے مسلمانوں کو نکال کر کہا تھا کہ اگر یہ جنگ ہو رہی ہے
ہو تو ایک سال بعد بدر کے مقام پر قریشی میلہ منعقد ہوگا۔

بدر کا تجارتی میلہ ایک ہفتے کے لیے ہوتا تھا۔ دوسرے سال (۶۲۶ء) میں
محمد ﷺ ایک بڑے چار سو مجاہدین کے ساتھ بدر کے مقام پر قریشی میلہ منعقد ہو گیا۔
محمد ﷺ نے یہ خبر سنا کہ قریشی میلہ منعقد ہو رہا ہے۔ ان کے لشکر سے خوفزدہ نہیں
ہیں۔ وہ جنگ پر آمادہ ہیں لیکن ابولہیان کی کوششوں سے قریشی میلہ منعقد ہو گیا۔
مسلمانوں کے مقابلے پر ان کی جرأت نہ کر سکا۔ یہاں یہ بتایا کہ اس کے لشکر کے انہوں
کے لیے بدر کے مقام میں لشکر سازی کی وجہ سے چار سو مجاہدین کو مارا ہے۔ دوسرا فرقہ
ساتھ واپس نہ کوئی کر گیا۔

ابولہیان کا اس طرح میدان جنگ سے کوئی کرنا مسلمانوں کے لیے بہت سونے کا
ہو۔ سب جان گئے کہ ابولہیان باوجود ایک مسلمانوں سے قوی تر لشکر ساتھ لایا تھا۔ وہ میدان
جرات نہ کر سکا۔ اس وقت مسلمانوں کا بیچ بہت حد تک مسلمانوں نے اس سال بدر
تجارتی میلہ میں تجارت سے بہت نقصان کیا۔ لیکن جب مسلمان مدینہ واپس پہنچے تو قریش
محسوس کیا کہ سیاسی نقطہ نظر سے انھیں مدینہ کا مکمل حصار نہ ہو گا۔

جو امت قریش نے جو مدینہ کے حصار میں سارے چار سو مجاہدین کو مکمل طور پر
منصور کو مکمل طور پر ہارنے کے لیے پہلے اقدام سے خود پر شیر کے یہودیوں سے جنگی معاہدہ کیا۔
جیر مدینہ کے شمال میں دو سو مجاہدین کے قاصد پر تھا اور اس کی تباہی نہ لگتا تھا۔
مشکل تھی۔ جو امت قریش نے ان کے اقدام کے طور پر مجاہدین کو مکمل طور پر خود کو ان کے منہ

میں گر پڑے گا۔ حالانکہ یہاں تک کہ مسلمان خدا پر توکل کرتے ہیں، ہاتھ پر ہاتھ نہیں بیٹھتے بلکہ اپنی ہر اہم جہد جاری رکھتے ہیں۔ اپنی سعی کے اور ہر وہ خدا پر توکل کرتے ہیں۔ اس لیے ایک سو گن سخت ترین موافق پر بھی پامید نہیں ہوتا وہ یقین رکھتا ہے کہ ہر طور پر اس کی از دستگاری ہوگی۔

جب یہ صبر و عمل ہو گیا، تو قابل قریش نے اپنے اقتدار میں اور عبداللہ بن ابی کے خاص سے مسلمانوں کے خلاف ایک پروگرام وضع کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد ﷺ کو مدینہ سے کسی بہانے اس طرح باہر نکالیں کہ مسلمان مدینہ میں تیار رہ جائیں اور محمد ﷺ کی مدینہ سے غیر حاضری کے دوران حملہ کر کے مسلمانوں کا کام تمام کر دیا جائے۔

بیکرا اصر کے نزدیک ایک قبیہ بنام بنو مطلق تھا۔ انھیں قبیہ کا نام حادثہ قرابت قریش نے اس قبیہ کو تحریک دی کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔

محمد ﷺ کو یہ خبر ملی کہ قبیہ بنو مطلق مسلمانوں پر حملہ کا قصد رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارادہ کیا کہ پہل کر کے اس قبیہ پر حملہ کر دیں۔

چنانچہ مدینہ سے کوچ کے وقت محمد ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو دعوت دی کہ مسلمانوں سے اس چھوٹے لشکر کی کمان سنبھالے۔ عبداللہ بن ابی یہ کمان سنبھالیں تو یہودیوں کی غرض تھی کہ محمد ﷺ کی غیر حاضری کے دوران اس (عبداللہ بن ابی) کی مدد سے مسلمانوں پر ہت پرانی کے اور قصد تمام کر دیں۔ لیکن محمد ﷺ بن ابی نے محمد ﷺ کی اس دعوت پر ایمان کرنا اور محمد ﷺ ان کی پیش قدمی قبول کر لی۔

محمد ﷺ اس ہم سفر عبداللہ بن ابی کو اپنے صبر و اے گئے دو مہینوں مدینہ میں پہنچے وہیں سے مدینہ کے بیچ قریش اور یہودیوں کی غیر حاضری میں اپنے منصوبہ پر ہت حملہ نہ کر سکے۔

محمد ﷺ کے اس لشکر کے ساتھ صرف تین افراد تھے جن میں وہی ہر اہم میں صبر تھے۔ قبیہ بنو مطلق کی جنگی طاقت اس قدر تھی۔ محمد ﷺ کے یہاں مدینہ سے سفر کی سب سے بڑا خطرہ منزل اور قبیہ بنو مطلق سے ہوا تھا۔ یہودیوں کے بنو مطلق مسلمانوں سے راستہ

حالت تھے۔ مسلمانوں نے ان کے دس آدمی قتل کیے اور قید امیر بنیادیہ۔ مسلمانوں کا حملہ ایک کامیاب شہید ہوا۔

قبیلہ بنو مطلق اس جنگ سے قبل قریش کا مسلح اور حقیقت میں مال (سوانح) دھونے والی ایک مسلمان شخص بھی کا فر تھی، مگر اتنے سے سختی کے باوجود انھوں نے اسلام کے خوف جنگوں و جدوجہد کے تمام مردوں کو خدا اور عورتوں کو بغیر یہ بتایا گیا۔ لڑائی میں قبیہ کا دیکھ کر اس نے بھی گرتا ہوا۔

عرب کی رسم کے مطابق امیروں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس قبیہ کی ایک عورت اس رسم پر تیار ہوئی یہ تقسیم اسلام کا پہلا کی بنی تھی۔ اس ارادہ کے بعد مسلمان توجہ ہوئے۔ حادثہ قبیہ کی پہلی فتح کا خبر یہی تھا، اس لیے یہاں تک کہ وہ کسی مسلمان کا خدا ہو۔ یہ حادثہ کے آگے سے یہ کہہ کر آ کر دیا کہ تمام انارے تقسیم ﷺ کے خسر ہو۔

عرب کے چھوٹے چھوٹے قبائل کے ارادہ نام قریش رشتہ دار ہوتے تھے۔ لہذا قوم انہیں اس میں گرفتار ہونے، اردو نام جاریہ کے بعد محمد ﷺ کے قبائل قرار پائے۔ مسلمان انھیں ہر دور کیڑے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ یہ وجہ ہوئی کہ مسلمانوں نے قبیہ کے افراد کو "یاد" قبیہ کے افراد سے جب یہ لڑائی کا جب یہ دیکھ کر متاثر ہو کر سب مسلمان ہو گئے۔ حادثہ جاریہ کا پورا اور محمد ﷺ کا خسر سب سے پہلے ایمان آیا۔

قبیلہ بنو مطلق مسلمان ہو کر اسلام کا دار و ماویہ بنے اور اہل اس کے افراد نے بہت سی جنگوں میں اسلام کے لیے فائدہ کائی کی۔ قبیہ بنو مطلق کے مسلمان ہونے کے بعد مسلمان کھڑے ہوئے کہ اس اردو نام محمد ﷺ کے پیش قدمی تھا۔ جو یہی ہے اردو نام سے نبی ﷺ کا یہی قبیہ کی شرکت قبلہ مسلمان ہو چکا۔

عبداللہ بن ابی اپنی مرضی کے خلاف لشکر اموی کے ساتھ اس جنگ پر توجہ دیا مگر مسلمان اس دفعہ بدست قبیہ نہ ہو سکے۔ مسلمان ہونے پر بہت خشکیں ہو اور اردو نام کی کہ محمد ﷺ کے یہاں پہنچنے سے پہلے آپ ﷺ کو قتل کر دے۔

قبیلہ بنی مطلق کے مسلمان ہو جانے کے بعد محمد ﷺ نے وہاں چلنے کا ارادہ کیا۔
 عہد مذہبی نے بے فکر تیزی شروع کر دی۔ اس نے فکر کے ہم چڑھا دیں کوئی کیا اور
 تم نے دیکھ سکیں کہ طرح و طرح سے انھیں تم سے حق سے محروم کیا ہے۔
 انھوں نے کہا "وہ کیسے؟"

عہد مذہبی نے کہا تم میرے چچا، یہیں بیٹھے، پھر اس میدان جنگ کی کہ اس
 قیمت سے حاصل کرو گے لیکن محمد ﷺ نے حق کے بعد جو یہ قیمت حاصل نہ کر سکا اس
 کے نتیجہ میں تم مجبور ہوئے کہ خلاصہ اور کثیروں کو بھیج کر دینی کا نامہ کے قراؤ کرو۔ سب تم
 خالی ہاتھ دینے جاؤ گے۔ اس کے بعد اس نے انصار و یہودیوں کو کھانہ کے کہہ تم نے اس امر
 میں غریب کیا ہے۔
 انھوں نے پوچھا "وہ کیسے؟"

عہد مذہبی نے کہا وہ ایسے کہ تم قیمت سے محروم کیے گئے اور مجھے قیمت ہے
 تم نے کچھ اپنی کثیروں اور ملازمین کو آدیا۔ مگر محمد ﷺ نے جو یہ قیمت نکال کر دی ہے آ
 تمہیں کیا؟ تم باقی قیمت و زور دے سکتے ہو کیوں محروم رہو؟
 خدا نے کہا محمد ﷺ کے تاج کرنے کے باعث اسلام کی توسیع ہوئی ہے۔ یک
 قبیلہ مسلمان ہو گیا ہے، اب سب سے بڑی کامیابی ہے، جس کا بالیہ صیت سے محروم ہو۔
 کا کوئی انہیں نہیں۔

عہد مذہبی نے یہ محسوس کیا کہ خدا اور یہودیوں میں اس کی باتوں میں نہیں۔ میں نے تم
 انصار اور یہودیوں کو لڑا ہے کہ قصہ کیا۔ یہ جرنی ہے کہ "خدا کہہ رہے ہیں کہ محمد ﷺ
 ایک پاپا کہ نسبت ہیں۔ مگر یہ نہیں اس جنگ میں باقی نہیں رہا۔ پھر بھی ہم خوش ہیں۔
 اب یہ تم (عہد مذہبی نے) کہ ہے کہ خدا کو کچھ آدیا کہ وہ محمد ﷺ سے مات نہ کھا نہیں۔"

نزدیک تھا کہ یہ جو خدا کے آتش میں رہتے اور یہ انہوں نے عہد مذہبی نے اپنی کے بیٹے نے
 جو اس سفر میں پاپ کے ساتھ تھا، محمد ﷺ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا اور عہد کی "اگر آپ

نے اس اقدام نہ کیا تو قیمت و حق شروع ہو جانے کا محمد ﷺ نے استفسار کو طلب کیا اور
 بات کو نہ بڑھے دو اور قریش دینے کی طرف کوف کرنے اور تیزی سے سر کرنے کا حکم
 دیا۔ یہ کہ یہاں پر ایک دفعہ خطر ہے اور بہتر رہی سے اسوں کو ان میں دہاؤ جو
 پکا۔ ہا موقع ملتا۔

خبر کے دوران عہد مذہبی نے کہا کہ آپ ﷺ کے پاس آؤ اور عہد کی یا محمد ﷺ جیسا
 کہ میں پہلے آپ ﷺ کو بتا چکا ہوں، میرے دادا کا واقعہ کہ یہاں میں شروع پید کر کے
 آپ ﷺ کو روکے۔ چونکہ اس نے آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا ہے اس لیے وہ جب انہیں
 سے کہ آپ ﷺ کو قتل کر دینا تو میں اس کو قتل کر دوں۔ ویسے میں یہ بھی عرض کر دوں کہ دین
 میں ان میں کھسکیں جو مجھ سے، یا وہ میرے والد کا وفادار ہو۔ لیکن سب مجھے یہ علم ہوا کہ
 یہ اندر و باہر محمد ﷺ کو قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو سے مستوجب قتل سمجھتا ہوں اور جب بھی آپ
 ﷺ اس کے قتل کا حکم دے کر میں قتل کر دوں گا۔

محمد ﷺ اس جوان (عہد مذہبی نے) کے بیٹے سے بہت متاثر ہوئے، اس لیے کہ وہ
 میرے قتل سے یہ بات کہہ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرما دیں میں تمہارے پاپ کے قتل کا حکم صادر
 نہیں کر سکتا۔ میں میں چاہتا کہ وہ قتل کیا جائے بلکہ میری خوش ہے وہ رہے اور
 اس سے زمین لڑی سر کرے۔

محمد ﷺ جانتے تھے کہ عہد مذہبی نے اپنی قیمت کی ہے، پھر بھی اس سے قتل کی فکر نہ
 کی۔ یہ ہے کہ آپ ﷺ مجسم بخشش تھے اور دشمنوں سے انعام نہیں ہی کرتے تھے۔ لیکن
 عہد مذہبی نے اس قدر شائستگی سے کہ آپ ﷺ کا پاس گزرا ہو کہ آپ ﷺ
 سے اسے قتل سے صرف انکار کیا ہے، وہ اس کے برعکس محمد ﷺ کو ذک بچانے کے موقع
 خوش کرنا رہا۔ پھر اسے محمد ﷺ پر سب لگانے کا موقع ہاتھ آئی کہ "وہام موتیں جائزہ
 سے خلق ایک لائق واقعہ اور اس نے اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دی۔"

غیر محسوس محمد ﷺ ہر سفر میں اپنی ایک ہی کو ساتھ لے جاتا کرتے تھے اور انتخاب
 قریب غری سے کیا کرتے تھے، تاکہ کسی یک کے لیے کسی رنج کا باعث نہ ہو۔

چار گواہوں کی شہادت صحیح اور بغیر کسی ایہام کے ہوتی چاہیے۔

اگر گواہ شہادت دیں کہ انھوں نے پیغمبر خداؐ کو دیکھا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت جو باہر
میاں بیوی نہیں ہیں، ایک مدت تک ایک گھر میں اور دوسرے بزرگ کے رہے ہیں تو یہ شہادت
ان پر گناہ ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں۔ اس لیے ممکن ہے وہ سر تکب گناہ نہ ہوئے ہوں۔
جو شخص بھی کسی دوسرے پر جہت رونا لگانے، دوا چارگو لگانے اور جہت لگانے کے بعد
شخص چار گواہ نہ لے سکے تو وہ شخص گناہ گار اور مستوجب سزا ہوتا ہے۔

حاکم کی یہ گواہی میں خداوند نے سورہ نور کی آیت (گناہ سے میں تک باز
فرمائیں اور خاص طور پر اس کی ہے گناہی کا ذکر فرمادیا۔ ن آیات کے نزول کے بعد محمدؐ
اور مسلمان مطمئن ہوئے۔ آیات کا رد مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ مسرت کا باعث
ہو۔ اس لیے کہ قرآن مسلمان جو سہا رب تھے، بڑے باخلاق تھے، منافقوں کے پرہیزگار
اور جو سے ان کا دل جلتا تھا۔

لیکن مذکورہ آیات کے نزول کے بعد قرآن مسلمان بہت شادمان ہوئے۔

معد اللہ جس الہی یوسوچ رہا تھا کہ اس کی یہ نصرت محمدؐ اور مسلمانوں کے خلاف ایک
بہت بڑا حربہ ثابت ہوگی، اس کی یہ ٹیم بھی ناکام ہوگئی۔ ن آیات کے نزول پر محمدؐ اور
مسلمانوں نے مسودہ خاطر ہو کر خدا کو یک اور جنگ کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا۔



سے محمد ﷺ کو تمام حقیقت بتادی کہ وہ کافر قریش اور خبیثہ کے یہودیوں کا اتحادی ہے اور اس کے اتحاد کے کوس یہودیوں سے غرض ہوتی تھی، یہی وجہ تھی۔ اور محمد ﷺ سے زیادہ تر وہ دینے پر آمادہ ہوں تو وہ اتحاد سے ٹکھڑا ہو جائے گا اور ہر ایک سے محمد ﷺ ایسے پاس زیادہ وقت نہیں ہے کہ طویل خاکرات کروں اس لیے مجھے اپنے آدمیوں سے مائتہ فوری کوچ کرنا ہے کیونکہ لشکر قریش جو میرا دشمن ہے اب تک سے مدینہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ہم سب مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوں گے۔

محمد ﷺ نے رئیس قریش کی اس بات کی تصدیق چاہی تو معلوم ہوا کہ فریج ہے۔ محمد ﷺ چاہتے تھے کہ رئیس قبیلہ صحت نہیں ہو بلکہ رئیس خیار کیا کہ شاید قریش سے بچے ہی نہ رہا ہو۔ جس کی تصدیق پر محمد ﷺ نے فوری مراجعت فرمائی اور بلائی تھی سے سفر کرتے ہوئے بروقت مدینہ پہنچ گئے۔

محمد بن ابی اور یزید، محمد ﷺ کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔ رئیس وغیرہ سلام ﷺ کی کس عادت کا مصداق کہ جب کسی مشکل مقام کے لیے سفر پر نکلتے ہیں تو جنگ کیے بغیر نہیں ہوتا کرتے۔ محمد ﷺ کے راہ سے ہی سوٹ آنے کے بعد ہند اور قبیلہ بنو خزاعہ کے مدینہ آئے اور محمد ﷺ کو اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ سے چل پڑا ہے۔ ان سے مزید یہ کہ لشکر قریش کو مدینہ پہنچنے کے لیے تمام مدت میں قریباً ایک دو دن سفر کیا گیا۔ مگر لشکر قریش چار دن میں ہی مدینہ پہنچ گیا۔ واصل وغیرہ سلام ﷺ کے مدینہ سے پہنچنے کی خبر کے بعد وہ روز و شب سفر کرتے رہے کہ کھانا کھا رہے تھے۔

ان دو اشخاص نے حریفانہ ایک لشکر کی تعداد میں بڑھ رہے۔ تمام سپاہیوں کی طرف سے ان دونوں کا مارا دیا ہے کہ جب تک مدینہ سے اسلام کی جگہ نہ دیکھیں، انکو وہیں نہیں لوٹیں گے۔ محمد ﷺ نے اس اشخاص سے یہ سب سنے کے بعد ایک خط تائید لکھی اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ وغیرہ سلام ﷺ نے مسلمانوں سے کہہ کر دفعہ لشکر قریش کی تعداد کو دس گنا سے زیادہ کر دیا۔ جس کے اس تعداد کو رکھنے کے لیے کوئی حسی دیکھنا نہ ہوگا۔

ایسے دفاع جو محمد ﷺ کے پیش نظر تھا اور عادت تھا ایک لشکر سے۔ اسی مناسبت سے اس جنگ کو جو وہ شوشہ میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان ہوئی جنگ لشکر کا نام دیا گیا۔ چونکہ اس جنگ میں قریش کے ساتھ خلف قبائل کے دسے بھی شامل ہوئے اس لیے اسے جنگ احزاب بھی کہتے ہیں۔

جنگ لشکر میں محمد ﷺ کی جنگی حکمت بھی اور طریق دفاع پر نہ صرف ایک عمار آدمی نے ہاتھ رکھا کرتا ہے، بلکہ جنگی اہل کار کو بھی بتائی ہے کہ کس طرح اور کیسے محمد ﷺ نے ان کی توجہ دلوائی اور طریقہ دفاع کا دستبند کیا اور ہر شخص کی۔ ایسے اشخاص کی کی نہیں جو کھر میں پیٹھے بیٹھے کاند پر جنگ کا نقشہ بناتے اور ان کو کھد م کر دیتے ہیں لیکن میں سے کوئی ایک گئی نہ تھیں نہیں رہتا کہ اس کا فائدہ چاہوں کو سیدنا جنگ میں بروئے کار نہ لگے۔

مربیان میں ایک بڑے لشکر سے متوجہ میں لشکر کے درمیان دفاع ایک ٹی پی جی تھی۔ پتہ نہ جیسے میدان جنگ میں صف بندی ایک اونگ چاہی تھی۔ ان کی چاہوں کا مربیان میں محمد ﷺ نے ہی بتا دیا۔ مسلمانوں میں ایک صف میں جس کا نام یار فاری تھا۔ عرب میں سے مسلمان فاری کہتے ہیں۔ انھوں نے محمد ﷺ سے عرض کی کہ میں ایک قدم دشمن سے الگ کر کے چاہوں کہ اس طرف لشکر کھد دے ہیں۔ یہ لشکر اس قدم جمعی عرب میں ہوتی ہے کہ دشمن کے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔

مسلمان فاری ہند کا دست اور ہندو شائوں والے ایک قوی مرد تھے اور وغیرہ سلام ﷺ نے بہت بہت زیادہ انھیں تھے۔ وغیرہ سلام ﷺ نے ان کے حضور کو تائید بخشی۔ لیکن لشکر کی کھدائی میں بہت زیادہ مشکلات تھیں۔ لشکر بھی اسی عرصہ کے سنے سے حفاظت سے اور مدینہ کی پادری کا احاطہ کیے ہوئے۔ مسلمانوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی۔ لشکر کی کھدائی کے لیے زیادہ وقت بھی نہیں تھا، لیکن ہر بھی محمد ﷺ کے اشارے پر کھدائی کا کام شروع کر دیا گیا۔

لشکر کی کھدائی کے عزم کے ساتھ ساتھ یہ عزم بھی اور فرما دیا کہ ہر قسم کی دہائی پیداوار جو

شہر سے باہر ہے، فوراً شہر کے اندر، آئی جائے، تاکہ جب لشکر قریش مدینہ پہنچے تو کہیں وہ ہاتھوں کی آبی پیداوار سے استفادہ نہ کر سکے۔

اس چار کو دوسری عالمی جنگ (۱۹۳۹-۴۵ء) میں حکمت، راس نے جرمی سے صاف اختیار کیا تھا اور جن فوجوں کے کچھ علاقوں سے قریب تھیں اور ان کی یہاں واسطہ تھا اس میں پہنچنے کی وجہ سے، چار کو جن کی فوج اس واقعہ اور پہلوں سے استفادہ نہ کر سکیں، اس سے تیرہ سو سال پہلے کچھ مختلفہ جنگ میں یہی روش اختیار کی اور تمام رومی یہاں کو مدینہ شہر میں حلق کر دیا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب قریش کا لشکر مدینہ پہنچا تو خوراک اور چارے کی قلت کا شکار ہو گیا۔

مدینہ کے تمام مسلمان مرد، جو تیس لاکھ، لڑکیاں جو پچھ لاکھ اور کنبی سے کام کرنے کے قاضی تھے، خندق کی کھدائی میں مشغول ہو گئے۔

خندق کا نقشہ اس طرح بنایا گیا تھا۔ مدینہ کا شان، مغربی، جنوب مغربی اور جنوب کا باہر حصہ اس میں شامل تھا۔ یہ شان میں کچھ شیشیں سے شروع ہوتی تھی اور جنوب میں حور (تبا) کے پاس ختم ہو جاتی تھی۔ خندق کے نقشہ میں اس کھد کا طوطا لکھا گیا کہ زمین کی سطحی رکاوٹیں خندق کے اندر دینی طرف رہیں تاکہ شہر کے اندر جو مسلمان ہیں وہ ان طبیعی رکاوٹوں سے پورا استفادہ کر سکیں۔ مدینہ میں اس وقت مولیٰ کا ایک ہی پتھر تھا، ذرا، یعنی کبھی سے لے کر ہاتھ کی دو مہنی انگلی کے آخر تک پہنچی۔ ذرا، ایک انگلی شہر ہوتی تھی۔

ایک ذرا، تقریباً آج کے آدھے میٹر کے برابر ہے۔ کچھ مختلفہ نے خندق کی کھدائی سے یہے مسلمانوں کو دس دن کے گروہوں میں تقسیم کر دیا، وہ ہر میں میٹر (پچیس وارن) خاصہ کی کھدائی ان کے سپرد کر دی۔

انہوں نے کھد کا قلع کاروں نے یہیں بنایا کہ مدینہ کے تیس اطراف جو کھدائی ہوئی اس کا عرض کتنا تھا، خندق کا طول اسی ۱۰۰ ہزار فٹ تھا (ذرا) یعنی ایک میٹر تھا۔ خندق کی کھدائی پانچ ذرا، سے زیادہ تھی، لہذا اس حساب سے کھدائی تقریباً تین میٹر ہوتی ہے۔ ہم پانچ ذرا، یہ

سمت یعنی یہ کہ خندق کی کھدائی کائی قریش اور عورتی تھی۔ مگر عرض کم ہوتا تو سوار سے چار ہزار سربازی سخت پہنچ سکتے تھے۔ اور اگر کھدائی کھری تو یہ ۱۰۰ ہزار سپاہی اس میں سے تھے۔ اور دوسری طرف شہر میں کئی کئی تھی۔ قدیم جنگوں میں ایک جنگ خندق، آبی خندق سے زیادہ مفید تھی۔ اس لیے کہ اگر کھد پانی سے پر ہوتا تو سوار اس میں سے آسانی سے گزر سکتے ہیں۔ اس طرح دشمن پہاڑیوں کے درمیان سے خندق کو عبور کر سکتی ہے

مسلمانوں سے اطراف مدینہ اس چھ کو میٹر کی کھدائی کی کھدائی میں، اور مشہ بہت زیادہ طاقت آگئی۔ ہر اس ہزار ایک ایک گروپ خندق کے ایک مخصوص حصہ کی کھدائی پر مامور تھا۔ چنانچہ مسلسل ہزار ہوں تھے۔ انھیں سونے کی اجازت نہیں تھی کہ اپنی ہادی پر۔

کچھ مختلفہ نے خود دوسروں کی مدد کے لیے تعلق چلائے۔ دینی آگاہ تھے۔

بزرگ اور کھڑے بچی جو کہیں دوسروں کو دے دلی تھیں اور دواؤں جو عرب کے قاضی ۷۰۰ ہزار تھے اور ہجرت سے پہلے مکہ کے سرداروں میں شمار ہوتے تھے، اپنی چادروں میں بنی بھر کر دالے چا کر بیٹھتے تھے۔ جیسا کہ ہم کہے ہیں خندق کھدائیں سے شروع ہو کر دور (تبا) میں ختم ہوتی تھی۔ اس ترتیب سے مشرق، مابین مشرق اور جنوب مشرق سمت میں خندق میں کھدائی کی تھی۔ اس طرف میں دشمن کی فوج قادی میں بہت سی رکاوٹیں تھیں، جن تک رسوخوں والے کھینے باغات تھے۔ ان اطراف میں حیرت انگیز اور چتر چھیننے والے اگر کھدوں اور دوسرے درختوں پر موم پر سنہار بیٹے تو قریش کے لشکر کا اس طرف سے گزر ممکن نہ تھا۔ قریش کے سوار اور یہاں دوسروں ان رسوخوں سے گزر سکتے تھے۔ اس وجہ سے کچھ مختلفہ نے اس سمت خندق کو ضروری خیال نہ کیا۔ بعد ازاں جنگ میں ثابت ہو گیا کہ کچھ مختلفہ کا لشکر یہاں ثابت صاحب تھا۔

کچھ مختلفہ نے کھدائی کرنے والوں کو کام کے اوقات میں چاند آوار سے جو وہ پتھر کریم پائے کی اجازت دے دی تھی اور فرائیڈ کراچی آواز دالے یہاں ضرور کریں تاکہ دوسروں کی قیادت اور ہر نیز یہی فرائیڈ والوں کو حوشم کر سکیں کہتے ہیں اور حوش آواز یہ بلا جانے

جاتے، اقیب دوسرے کا شہر آواز ہے۔ شہر جلدہاڑ سے آکر پڑھتے، گویا کہ ان کو بھی حج کا راز
کے ساتھ ساتھ طاقت و جگہ چاہی رہی تھی۔

مسلمانوں نے قید و قودت اور قید و قودت کی کہ وہ مکہ کے لشکر کا ساتھ چھوڑ کر اسے
آئیں اور غرض میں محمد کو اس کی تمام فعل اچھی دی جائے گی۔ اس غرض کا مقصد یہ تھا کہ
دورین چپ کو سب لوگ آئیں ان رہے ہوتے، کیا ان کی سب حالت تھی اس قسم کے معادرت
دشمن کے لشکر میں تفرقہ ڈالنے کے لیے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات کچھ اور اس مقصد کے
لیے یہ کیا جاتا ہے، مگر یہ ہر حال میں مفید رہے پائے جاتے ہیں۔ لیکن بدولت
بہت سادہ تھے، ان کی سوچی اور کام میں تھا، انھیں ہوتا تھا، جیسے سوچنے کو زبان پر نہ آتا۔
یہی فعلیات سے مسلمانوں کا مقصد ہے کہ وہ اس قسم کی وجہ ایمان کی مدد تھی۔

ان کو مگر نہ جانتے۔ یہ ہے تھے۔ لشکر کے شرف کو محمد کو پیش کر دیا تھا۔ اسی طرح ایمانوں سے
مدد کے یہودیوں کو آواز دے کر کہنے کی سوجھ بوجھ کہ وہ مسلمانوں پر عقب سے حملہ کریں۔

مدد میں یہودیوں کے تین قبیلے تھے۔ ہم بتا چکے ہیں ان میں سے دو کھڑا ہیں یا
چھپا تھا۔ یہ صرف تین قبیلے جن کا پیشہ باغی تھا، مدد میں موجود تھا۔ یوسفین شرف کو
میر کر کے میں کا نام رہا، لیکن جو فرقہ سے رابطہ قائم کرے میں کا مہم ہو گیا۔

محمد ﷺ کا اطلاع نام کام کر رہا تھا۔ آپ ﷺ کا اطلاع مل گیا کہ یہ ایمانیں یہودی
قبیلے جو فرقہ کو مسلمانوں کے خلاف مستعد کر کے کی سازش کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے
دو ساتھیوں سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو یہودیوں کے پاس بھیجا کہ انھیں قاتل کر دیں
وہ دو راہیں یاد رکھیں۔ یہودیوں کے نام کا جواب دیا اور انھیں یہ کہہ دیا کہ مکہ کے لشکر سے
مصلحت کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

محمد ﷺ کو ایک اور اطلاع ملی کہ ایمانیں اور یہودیوں کے درمیان معاہدہ طے پا
چکا ہے اور اس معاہدے کی بنا پر یہودی مسلمانوں پر عقب سے حملہ آور ہوں گے۔
محمد ﷺ اس اطلاع کو بھی طرح سمجھتے تھے کہ اگر یہود (جو فرقہ) اسے عقب سے حملہ کیا تو

مسلمانوں کو انھوں نے درمیان میں ہوں گے اور شرف مسلمانوں کو نہیں پہنچے گی۔ ہم
مسلمانوں کو جب معلوم ہوا کہ معاہدہ طے پایا ہے وہاں ہے تو غور و خوض سے اسے آپ ﷺ کی
محنت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہمیں خطرہ ہے کہ اگر یہودیوں نے عقب سے ہم پر حملہ کر دیا
تو ہم اور آپ ﷺ نہیں بچیں گے۔

محمد ﷺ نے فرمایا ایمانیں کو مدد ہے کہ یہودیوں کی کمک حاصل کرے گا، لیکن
ان میں مدد سے وابستہ ہیں اور مدد میں تھا نہیں رہنے دے گا۔ تم نے دیکھا کہ
جنگ خندق میں ہم نے رک آؤ، لیکن وہ بھی اس وقت کہ بعض مسلمانوں نے غم و غصہ کا
خیال کیا۔ یہودیوں نے انھیں دی گئی تھیں ان پر حملہ نہیں کیا۔

آپ ﷺ کا ارشاد ثابت ہوا۔ معاہدہ سے مسلمانوں کی مدد مل گئی۔ جس وقت
مسلمانوں کو پیش تھا کہ یہودیوں اور قریش کے میں معاہدہ ہوا چاہتا ہے، انہیں بن مسعود جو محمد ﷺ کی
دور میں سے حاضر ہوا جو قریش اور یہودیوں کے درمیان معاہدہ کی تکمیل میں رابطہ کا کام دے
رہا تھا۔ کہنے کا غرض ہو کر عرض کی۔ اگرچہ میری ماموریت یہ ہے کہ ایمانیں اور یہودیوں
کے درمیان معاہدہ نہیں کروں، لیکن مدت سے میں آپ کا طرف دار ہوں، اور میں نہیں چاہتا
کہ آپ شکست کھیں، بلکہ میں آپ ﷺ کی فتح کا خواہش مند ہوں۔

محمد ﷺ نے جب انہیں بن مسعود کے خیالات کو ان تو مطمئن ہوئے کہ خلف خداوندی
اور آپ ﷺ کا ہے۔ وہ شخص جو رسول اللہ کی چپقلی کے لیے امید بنا رہا تھا، آج مسلمانوں
کی نصرت پر آمادہ ہو گیا ہے۔

انہیں بن مسعود نے عرض کی کہ میں کس طرح مسلمانوں کی خدمت میں آتا ہوں؟

محمد ﷺ نے فرمایا: ہر گز نہ مت جگہ میں ہیں، اس سے دشمنوں سے متعلق ہر اطلاع
چنانچہ ان میں مستعد کرنا ہم پر جائز ہے، ہر جو بھی اطلاع میرے پاس آئے بغیر دے کر
دشمنوں تک پہنچا دیں تو یہ عمل ایک جنگی جرم ہے۔ میں یہودی قبیلہ اور قریش سے جو بھی
اطلاع تمہیں ملے وہ مجھے ملنا، پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ یہ اطلاع کس شکل و صورت میں
ایمانیں یا یہودیوں کو پہنچانی ہوگی۔

عربوں کے مقابل باسوق و خیمہ میں تھے۔ ان حالت میں بھی حق نے نفل کو نفل اس کے
کے ساتھ غروب ہوا اور تاک کی چھانے لگ کر دیا۔

پندرہ قریش کی عورتوں نے جنگ کے بعد میں مسلمانوں کی فطرت کا ننگ کیا تھا، ایسی ہیوں کو
لکھوں یہاں مسلمان ہندو نفل کو جو کہ شکر کے دوست مدد سراہوں میں سے تھا ملنے کریں۔
حق و نظام عجیب کر میں تھا، دے ہے ایک سوٹ بگواؤں گا، بشرطیکہ تم نفل خدائی کی بات
بجارت سے چہ کیے اور بغیر کوئی دوسرے علت کا سنے بگا سہل ہمارے حوسے کر دو۔ حق
نے یسین کی سواہتوں ان شرط کو توں نہ کی مگر نفل کو صحیح حالت میں دیکھ کر دیا کہ وہ
اپنی لشکر گاہ میں لے جائیگا۔

دوسرا قریش سرخار و بن عہدہ دوسری اور شجاعت کے علاوہ جسمانی طاقت سے بھی بہت
طاقت اور قہار سے حق کو مسخر کر شیرازی کے اور بنا دوسرہ قریش کی مگر حق وہ نہیں تھے کہ
وہ جنوں کی وجہ سے ہار نہ جاتے۔ دونوں میں جنگ جاری رہی، حق کی کفر و اس عہدہ کے
ہاتھ پائی کی شیریں سے غریب آئی۔ مگر اگر اور شیریں اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

حق نے نزدیک چہ کر اس کی شیریں پر پاؤں رکھ دیا تاکہ وہ اسے دوسرے ہاتھ سے نہ
لے۔ اور کہ کہ عہدہ اگر تو اسلام قبول کرے تو میں تجھے نفل نہیں کروں گا۔ عہدہ نے حق
سے۔ پر تھو کہ کہہ میں اسلام قبول نہیں کروں گا۔ حق نے اپنے دامن سے پھر وہ صاف کیا
اور سر ہکا کر باسوق میں پڑ گئے۔

نہرو بن عہدہ نے کہ اسے حق اٹھائے میں توں اسلام سے انکار کیا ہے۔ کیوں مجھے قتل
نہیں کرے؟

حق نے فرمایا اس لیے کہ جب تو نے میرے چہرے پر تھو کہ تو مجھے طہر کیا تھا۔ مگر
میں اسی موقع پر صبر نہیں کرتا تو وہ ایک مقام ہوتا اور میں نہیں چاہتا کہ بے قصے کی وجہ سے
توں مرے۔ ہم چہ کہ خدا کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اس لیے ہاں میں خدا کی خوشنودی کے
سب سے تیرے کے ذاتی انتقام کے لیے۔ دے عہدہ اس صبر و عہدہ دہا اسلام قبول کر کے لے

میں جب بھی یہودی اس دن جنگ کا حکم کریں تو یہاں میں بہت بڑی جہتی سے وہاں
ہوتے ہیں اور آخرت میں عذاب ہوگا۔

یوں اپنی قریش اور یہودیوں کے درمیان شک کی دیوار حائل ہو گئی اور وہ دونوں
مسلمانوں کے خلاف متحدہ اقدام نہ کر سکے۔ دس ہزار سپاہ کے ساتھ مدینہ کا محاصرہ کیے پھر
دن گزار گئے۔ شکر کے لیے رسول کی نے یسین کے لیے مشکل پیدا کر دی۔ مسلمانوں کو
مدینہ شہر کے اندر رسول کی کی فیس قحی۔ مگر نہ کے شکر ہوں کو قاف کا سامنا تھا۔

یوسین جب مدینہ کے لیے مازم سفر ہوا تو اس کا خیال تھا کہ شکر کے لیے مسافر
مدینہ کے طاقت اور کھیتوں سے حاصل کسے گا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ مسلمانوں نے
محمد ﷺ کی دیانت کے مطابق ہر قسم کی حرام کو مدینہ کے اندر داخل کر لیا ہے اور خندق کے
اس پار کوئی ایک چٹان چھوڑی جو نہ کے لشکر کی استہوار کر سکیں۔

اس طاقتور دینی کے علاوہ سرخار و بنیں مگر قریش کے لیے اذیت کا باعث بنی ہوئی
تھیں۔ نہ کے حکم کو تمام علاقوں کے رہنے والے تھے۔ اس کے اس صبر میں جب کہ مدینہ کی
راہیں بہت تنگ ہوتی ہیں ان کے لیے میلوں میں راستہ کا کئی بہت مشکل ہوتی جاری
تھیں۔ دوسرے یہ سوال ختم ہو رہا تھا۔ یہ قحی شروع ہونے لگا تھا۔ یہ قحی چونکہ ہاں کے
حرام میں سے ہے اس لیے یسین کو قحی کی کر اسٹل گزار کر یہ ہاں مسلمانوں سے جنگ
نہیں کر سکے گا۔ آپ کرشمہ وہ یہودی اس لیے کہ قحی، دہائیہ ہر عہدہ میں جنگ ختم قحی۔

اس چند روزہ کا محاصرہ کے دوران گا ہے۔ گا ہے۔ طرزی مقلدے ہوتے رہتے تھے۔ یک
موقع پر مگر قریش کے دوسرے عہدہ دار و نفل خدائی حق کے ہاتھوں لگ ہوئے۔ نفل
خدائی گھنٹے پر سو۔ ہر کہ خندق میں کوہا۔ یسے حق بھی خندق میں کوہا۔ گھنٹہ اور نفل
دونوں خود کو سنبھال نہ سکے اور گئے۔ حق اس فرصت سے فائدہ اٹھانے لگے۔ مگر آپ ﷺ
ہوئے تاکہ نفل خدائی زمین سے اٹھ کر اپنی تلواریں لے لیں۔ اس وقت نفل خندق میں کوہا
سورخ اس کی پشت پر غروب کے قریب تھا اور حق کے سامنے نہ کی آنکھیں خیرہ کیے دیتا تھا۔

چھوٹا چارہ اچھا ہے۔ عموماً بچے میں مسلمان نہیں ہوتے۔ اس وقت میں سے اس کا سر حکم ہے۔
عموماً ابن جبرہؒ نے ایک بہت چھوٹی ذرا بچی کوئی تھی جس میں صلائی تھیں۔ بچی کی والدہ
تھیں۔ چلتے ہی وہ سر کی ہڈی کو چھو گئی تاکہ کوئی نہ کہے کہ کوئی نے سر دھوئے،
میں شکر کیا ہے۔

قانون اور سرحدی کے علاوہ فیکہ نامگی کی طرف سے آیا اور پھر قریش کو ہانگی میں لایا گیا۔ ایک رات تیز ہوا چلی یہاں تک کہ غصے پھٹ گئے، کچھ گھنٹی کی اور بہت سے مظلوم شہادت سے چلے اور ہمارے بارش سے سیلاب بن گیا۔ یہاں تک کہ وہ خوف و دہشت میں گھر جود کہ صحت میں کہیں پھر صدمہ نہ ہوتے کہ وہ کہیں کوئی کاغذ نہ دیا۔

واقعہ کو یوں نے نکلا ہے کہ ہوسٹیاں خود اس قدر جلدی میں تھ کر فرار کے لیے بہت
 دقت کا سامنا کرتی تھیں۔ اس لیے یہاں بھی نہ رہا کہ اس کا بندھن موڑنا انہیں ملے۔ وٹ کو پا کر
 دھڑکا۔ مگر وٹ سے پاؤں جڑے تھے نہ پاؤں، غولانی رات کو گڑے لشکر کے کوئی پا
 و اطراف حدیث سے چلا گیا۔ جنگ خندق، جنگ احزاب اس شہ شام کوئی۔

جنگ خندق میں قریش کے آٹھ سو قتل ہوئے اور لشکر اسلام سے چھ افراد شہید ہوئے۔ یہ چارہاں دانا مور جگمگو تھے اور انظر دی معرکوں میں قتل ۱۱ شہید ہوئے۔

[illegible]

اور انہیں اس وقت تک سزا دے دو کہ وہ جہاد کا حق نہ سمجھیں۔ اگر وہ تسلیم نہ کریں اور مسلسل جہاد پر آمادہ نہ ہوں تو تو انہیں قتل کر دیں۔ یہ حق اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اگر وہ تسلیم نہ کریں اور مسلسل جہاد کر رہے ہوں تو تو انہیں قتل کر دیں۔ یہ حق اللہ تعالیٰ کا ہے۔

دین میں مسلمانوں کے خلاف موجود تھے، یہاں تک کہ ۱۱۱۳ھ کے پہلے ۶۰ قریب۔

طری نے لکھا ہے کہ متعلق جب پیدا ہوا ہے تو کسی وقت معمور ادا سے سے جاری ہوتا ہے۔ جس جنگ خلق میں انفس کے رادوں میں تعلیق تھی اور انہوں نے حاکمانہ کی نظر کی طرف داری کی طری کے یہ اعداد ایک اولیٰ مہاد ہیں۔ جیسا کہ عرض کر چکے ہیں۔ جب بھی مسلمانوں اور مشرکین یا یہودیوں کے درمیان کسی اختلاف یا خرابی سے سر نہ تو مسالمتین خبر نہ لیا جاتا ہے، جب کہ بظاہر وہ مسلمان تھے۔ جنگ خلق میں انہی سرحدوں ایک حتیٰ لیسے پر پہنچے اور قریش کی حمایت کی۔ ابھی اس لیے کہ انہیں یقین تھا کہ ان بڑا کر خلق مسلمانوں کو کھلت دے گا اور ہر طرف نقل و حرکت ہو جائی گی۔

نہ کہ بالکل جب وہ ہندو کے محاصرے کے بعد وہاں کوچ کر گیا تو انہیں اپنی فعلی کا احساس ملا۔ مسافرت نے مسلمانوں کے خلاف کوئی راستہ قائم نہیں کیا تھا۔ ان کی طرف سے قربانیوں کا ایک معمولی عادی تھا۔ مسافرت نے مکہ والوں کی حمایت میں خدا کو اپنی ایہ قدم نہیں اٹھایا، جس سے ان کی طرف دہریہ ظاہر ہو۔ جنگ کے خاتمے پر چھوڑ چکا ہے ان کے خلاف کوئی قدم نہیں لیکن مسلمانوں نے جنگ کے دوران ان کی جوار تھی کسی فرستہ کوئی۔ اور جیسا کہ آئندہ ذکر آئے گا، مسلمانوں کا رویہ ان کی نسبت بھرپور تبدیل ہو گیا تھا۔

لیکن ہوتھڑ کے یہودیوں نے جنگ شلوک کے دوران ہریت کے قانون اسامی کے خلاف روش صیاد کی قحی روئش سے تھم ہوئے کے بے اقدام بھی کیے جب کہ ہریت کے قانون اسامی کے مطابق انھیں مسلمانوں سے تھم ہر شہر کا دفاع کرتا تھا۔ جنگ اعد میں کہ انھوں نے خواہ یہودیوں کو بھارت اسے اسی قحی کہ یہ کہہ لی جنگ بے اہتمام مجبور نہیں کہ اس جنگ میں ہمار ساتھ 21۔

جنگ احد مدینہ سے باہر لڑی گئی تھی جس میں شیر کا دفاع شامل نہیں تھا لیکن جنگ شریعت
 شیر کے اندر روا کر لڑی گئی تھی۔ یہ واضح ہے کہ محمد ﷺ سے جنگ احد میں یہودیوں و سہ
 صحابی کی مدد پر واپس کر دیا تھا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جنگ احد میں شیر کے دفاع کا مسودہ
 نہیں تھا، بلکہ جنگ شریعت میں یہودیوں سے قانونِ اسلامی کی کھم کھن عداوت و ردی کی تھی،
 مسلمانوں سے بدچل دی گئی۔

چونکہ نبی قرطبہ کے یہودیوں کو اپنی اس بدچل دی کا احساس تھا، لہذا وہ جنگ کے خاتمے پر
 خود بخود اپنے مکاتوں میں محصور ہو گئے۔ محمد ﷺ نے مکاتوں کی سرکوبی کی کہ یہ
 ماوراء دیار، یعنی اپنی اہلِ طالب نے مسلمان سپاہیوں کا ایک حصہ اپنے ساتھ لے لیا اور نبی قرطبہ
 کے محاصرے کی طرف چل دیے۔

یہودی جو زرگری، کشادہ روی (دراحت) اور باقی جیسے پیشوں سے ملشک تھے، وہاں
 ثروت مند ہو چکے تھے۔ انھوں نے غلبہ مستحکم کرنا ہوتے تھے یعنی یہودیوں کے گھر باہر
 کے علاوہ ایک قلعہ کی صورت میں تھے۔ یہودیوں نے جو حد تک ان کی لشکر کوئی قلعہ کی قدر
 کیے بغیر ہی وہیں ہو گیا ہے تو وہ اپنے قلعہ کی گھروں میں اس راز سے محصور ہو گئے کہ
 مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔

یعنی بنی اہلِ عداوت نے اس امر کو نہیں کر لیا کہ بعد یہودیوں کو پیش کش کی کہ وہ مسلمان
 ہو جائیں۔ لیکن سحر قرطبہ کے یہودیوں نے کہا کہ ہم محمد ﷺ کو بخیر ہی نہیں ماننے کو اس سے
 دین کو نکالیں کریں۔ وہ اپنے بھی محمد ﷺ ایک عرب ہے اور عرب جیسے نہیں ہو سکتے۔ ظہر سے
 کی استعداد، عقلی و اسرار کے فروز ہے۔ قائم نیلہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھے اور اس
 کے بعد بھی ان کی اسرار کے ہی منتخب ہوں گے۔

چار دفعہ در بعض روایتوں کے مطابق چوتھے کے یامرہ کے بعد یہودیوں کو خود راہ کی
 نکت کا سامنا ہونے کا نبی قرطبہ کے رئیس کعب بن سعد نے تفصیل کے اوپر سے کہہ دیا
 تھا کہ اس سے شیر خود راہوں کے لیے بھی ہمارے پاس درود نہیں رہا۔ اس کی بات کے درود

دیکھتے ہیں، ان کی یامیں قانون کی وجہ سے ہم کو درود سنا نہیں کر سکتیں۔

نبی نے جواب دیا "اے کعب بن سعد! یہی صراحت کرنے والے بھی چھوٹے چھوٹے
 بچوں کے باپ ہیں۔ ہمیں علم ہے بچہ جب بھکا ہو تو کتنی چیلنی کا اظہار کرتا ہے۔ ہم نہیں چاہتے
 تھے کہ یہ بچوں کو کوئی تکلیف پہنچ جائے، مگر تم نے خود ہی مدینہ کے قانونِ اسلامی کو پامال کیا۔ تم خود
 ہی ان بچوں کے امداد ہو۔ اب ہم مجبور ہیں، تم پر ہمارا دیکھ کر کہتے۔" یا عیسیٰ! نبی قول ہے
 کعب بن سعد نے کہہ دیا کہ میں اس کا جواب نبی نہیں دے سکتا۔ مجھے ایک سرعتِ صہت
 درود کہ میں قلعہ کے سر کردہ افراد سے مشورہ کر سکوں۔

مدینہ کے قانونِ اسلامی کے مطابق قانونِ اسلامی نافذ کرنے والے خود محمد ﷺ ہی تھے۔
 وہ محمد ﷺ کی کوئی مجبوری نہیں تھی کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے موجودہ اختلاف پر
 جوت مقرر فرمائیں۔ یعنی بنی اہلِ طالب سے اپنی اس پیشکش کی "پہنچاؤ" سے بے پارت حاصل
 کی، اور یہودیوں کو مطلع کیا کہ ہم بائبل کے لیے حاضر ہیں۔ کوئی یک ساعت بعد کعب بن
 سعد نے تفصیل کے اوپر سے فریاد کیا کہ "اے نبی! ہم بائبل پر آمادہ ہیں۔"

یعنی بنی اہلِ عداوت نے جو جنگ اور راہوں پر فتح کرنے کا نہیں، اس لیے تم جانتے کہ انتحاب
 میں "اور" ہے چاہے چاہت ہو یا نہ ہو۔ ثالث کے انتحاب کے بعد ہم درود لماندے سے اپنی طرف
 سے اور تم دو فرماندے سے اپنی طرف سے ثالث کے پاس بھیجے گئے۔ قانونِ اسلامی کی خوف
 اور نہ خوف نے کی ہے ہمارے لماندے اس کی، نہ ثالث کو صورت حال سے آگاہ کریں
 سے اور تمہارے لماندے جس طرف چاہیں، نہ کیا نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ تمام کارروائی ختم
 ہوئے پر ثالث جو بھی فیصلہ دے گا، اس کی پابندی تم پر لازم ہوگی۔ یا عیسیٰ! یہ قول ہے؟
 یہودیوں نے کہہ دیا، اے نبی!

یعنی بنی اہلِ طالب نے فرمایا ہم بھی اس فیصلے کی پابندی کریں گے۔

جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ یہودی یامرہ میں تھے۔ اس کے باوجود نبی نے حکم دیا کہ
 ایک حد تک خوراک یہودیوں کو دی جائے۔ جس قسم کا سامان یا خوراک مل کر انہیں دیا جائے

تا کہ ان کی اور کسی اس کا بل ہو چکا تھا کہ بچے ہو سکے نہ ہیں۔

خو قرظہ کے بیویوں نے باہمی مشورہ سے مسلمانوں کو گلاٹ منتخب کیا۔

مسلمانوں میں خو قرظہ کا دوست اور قریب والں کا رائج تھا۔

چالٹ کے انتخاب کے بعد مسلمانوں اور بیویوں نے اپنے دو دو ٹما مکہ سے باہر

پاکر بیٹھے۔ مسلمانوں کو اس سے اپنی شکایت تھی کہ سب سے پہلے قانون سہمی سے

مسلمانوں میں کو غلط کیا اور کہا کہ اس حد کے مطابق جب کسی حد پر دشمن حملہ آور ہو تو

قبائل پر فرض ہے کہ حملہ آور کو شہر کا دفاع کریں۔ لیکن خو قرظہ نے جب اس کے مسلمانوں

سے حملہ دینے پر دشمن کو پیچھے ہٹنے سے مدد دینے دشمنوں کی ساتھ ایک سازش کے تحت

موجودہ مشورہ کرنے کی کوشش کی جس نے وقت انھیں عقب سے مسلمانوں پر حملہ کرنا تھا۔

یونانیوں کو سامنے سے دشمنی قدمی کرنی تھی۔ مسلمانوں کو دشمنوں کی طرف سے گھیر کر ختم کرنا تھا۔

بیویوں کے نو نکاح سے اپنے دفاع میں جنگبہ حملہ کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم اس جنگ

میں مسلمانوں کی مدد کرنا چاہتے تھے لیکن انھوں نے ہماری مدد دیوں نہ کی۔ اسی بنا پر ہم نے

یہ سمجھا کہ اب بھی جنگبہ مشرق کے متعلق پر حملہ کرنا ہماری مدد و قبول نہیں کریں گے۔

مسلمانوں کو یہ کہنا خو قرظہ نے قانون سہمی کے برخلاف دشمن سے مل کر

شرعاً کیے اور حملہ قائم کرنے کی کوشش کی اور اگر وہ پہلے نہ کر سکتے تو ان کا کام کرنا تھا

کہ اسباب نہ ہوتے تو یہ موجود ہونے چاہتا تھا اور خو قرظہ ہمارے عقب پر حملہ کر چکے ہوتے۔

خو قرظہ کے لڑا مکہ ان نے ایوانیان سے لڑا کر اسے لڑا کر کیا۔

مسلمانوں نے عظیم نیاں مسود کو بلور گلاہ پیش کر دیا اور اس نے فدا کر اس کی تہ

تفصیل بیان کر دی۔ اس تمام بیان میں کے نام بھی بتا دیے انھوں نے خدا کر اس میں حصہ

تھا۔ عائشہ کی کارروائی چند دن جاری رہی۔ مسلمانوں میں خو قرظہ نے طرفین اور اس کی شاہدوں کو

اور فیصلہ دیا۔ چونکہ خو قرظہ کے بیویوں نے قانون سہمی کے خلاف روش اختیار کی اور

اسے پامال کر کے چاہتے تھے کہ دشمن سے جو حد تک سختی کر سکتے تھے یہی حد تک

مسلمانوں پر عجب سے حملہ کر کے اپنی بے سبب مستوجب مرگے موت ہیں۔

یہ فیصلہ مسلمانوں کا ہوا کہ وہ نہیں تھا بلکہ اس شخص نے مداخلت کیا تھا جس کو بیوی بنا

دوست رکھتے تھے اور خود ہی انھوں نے اسے اپنا چالٹ منتخب کیا تھا۔

فیصلہ ہوا کہ اس نے بعد حضرت علیؓ سے عدالت کیا تب حاجہ نے اسے اور لڑکیوں اور عورتوں

کو اس میں اس سے اس سے معاف کیے جاتے ہیں۔ دوسرے نے اس سے عدالت لے آئیں تو صوف

کر دیے چاہتے تھے۔ اس اعلان پر بہت سے بیوی مسلمان ہو گئے۔

اس کے بعد علیؓ کو ایک اور اموریت (امدادی) کوئی تھی کہ مکہ کو راجہ کی

تہ کی سر میں جس کا تذکرہ آئے گا۔ اور اس کی ضرورت پر جاتے ہوئے علیؓ کی آخری

دست یہ تھی عورتوں، لڑکیوں، شیر خوار اور باہر ان افراد کو جہاز ہے کہ وہ صحرا سے باہر

آجائیں تاکہ جب وہاں جنگ شروع ہو تو انھوں نے سر میں۔ خو قرظہ نے اس پر عمل کیا۔

خو قرظہ جنگ کرتے ہوئے قتل ہو گئے۔



مورس نے ایک کراہی مسلمان حالت نماز میں ہیں۔ قدم کا رُخ نہ کی طرف ہے۔ یہ
مذہب پر لگند تھا کہ کعبہ کو عزت نہ ہوئی کہ مسلمانوں پر حملہ کرے۔ بلکہ ہنس مڑ کر تھوڑی
دور چھیر گیا تاکہ مسلمانوں کا راستہ روک سکے۔

خبر پہنچنے تک وہ سو کوہاں مقصد سے آگاہ کرے کے لیے ایک پہنچی لکھ گیا کہ وہ
یا رسول اللہ صحت کرے کہ وہاں مقصد زیارت کعبہ ہے جنگ نہیں، اس لیے ہم اگلے سے میں
نہیں ہیں، اگر ہمارا مقصد جنگ ہوتا تو ہر قسم کا اطمینان پہنچا ہوا ہوتا۔

خبر سے مسلمانوں کے پہنچی کو کھنڈت جانے دیا بلکہ چلی اور اس کے ساتھیوں کا بیادوں
میں تفتیش کیا۔ پہنچی اور اس کے ساتھی تفتیش سے بچنے کے لیے صحرا میں سر کر دی گئے۔
یہاں ہی اچھے سے ان کی طاقت میں کوئی سر نہیں، وہ قحطی مگر خوش قسمتی سے پہنچے نظر میں
پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

خبر سے جو تفتیش میں تھا نہیں پہنچے رہ گیا اور مسلمانوں کے سفر پر روانہ ہو گئے۔
مسلمانوں نے حریم کی حدود کے نزدیک پہنچے تو محمد ﷺ نے وہاں پرانے کارنے کا حکم دیا اور فرمایا
کہ نہ دانی دالے نہ لوہوں کو نشان لگاؤ۔ قربانی کے چاروں کو نشان لگانا اور چیت کی ایک
حصصہ تم قحطی۔ محمد ﷺ نے اس رسم کو ادا کرنے کا حکم دیا تاکہ نہ دالے نہ چیت میں کہ
مسلمانوں کا مقصد واقعات زیارت کعبہ ہے، جنگ نہیں۔

بہت سے مسلمان کی جو جہت ہوئی سے پہلے مرقعہ تھے آج بھی معمول ہیں۔ سچ ہوا
کہ وہ خبر پہنچنے سے اس رسم کو اس لیے غور سے دیکھا کہ عرب میں اسلام سے دشمنی زور
ہو۔ انہیں پہنچی نہ سمجھ سکتے تھے کہ ان کی قوم اسلام کو ختم کر دیا گیا ہے۔

نہ سڑ میں بھی محمد ﷺ نے اس رسم کو غور سے دیکھا، تاکہ عرب جان میں کراہی کا مقصد
سچ کی رسم دشمنان کو ختم کرنا نہیں ہے۔ نہ کہ مرکزی مشیت ختم کرنا مقصود نہیں۔ اس سے یہ
گمان نہ کہ نہ کہ وہاں کہ مسلمانوں کی نظر میں اتنی عزت ہے جتنا کہ دوسرے مذاہب
میں نہ لگتا ہو، یہی اگر ایک بات پرست کی نظر میں نہ نہ کہ یہ محترم ہے تو مسلمان بھی اس گھر
کے لیے سختی احرام کے قائل ہیں۔

یاد تیار، مذہب میں حریم اور پشت کریں اور یا تم سچ میں قربان کریں، تاکہ نہ دالے نہ
گشت میرا آئے۔ اب اگر وہ دوا ہزار مسلمانوں کی راہ روکتے ہیں تو اس میں نہ دالے نہ
نقصان ہوتا تھا۔ دوسرے اس کے دھننے پر پابندی لگائی جاتی تو یہ غلط معاملہ ہوتا۔ تاہم
انہی جنگ و جدل کے بعد ان کے لیے ہمیں نہ کہ مسلمانوں داخل ہونے دینا بھی مشکل تھا۔

ایک طرف وہ مسلمانوں کے مذہب کو دوسرے مذاہب سے جدا کر دیتے اور مسلمانوں
کو مذہب دھننے کی چارٹ دیتے سے انکار کرتے۔ دوسری طرف کعبہ کی عبادت پر یہ چارٹ
علاقہ تھا اس جزوی پابندی سے اس کی جگہ سداری پر حرف نہ تھا۔ ایک ہی اقتدار میں۔
قانون پر سداری کو ختم کر کے کعبہ کا سداری کو ختم کر کے یہاں پہنچا ہوا تھا۔

دوسری صورت میں اگر مسلمانوں کو چارٹ دی جاتی تو ممکن تھا مسلمانوں کو نہ کہ نہ کہ
سے آئیں۔ لہذا یہ حالت میں نہ کہ وہاں نے مسلمانوں کو روکنے کا فیصلہ کیا۔ چاہیں
سواروں کو نہ کہ یہ کیا کہ "کے بڑھ کر مسلمانوں کو روکیں اور انہیں آگے بڑھنے سے روک
کریں۔ لیکن یہ چاہیں سوار جب مسلمانوں کے نزدیک پہنچے تو انہیں گرتا کر لیا گیا۔
کے اختیار راہروا دیے گئے۔

تاہم محمد ﷺ نے انہیں روکنا نہ کہ انہیں نہیں روک دینے سے انکار کرنے کا حکم دیا۔
یہ حکم خود کعبہ کے سواروں کے لیے مجاہد تھا، اس لیے کہ یہ عربوں کی روایت کے خلاف
تھا۔ عربستان میں جنگی سیرال کو اپنے اہل کعبہ کے یہاں روکنا نہیں کیا جاتا تھا۔

کچھ مسلمان افراد نے محمد ﷺ سے یہ چارٹ ان چاہیں فرماؤ کہ بھلے دینے کے کیوں نہ کہ
کیا ہے اور محرم کا سفر بھی روکنا نہیں کر دیا گیا ہے۔

محمد ﷺ نے وہاں نہ کہ نہ کہ انہیں، جنگ ہمارا مقصد نہیں۔ نہ کہ جنگ نہیں
کرتے اور قبضہ نہیں کرنا کرتے۔

ان کے قربانی بعد اس وقت کہ مسلمانوں کے پاس پہنچے۔ ان کا مقصد بھی مسلمانوں
کو مذہب میں داخل ہونے سے روکنا تھا۔ نہ سواروں کا سارا ایجنڈا کا حاکم نہ کہ نہ کہ ان

محمد ﷺ اہل کلمہ سے ریہہ نہیں تھے۔ آپ ﷺ کا دستور تھا کہ قریش جس سے قتل قتل میں
رہتے جگہ اس کا یہ تمام کا وٹھل تھوڑی خط لگا دے ہے۔ جماعت قریش کا احترام کعبہ
اقتصادی صنعت کے پیش نظر تھا۔ اگر کعبہ کی مرکزیت اور بقا تو جماعت قریش کی
زندگی میں بھی اختلاف واقع ہو جائے۔ مثلاً یہ سلام خط کا جائز ہے کہ قریش کے اطراف میں
لے دے۔ قتل کی لگاؤ میں یہ دہشت کعبہ کے لیے ملتا رہی اور ہادی رسالت اہمیت رکھتی ہیں۔
قریش کا جیسا تھا کہ جب تک یہ رسالت ہادی ہیں اور ہرستان کے تمام مذاہب کا مرکز مذہبی
رہے گا تجارت پر قرار دے گی اور مسائل زندگی پھر اس میں رکاوٹ نہیں ہوگی۔

ابن ہشام، حمید بن محمد بن عیسیٰ، ابی ہریرہ اور ذہبی نے کہا ہے کہ یہ تمام مؤرخین اسلام جو آپ ﷺ
کی زندگی کے شارح ہیں، لکھتے ہیں۔ جس وقت قریش کے جانوروں کو کٹاں رو دیا جائے
محمد ﷺ نے کچھ لوگوں کو راہروں کے قبال کی طرف بھیجا کہ تمہیں دعوت دیں کہ وہ آکر سہم
کا مشاہدہ کریں۔ کٹان زدگی جسے عرب "بلیقہ" کہتے ہیں چوٹی کی گئی۔ ہر اونٹ کی گردن میں
"افشاری" پاندھی تھی۔ بلیقہ سے معنی چراغ لگے جاتے ہیں وہ ہیں "دب مع ثروت میں
راش مخصوص لکھنا کھانے میں راش مخصوص یا اعلیاء جبر وادب۔ (یاد رہے یہ لفظ "بلیقہ" ہادی
کے ساتھ استعمال ہوا ہے یعنی وہی وقت و سبب۔ لیکن قدیم زمانہ میں "بلیقہ" بمعنی علامت تھا۔ وہ
ایسے کا ہونٹ کے ہر دوہ کو اس کے پیلو سے پاندھتے تھے۔ جب اونٹوں کو قریش کے لیے
خصوص کر کے قوت کی جلد پر ہنس دینا کٹان لگاتے تھے۔ راسی علامت کو بلیقہ کہ جاتا تھا۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اور مشرک و جبروت نامہ عرب میں شاہ و شوکت کا نشان سمجھا جاتا
تھا۔ یہ بہت مہنگے ہوتے تھے۔ مادہ شریک نیز رفتار اور خصوص سواری شمار ہوتی تھی اور اس کو
"شیمانہ" کہتے تھے۔ اس طرح محمد ﷺ کچھ شیمانہ سپاہ لائے تھے تاکہ عربوں کو دستور
ہو کہ مسلمانانہ سلوک کی کیا گنجی میں یہ رشتوں سے نریمانہ عید اور بخت ہیں۔ مسلمانوں
نے قریش کے جانوروں کو کٹان لگانے کے بعد دو بارہ مشرک کی طرف سفر کا آغاز کیا۔ جس میں
دو ہنگامہ نے اپنے دو سو واروں کے ساتھ راست کی ٹھنک تاکہ بندی کر دی۔ ابن ہشام نے

نکر ہاؤس قتل کیا ہے "القیامہ عند اللہ" یعنی جب یہ مسلمانوں کے قریب پہنچے تو ان
کی جو یہی پاموں سے باز تھیں۔ لیکن کوا کو اس دوسری جنگی اہلیہ میں کچھ جاتا تھا۔ بلکہ یہ
ایک یہ اہلیہ تھا جسے مرد ہر وقت اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ آنکھی جبروتوں سے
فرار۔ اونٹن کٹان کے ہادی ساحل پر رہنے والے سپاہیوں کے پانچر لگاتے ہیں اور چنگ پہ پانچر
جڑواں ہیں لہذا اسے جنگی اہلیہ قرار نہیں دیا جاتا۔

نرمسٹوں کی کوا یہی پاموں سے باز تھیں تو ظاہر ہے کہ کمرہ کے سوار دست کو دیکھ کر
پاموں سے کوا یہی نکالی ہو گی۔ لیکن یہ بات سے شہد ہے کہ کوا استعمال نہیں ہوئی۔
محمد ﷺ کو اس چوتھے جسے کہ مسلمانوں نے دیکھا کہ کوا قتل ضعیف ہے۔

جس جگہ محمد ﷺ اونٹوں کو کٹان لگانے کے لیے بھیجے اس جگہ کا نام رکھا گیا ہے۔
اسی قدر پر حرم ہند سے گئے اور وہاں دوسرا شروع ہو۔ ذوالحجہ سے مکہ کے لیے پہاڑی
راست اختیار کیا تاکہ جو حرم کے ہادی شکار وادھ سے بچا سکے۔ مسلمانوں نے اس راست
پر دانی دہری سے بہت تکلیف اٹھائی۔ یہ تکلیف اور سفر کے سلسل میں حدیث میں ہے۔

حدیث میں مذکور ہے کہ کوا کھڑے اور وہاں سے نہیں گئے۔ مسلمانوں کے سامنے تھا۔ جرمسلمان
مکہ کے باقی تھے ان کی آنکھیں پانچ میں۔ لیکن یقین تھا کہ سرعت بعد وہ مکہ میں ہوں گے اور
پس اٹل کو دیکھ سکتے گے۔ لیکن میں اس وقت میں محمد ﷺ کا ہونٹ موسم پر شہب غمیرہ اور
پھر یہ کہ محمد ﷺ نے ہونٹ کو غصہ کر دیا وہی آگے بڑھنے کے چند قدم پیچھے ہٹ کر پھر دیکھا۔

محمد ﷺ ہونٹ سے نر آئے اور فرمایا "مکہ کی یہی مرض ہے۔ ہم یہاں توقف کریں"
میں تو مسلمانوں سے نر آئے۔ وہ بہت غمزدہ تھے کہ مکہ کے دروازے پہنچ کر حکم
توقف ملا۔ جہاں مسلمانوں نے توقف کیا اس جگہ کا نام نہر و شطوط تھا جو کہ حدیبیہ کی حدود
میں یہ مقام ہے۔ موسم بہار میں اس مقام پر پانی کی جادو کرتا تھا لیکن جب مسلمانوں نے
وہاں توقف کیا تو پانی پھر ٹھیک تھا۔

ذوالحجہ کا یہ روزہ سے فصل ہے۔ مصنف کو اس میں مطالعہ ہوا ہے۔

حروہ مکہ کوٹ آیا اور قریش کے بزرگوں سے کہہ میں نے روم اور حبشہ کے دربار دیکھے ہیں
جس مسلمانوں کی وفاداری محمد ﷺ کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ ہے جو میں نے روم و حبشہ
میں دیکھا اور کہاؤں کی بابت محسوس کی تھی۔ حروہ کے بعد قبیلہ بنی کنانہ کا ایک شخص مکہ سے مدینہ
ہجرت کیا اس کی آمد کا مقصد بھی محمد ﷺ اور مسلمانوں سے مل کر ان کے مقصد کا تعین کرنا تھا۔
محمد ﷺ کو اطلاع پہنچ گئی کہ مکہ سے جو شخص آیا ہے وہ بنی کنانہ کا ایک فرد ہے۔

محمد ﷺ نے فرمایا اس آدمی کا قبیلہ قریشی کے انہوں کی بہت آراء میں کرتا ہے۔ تم قریشی
کے انہوں کو کہہ دو کہ اس کی طرف لے جاؤ کہ وہ وہاں پہنچے۔

مسلمانوں نے انہوں کو گمراہی سے روکا اور ذکر صرف سبیل اللہ لکھ لیتے۔ اسی آہٹ
میں وہ اس مرد کی طرف چلے۔

قبیلہ بنی کنانہ کے اس شخص نے جب یہ سنا اور قریشی کے کوٹ دیکھے تو وہیں سے مکہ
دوڑ آیا اور قریش سے کہہ میں نے بنی کنانہ کے قریشی کے مثال زدہ انہوں دیکھے ہیں۔
مسلمان احرام باندھے ہوئے آکر روکے تھے۔ میں بڑا تردد کیا کہ انہوں کو اس کا قصد
زیارت تھا یا نہیں ہے۔ ان کی راہ بند کی جائے۔

یہ امت قریش پہلے ہی حصر میں جماد اور کوئی نفع نہ کر سکی۔ ایک اور شخص کو بھگوانے کا
براگرام بنا۔ اس مرتبہ جلدی قبیلہ بنی نضیر کے رئیس عقیس بن علقمہ کو مسلمانوں کے پاس
بیکار قبیلاہ بنی صحرائین اور مکہ کا تدارک تھا۔ قریش صیص کو ایک صحیح اور دوست آدمی سمجھتے
تھے۔ عقیس مسلمانوں کے پاس پہنچا۔

محمد ﷺ نے فرمایا: یہ امت اس وقت تک نہیں چلی جائے جس تک اس سے
بہت دیر نہ لے۔ جو چاہے مشاہدہ کرے۔

صیص بن علقمہ نے مشاہدہ کیا کہ قریش مسلمان احرام بند ہیں۔ قریشی کے انہوں نشان
ہیں۔ صیص نے دیکھا کہ مسلمانوں کے پاس جنگی اسلحہ نہیں ہے۔ بعض انہوں نے تو

محمد ﷺ کا مدینہ میں توقف کرنا، عذرا اس کے جو بعض واقعہ نگاروں نے لکھا ہے، ایک
سیاسی فکرت نہیں تھی بلکہ ایک سیاسی کامیابی قرار ہوتی ہے۔ ایک غیر سیاسی فہم دشمن کا آدمی
ابھی بھگوانے کے کچھ بھگوانے اپنے سیاسی اقدام سے حریف کا بچہ دلاؤ کے کا طریقہ کریں۔

خدا کرنا ہی ہم بھگوانے سے قریش کا مقصد صرف ذکر کرتے ہی نہ تھا بلکہ یہ ایک بھی تھا کہ
مسلمان مسخ ہیں یا نہیں اور گمراہ ہیں تو محمد ﷺ کے وہ کس حد تک وفادار ہیں۔ قریش کی
طرف سے پہلا آدمی جو خدا کرنا کے لیے، سورہ دو حروہ میں مسودہ تھی تھا۔ وہ قبیلہ بنی نضیر
سے تھا اور بنی نضیر کے شرف میں سے تھا۔ وہ اپنے بل و دیوں کے ساتھ وہ ملک سے نکل مکان
کر کے اب تک میں مقیم ہو چکا تھا۔ حروہ بن مسودہ تھی اسے اسی بیت اور مسودہ دے اور حروہ
کے لیے جو خیر اسلام ﷺ سے ملاقات کی اور پوچھا آپ ﷺ کا مکہ آنے کا مقصد کیا ہے؟

محمد ﷺ نے فرمایا: "تم لفظ خدا تعالیٰ کی ریاست کے لیے آئے ہیں۔ جنگ قتل اور مقصد
نہیں۔" پھر مسلمانوں کو مخاطب ہو کر فرمایا: حروہ اور قریشی کے انہوں شدہ اذیت دکھائے جائیں۔
حروہ چند مسلمانوں کے حصر میں گیا اور قریشی کے انہوں کو کہہ کہ وہاں سے آؤ کہ جو کوئی حروہ سے جنگی
کی کیفیت اس کے چہرے سے ظاہر تھی۔ لہذا یہ بات ہو کہ اسے بڑا کر محمد ﷺ کے پیروں مبارک
پر رکھ دیا اور کہا: اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کو تعین ہے کہ آپ کے سامنے جو یہاں روکر
کھڑے ہیں جنگ چھڑ جائے آپ کے دلاؤ وہ ہیں گے آپ کو تین چھوڑ جائیں گے۔

اس دوران ایک مسلمان جس کا نام صفیر بن شہید تھا، اس نے بنی شمشیر کی ایک
حروہ کے ہاتھ پر خراش لگائی اور کہہ: یہ حروہ! مذکورہ رو کر کام کرتے وقت اپنے ہاتھ کو
رسول اللہ ﷺ کے پیروں مبارک پر مست رکھو۔

حروہ نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ دیکھو کہ کہہ کر وہ ایک ایسی کی حیثیت میں نہ ہوتا تو ہم
تھے اس توہین کی پاداش میں قتل کر دیجئے۔ ہم تھے تھے تھے دیتے ہیں کہ ہم جنگ کے موقع پر
اپنے دشمن کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہہ کر وہ جنگ بردار آدمی میں ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کے حق
میں تدارک تھا کہ اس کی دیکھ چکا ہوتا۔

بھوک کی وجہ سے ایک دوسرے کے ہال بھی کھلے ہیں۔ عیسٰی بن مضر رحمت کے سر تو ٹکڑا ہوا ہے۔ قریش سے کہا اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کا مقصد بکری دوست خانہ کعبہ اور کھنڈن ہیں۔ تم انھیں آزادانہ کھانے دیتا کرو وہ خانہ کعبہ کی زیارت کرتیں۔

انکار قریش نے کیا ہمیں کھانا کھانا ہوا کھنڈن نہیں۔ عیسٰی بن مضر نے کہا یہ وہ کھنڈن داخل ہونے کے بعد کھانے کو تفریق کرے۔

عیسٰی بن مضر نے کہا میں قسم کھاتا ہوں کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی سوائے زیارت اور کوئی مقصد نہیں رکھتے۔ اگر ان کا ارادہ جنگ کا ہوتا تو جنگی سامان ساتھ لاتے۔ میں کعبہ کے قمار اطراف چکر لگا کر دیکھ چکا ہوں کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے پاس ایک ذرہ کان اور ذرہ نوک نہیں۔ بلکہ بھی قریش، مسلمانوں کے کھانے پر رض مند ہوتے۔

اس پر عیسٰی بن مضر میں آگیا اور کہا تمہارا یہ عمل ایک گناہ ہے جو قابل بخشش نہیں۔ تمہارے پاس تکیہ راندے کو کیا جواز ہے؟ زیارت کعبہ تمام جہاں والوں کے لیے آزار ہے، اس شرکاء کے ساتھ کعبہ سے اعتقاد رکھتے ہوں۔ تم کس بنا پر مسلمانوں کو زیارت کعبہ سے روک رہے ہو؟ اگر تم نے مسلمانوں کو زیارت کعبہ کی اجازت دینی تو میں تم سے ہر ہوجاؤں گا اور اس کے بعد تمہارا سامان و متعلقات نہیں رہیں گے۔

قریش کے چند بزرگوں نے اسے چپ کر لیا اور کہا تم ایک صحرا میں راست گوارا نہ کرو۔ اور اس قدر دیر سوچو کہ وہ مسلمانوں کے پیچھے ارادوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ تم وراعت کرو۔ ہم اس پر حیران ہو کر رہ گئے اور کسی کو وہ نکاح نہیں جس میں ہلکی سی بجزی ہو۔

آخر تو رسول مشاوری اجلاس ہوتے رہے۔ ان دونوں میں بھی جولوگ تحقیق کے لیے مدد دیتے جاتے اپنی راجدات دار اندوہ (قریش کی مجلس شوری) میں پیش کرتے۔ بچے مشاہدات سے رکان شوری کو جب وہ کانفرنس ہاں سے باہر آتے "گاؤ کرتے۔

وہ بتاتے کہ مسلمان محمد ﷺ کا غلوک حاکم احرام کرتے ہیں حتیٰ کہ کھانے پینے اگر ایک پانی پینے کا پانی انھیں خود آبی پانی لانے کو دیتے ہیں اور جو پانی پانے سے محروم ہو

جاتے ہیں وہ خود کو بد قسمت تصور کرتے ہیں۔ ان کی رنگی کا ایک پہلو بہت ہی عجیب ہے۔ وہ ان میں چند ہر صلب ہاندتے ہیں اور کعبہ رخ ہو کر نہ دیکھتے ہیں۔ لڑکی رانگی میں ان کا دم وصلہ حیرت انگیز ہے۔ جو لوگ حدیبیہ سے واپس آتے وہ بیان کرتے۔ مسلمانوں کی رانگی محمد ﷺ کے لیے اس قدر ہے کہ اگر وہ غم دیں کہ اپنے خوش و اقارب کو اپنے ہاتھوں قتل کروا دیا تو وہ ایسا کر تو دیں گے۔

یہ عیسٰی بن مضر، رسولوں کی اور ریوڑہ متحمل ہوتی۔ ہالہ خود دی وروہ رات کی مشاورت کے بعد قریش کے ایک سرکردہ سردار کو ایک خاکندہ میں عت کے ساتھ نہ دیتے بھیجنا تاکہ محمد ﷺ سے مذاکرات کر کے مسلمانوں سے ایک صلہ و اشلی کا معاہدہ کریں۔ روایت ہے کہ جب محمد ﷺ نے مکہ میں عمرہ کر دیا تو فرمایا "ہمارا کام آسان ہو گیا۔" محمد ﷺ اور قریش نے مکہ کے درمیان مذاکرات میں معاہدہ طے پا گیا۔ اب اس معاہدہ کا کھانا ہوا تو قمار، یعنی معاہدہ صلہ اور عدم راجدیت۔

محمد ﷺ نے اپنے دو ساتھی بنی عبد شمس سے فرمایا معاہدہ کی تحریر کے نام سے شروع کیا۔ "حق نے حکم کیا اور معاہدہ کی تحریر کا آثار یوں کیا" بسم اللہ الرحمن الرحیم، قریشیہ" اس پر "اس بن عمرو نے حجاج کرتے ہوئے کہ کہ تم رحمن اور رحیم کو کہیں جانتے۔ حق" سے اس طرح تمکو "بسم اللہ" دینے بھی عرب میں قوم میں بدعت اسی طرح کا قاز ہوتے تھے۔ حق نے عرض کی یا رسول اللہ! کیسے لکھوں؟ محمد نے فرمایا ایسے لکھو "بسم اللہ"

حق نے بدعت کی اور حسب روایت لکھنا شروع کیا۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے بعد لکھنے محمد ﷺ کے مطابق اس طرح لکھا۔

"یوسف بن محمد ﷺ رسول اللہ" اس کیل میں عمرہ کے درمیان طے پڑا ہے۔

اس پر بھی مکہ میں عمرہ کے اعتراض کیا اور کہا اس طرح رحمت نہیں اس لیے کہ ہم تمہیں محمد ﷺ خدا نہیں دیتے جو اگر تمہیں محمد ﷺ بتاتے ہوتے تو تمہیں مکہ میں داخل ہونے سے منع نہیں

کرتے۔ پس کہو "یہ معاہدہ محمد ﷺ بن عمرہ اور اس کے دو مسلمانوں سے چڑھا۔
محمد ﷺ نے فرمایا "اے میرے بھائی! تم لوگوں کی رعایت کی ضرورت ہے۔"

ان دو لاکھ کے علاوہ سبیل نے کوئی اور اعتراض نہ کیا، اس لیے کہ دوسرے تمام
اصولوں پر موافقت ہو چکی تھی۔

علی بن ابی طالب جیسے داخل مندرخوشیوں اور اسلام کے ایک سرکردہ فرد نے مندرجہ
ذیل معاہدہ پر اعتراض کیا گیا۔

بائستات المعہ

"یہ معاہدہ محمد ﷺ بن عمرہ اور اس کے ساتھیوں سے چڑھا ہے۔ اس معاہدہ کے
سوجب طرفین اتفاق کرتے ہیں کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان دس سال
تک جنگ بندی رہے گی۔ اس دس سالہ مدت میں طرفین کا کوئی فرد دوسرے کی جان
و مال کو نقصان نہ پہنچائے۔"

معاہدہ کی رو سے اس دس سالہ مدت میں اگر قبائل قریش کا کوئی فرد قریشی رؤساء کی
اجازت کے بغیر مسلمانوں کے پاس پناہ لے گا تو قریش اسے مسلمانوں سے دہائیں سے
سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس دہائیں کا ہوا کرنا اور اگر مسلمانوں کا کوئی فرد مسلمانوں کی اجازت
کے بغیر قریش کے پاس پناہ لے گا تو قریش اسے لوٹانے سے پہنچائیں ہوں گے۔

اس دس سالہ مدت میں جنگ بندی برقرار رہے گی۔ طرفین کا کوئی فرد دوسرے کی جان
و مال کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ نہ دونوں میں سے کوئی ایک جماعت دوسری پر حملہ آور
ہوگی۔ نہ کوئی یہ پروا کرے گی کہ دوسری طرف کے جاں و مال کو
ضرر پہنچا سکتا ہو۔ اس دس سالہ مدت کے دوران قریش اور مسلمانوں دوسری جماعتوں اور
قبائل سے معاہدات کرتے اور اتحاد کرنے میں آزاد ہوں گے۔

مسلمان اس سال زیارت کعبہ کو نہیں جائیں گے تاہم سترہ سال اور زیارت کعبہ کے
لیے ٹکڑا سکتے ہیں، اس شرط کے ساتھ کہ وہ ٹکڑے میں جن دن سے زیادہ کوئی نہیں کریں

گے اور شمشیر کے علاوہ کوئی دوسری نوع کا سحرہ نہیں لیں گے۔

یہ معاہدہ جوڑا عقدہ انھری میں طے ہوا تھا بعض مسلمانوں میں اس معاہدہ کی عمل درآمدت
کو نا مان سمجھا۔ وجہ یہ تھی کہ معاہدہ پر پاؤں کے وقت مسلمانوں میں شدید رد عمل ہوا تھا۔

مسلمان اس وقت احرام عرسے قربانی کے ذوق کو تیار کیے ہوئے تھے۔ وہ طوف کعبہ
کا تہ کیے ہوئے تھے۔ غرض کہ مسلمانوں کی یہ بہت بڑی آرزو تھی کہ معاہدہ طے پا جائے تب وہ
مطلب تھے کہ کھانا کر خور کر لیں گے۔ لیکن معاہدہ کی ادا شدگی جو اس سال زیارت کعبہ نہ کرنے
سے متعلق تھی ان کی امیدوں کے خلاف تھی۔ ایک طرف ہم جہاں دیر وادھر ہونے تو دوسری
طرف احمد راد اور دوسرے مسلمان اس مخالفت کو بہت بڑی قیاسی طور پر کرتے تھے۔

مسلمان چونکہ آپ ﷺ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے اس لیے خاموش تھے۔ لیکن عمرہ
میں خطاب ایک واحد شخص تھے جو پہلی عدم رضامندی کا اظہار کلمہ کر رہے تھے۔ عمرہ اسے
دراں وادھر تھے کہ بچے حساسیت کو نہیں نہ رکھ سکتے تھے۔ نہ کہ جو فکر ہوئی نہ ہونا پرانے
تھے۔ عمرہ محمد ﷺ کے پاس گئے اور عرض کی "اے محمد ﷺ! کیا آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا
تھا کہ ہم کھانا نہیں کھاؤ اور خاندان کعبہ کا طواف کریں گے؟"

محمد ﷺ نے جواب فرمایا "ہاں" اسے عرض میں نے ایسا ہی کہا تھا، لیکن یہ تو نہیں کہ قہری
سراسر ایسا ہوگا۔"

عمرہ نے عرض کی "اور موقع کب آئے گا؟"

"آپ ﷺ نے فرمایا "آئندہ سال تو کھانا کھاؤ اور کعبہ کی زیارت کرے گا۔"

مسلمانوں کی عدم رضامندی ایسی چند ہفتہ کی کیفیت کے دوران ایک اور واقعہ ہو جس سے
مسلمان مزید حیرت و حیرت ہوئے۔ وہ یہ کہ سبیل بن عمرہ جو کافری حکم کا پیرو تھا، اس کا لڑکا ابو جندل
مسلمان ہو چکا تھا، معاہدہ پر دخل نہ ہونے کے بعد مسلمانوں کے کعبہ میں (جدید) پہنچ گیا
اور کہنا "میں مسلمان ہوں، ہم تم سے دینی بھائی ہیں مجھے پناہ دو۔"

ابو جندل کے یہودی دیر بعد اس کا باپ سبیل بن عمرہ مدینہ پہنچ گیا اور محمد ﷺ سے

محمد ﷺ نے جب دیکھا کہ مسلمان بہت آزدہ و ناخوش ہیں تو انہیں ایک جگہ جمع کر کے فرمایا یہ معاملہ جو ہم نے خدا والوں سے کیا ہے یہ ایک حق نہیں اور رشہ و رست کا میل ہے۔

اس بہت بڑی سیاسی حق کے بارے میں جو مسلمانوں کو حدیث میں نصیب ہوئی، خداوند نے دوسرا دم ﷺ پر آیت ازل فرمائی جو آج قرآن کی اڑتالیسویں سورۃ حج کی پہلی آیت ہے اس آیت سے شروع ہوتی ہے ﴿وَإِنْ قَضَيْتُمْ نَفَقَةً فَضَلْتُمْ عَلَيْكُمْ﴾ "تم نے تمہیں ایک رشہ اور واضح حق دی"۔ بعض اسلامی مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حق کے موضوع پر آئی ہوئی تھی اور انکو اسے حق غیر سے منسوب کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کا خیال ہے یہ قرآن و احادیث اسلامی سے متعلق ہے جن میں اس حدیث بھی شامل ہے۔

حق اس کے کچھ گھڑا مزید وضاحت فرماتے، ایک مسلمان نے اگر عرض کی کہ ہم نہ بدلتے کہہ کر کے اور نہ طرف کر کے کچھ ﷺ صدام نے فرمایا تم اگر یہاں سے بھی بدلتے کہہ کر گئے تو خداوند اس سو کو بدلتے کہہ کر کے بے یقون فرمائیں گے اور تمہارا حق ایسے ہی ہوگا جیسے تم نے طوائف کہہ کیا ہو۔

میں خود بھی نہیں سے بدلتے کہہ کر گا۔ میں نے انھوں کی قربانی دلیں گا سر بھی منڈاؤں گا۔" اس سے ہر طرف گواہی دیتی ہے کہ ہر مسلمان کے لئے احترام بنادے گا۔ مسلمانوں میں سے ایک نے عرض کی کہ دوسرا اللہ! بوجھ کر گواہی کرنے کی وجہ سے نہیں بدلتے کیوں آپ ﷺ نے شریک سے اس طرح کا معاملہ کیا کہ وہ آپ سے ضرور اس کو دانی ہے کہ جتنے ہیں اور ہم اپنے ضرور اس کو دانی حسب نہیں کر سکتے۔

آپ ﷺ نے عہد فرمایا بوجھ کر کی وہی معاملہ کے مطابق تھی، لہذا ہمارے لیے اس میں کوئی شکست کا پہلو نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بوجھ کر نہیں ہوگا، زندہ رہے گا۔ اگر کوئی کہہ کر دے تو وہ دوسرا بدلتے ہوئے پائے گا شہید ہوگا۔ ایک شہید کا مقام بہت ہے۔ ہم نے معاملہ میں اپنے ضرور اس کی دانی کا مطالبہ کیا کیوں نہیں رکھا؟ یہی مسیحی دانت ہے۔ مسلمان جب اسلام چھوڑ کر دین کا ترکہ کو قبول کرتا ہے تو ہمارے لیے اپنی اقداریت کو چھوڑنا

بوجھ کر کی دانی کا مطالبہ کیا۔ محمد ﷺ کے پاس جو انہیں تھا کہ بوجھ کر کو اپنے ہاتھ میں رکھتے۔ لہذا معاملہ کے مطابق بوجھ کر کی کو قبول میں دے دیا۔ جس اس کے کہ بوجھ کر کو اس کے باپ کے حوالے کیا جاتا۔ اس نے محمد ﷺ سے عرض کی یا محمد ﷺ! میرا باپ مجھے قتل کر دے گا۔

محمد ﷺ نے فرمایا خوف نہ کرو، اے تمہیں موت دے گا اور ایسے ہی ہو۔ بوجھ کر کی نہ ہوا بلکہ زندہ رہا۔ لیکن اس واقعہ پر مسلمان جو پہلے ہی آزدہ تھے اب بہت غمیدہ ہوئے۔ اگر مسلمان آپ ﷺ سے بیعت نہ ہو چکے ہوتے تو ممکن تھا شورش برپا کرتے۔

مسلمان جو محمد ﷺ کی کسی سیاسی بصیرت، مستند اور دراندازی نہیں رکھتے تھے اس دن سالہ معاملہ کی قادیت کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ محمد ﷺ نے اس معاملہ سے یہ کہ کو فوری طور پر اقتصادی عاصروں سے آزدہ کر لیا۔ اب عینہ کے کاروان باخوف و فخر مکہ کی سرزمین عبور کر سکتے تھے۔

معاملہ کے دن تک مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن مکہ رہے تھے جو مسلمان متاخذ و خود جو تسمیم کی نہیں کر رہے تھے۔ اس معاملہ کی زد سے انھوں نے مسلمانوں کی حیثیت مان لیا اور مسلمان دن سال کے لیے اس کی دشمنی سے بے فکر اور آسودہ خاطر ہو گئے تھے۔

عام مسلمان محمد ﷺ کی اس فتح بکلی سیاسی حق کو نہیں سمجھ رہے تھے جو جنگ کے بعد ہاتھ سے دیے بغیر ہی حاصل ہوئی تھی۔ مسلمان اس سال زیارت کعبہ نہ کر سکتے اور بوجھ کر کی دانی کو اپنی ناکامی سمجھ رہے تھے۔ بوجھ کر کی دانی کی ریاکار کعبہ سے زیادہ آزدہ کی کا ہمت تھی اس لیے کہ ایک بدلتے عرب سے جب کوئی پناہ کا خواستہ کرتا تو وہ سے ضرور رحمت فرماتا تھا کہ ایک مسلمان خود اپنے مسلمان بھائیوں سے پناہ مانگے اور دشمن جانے۔

لیکن ان کی بدلتی کیفیت نے انہیں بھڑا دیا کہ بوجھ کر کی دانی ایک معاملہ کے تحت عمل میں آئی تھی۔ بوجھ کر جو معاملہ مکمل ہونے کے بعد مسلمانوں کی پناہ میں آیا تھا، اس کی دانی کی صورت بھی مسلمانوں کی شکست نہیں تھی۔

ہے۔ وہ شخص خائف اور سرتو ہے۔ اس لئے کہ اپنے درمیان برداشت نہیں کر سکتے۔ نہ اسے ہوس میں شمار کر سکتے ہیں۔ اس لیے ہم نے ایک مسلمان کے لیے جو ہم سے جدا ہو کر مکہ والوں سے ہاتھ بٹا کر صرف نظر کیا ہے۔ ہم اسے دبا دہ پتے درمیان تو نہیں کر سکتے۔ اس معاہدہ کی وجہ سے جو کہ ایک فتح تھی ہے کہ وہ ذہن کا دلوں کی طرف سے اس سال تک آسودہ رہے گا۔ ان دنوں میں ہم تمام غرائب مدینہ میں رہتے والوں تک اسلام کی دعوت پہنچا نہیں سکتے بغیر اس کے کہ مکہ والے کوئی جیل پہنچا دیا صحت کر سکیں۔ ان دنوں مسائل میں ہم جس کسی سے چاہیں گے بچاؤ یا دھیس کے اور یہ امری تقویت کا باعث ہوگا۔ اس معاہدہ کا فوری فائدہ یہ ہے کہ مدینہ آج تک قصداً یا غرضاً کے تحت اور آج کے بعد اس کا یا غرضاً نہیں ہو سکتا گا۔ ایک مسلمان نے پچھو یا رسول اللہ ﷺ اکیوں آپ ﷺ نے اس معاہدہ میں تمہاری عہد لکھ لکھا تو میں فرمایا جب کہ محمد رسول اللہ لکھا جانا چاہیے تھا۔

آپ ﷺ سے فرمایا یہ ٹھیک ہے کہ تمہیں اس معاہدہ میں خود کو محمد بن عبد اللہ لکھو یا مگر کہیں بھی یہ رقم نہیں کہ میں خدا کا بھیجا ہوا نہیں ہوں اور اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ میں نے اس سے خود کو خدا کا بھیجا ہوا ذکر نہیں کیا کہ مشرکین نے یہ مانا تھا۔ مشرکین کی یہ غرض اہل ایک چکا نام لکھا تھا اور اگر میں بھی ان کی اس خواہش کو قبول نہ کرتا تو یہ ایک چکا حرکت ہوتی لہذا میں نے ان کی یہ درخواست قبول کر لی۔ ان کی اس درخواست کو قبول کر لینے سے ہماری پناہ میں کوئی کیا کر دے واقع نہیں ہوئی۔ ہم نے قریش سے ہا مقدمہ یعنی جنگ بندی حاصل کر لی ہے۔

اس کے بعد کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا مگر مزین الخطاب نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ اور دین نہیں ہے؟ اور کیا مشرکین کا دین وہ دین اہل میں ہے؟ ہر یک میں حق بات کے سامنے خفیہ ہو؟" داتا خد جیسے ہر جہت کے چند بعد مزین الخطاب نے بھی تسلیم کیا کہ یہ جنگ بندی کا معاہدہ (صح حدیث) مسلمانوں کے لیے بہت سودمند ہو ہے۔

مدینہ کے اطراف کے قباک غمراہوں کی حالت سے خوف زدہ تھے۔ صح حدیث کی وجہ سے ان کا خوف جاتا رہا اور وہ مسلمان ہو گئے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے سرمنڈو سے یہاں میں سے کچھ نے سرمنڈو والے اور حرم مکہ میں دیے اور اس کی طرف یعنی مدینہ و مکہ میں چل دیے مگر بہت نول تھے۔ اس کی وجہ اور دشمن کی داکہ تھی۔ اس شخص کو پناہ دینا حوالی چل خضرے میں ڈال کر ان کے پاس آیا اور سوا تین عروں کے مقدس تو میں میں سے ایک تھا۔ وہ نہیں کہہ رہے تھے کہ محمد ﷺ اسے ان قانون کو نظر انداز کیا ہے۔

اور چاہیے کہ ایک شراب خور جس کا نام طرفہ تھا کچا ہے۔

میں ہفت مرگ اس جہاں سے سکرانے چلے کے ساتھ چا دل گا۔ اس سے کہ اس زندگی میں مجھے تمہارا چیز یہ حاصل رہی ہیں اور اس جہاں میں میرے لیے باعث سعادت ہیں۔ یہی ہے کہ جب کوئی شخص خضرے سے ہمارے کچھ سے پناہ نکلتا تو میں سے پناہ دیتا۔ دوسری یہ کہ شراب چٹا ہواں اور تیسری یہ کہ ہمارے کے دلوں میں جب نہان لگتیں ہوتا ہے تو میں خود ہمارے عورتوں سے پناہ دیتا کرتا ہوں۔

اس عرب شرع سے پناہ دینے کا دلوں ہیبت دلی ہے اور دوسری لڑائیوں پر اس کو ذوقیت دلی۔ مسلمان اس حال میں کہ حمل دس گز تھے مدینہ کی راہ لے کر رہے تھے۔ ایک اور مسلمان جس کا نام ابوہریرہ تھا مکہ سے ہمارے کہان کے پاس پہنچا اور درخواست کی کہ سے پناہ دے۔ محمد ﷺ نے اس شخص کو کوئی جواب نہ دیا کیوں کہ ممکن تھا اس میں کوئی فریب ہوتا اور جماعت قریش نے اسے بھجوا دیا کہ وہ کیسی کیا راہ لے رہا ہے۔

لیکن بعد ہی تحقیق ہوئی کہ ابوہریرہ واقعی ایک سچ مسلمان ہے اور نہ کسی اسے آزار پہنچاؤ یا تھا۔ اسے جان کا خوف تھا کہ کہیں قریش سے لڑ نہ کر لیں لہذا وہ مسلمانوں کے پاس چلا آیا۔ ابوہریرہ کے مسلمانوں کے پاس پہنچنے کے بعد قریش نے اسے اور ابوہریرہ وہاں پہنچ گئے اور محمد ﷺ سے ابوہریرہ کی داکہ کا قصہ کیا۔ مزین الخطاب نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ!

اس مرتبہ آپ اس کو اس کی قریش میں نہ دیں۔ اس سے ہم سے پناہ مانگی ہے۔ اگر ہم باہر بھیج دوں گا میں تو یقیناً کوہم واپس نہیں کریں گے۔

لیکن محمد ﷺ نے فرمایا میں نے جو معاہدہ کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔

قریش کے دونوں آدمیوں نے جو کچھ سے آئے تھے، مسلمانوں کی ہتھکڑیوں کے سامنے ابویہزہ کو اپنٹ پر باندھا اور کھڑکی کی طرف چل دیا۔ ابویہزہ ایک دینہ اور طاقت ور انسان تھا۔ راست میں دو دسیوں کو کھٹ کر خود کو راد کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ مسلمانوں کے پاس پہنچے اور پناہ کے لیے درخواست کی۔ اس دفعہ ابویہزہ صرف قریش کا سفیر تھا، بلکہ مکہ کی کا قائل بھی تھا۔ اب تو قریش اس سے خوف بہرہ کا مظاہرہ بھی کرتے۔

محمد ﷺ نے غم دیا۔ ابویہزہ کو دست میں رکھا جائے تا وہ یحییٰ خند سے لوگ آکر سے لے جائیں۔ دوسرے ہی دن ابویہزہ کے دو گھیبہاؤں میں سے ایک گھیبہاؤں جو بھاگ نکلا، قریش مسلمانوں کے پاس پہنچ گیا اور ابویہزہ کی واپس کا مظاہرہ کیا۔ محمد ﷺ کے غم کے مطابق ابویہزہ کو ان کے حوالے کر دیا گیا۔

لیکن قریش اس کے کہ قریش کا آدمی سے مسلمانوں کے چارے اور سے چارہ ابویہزہ بھاگ گیا۔ پہلی مرتبہ ابویہزہ مسلمانوں کے پاس پناہ کے لیے آیا تھا تو محمد ﷺ نے فرمایا تھا ہم تمہیں پناہ نہیں دے سکتے۔ تم نہ اس پہلے جانو۔ جسے خداوند تعالیٰ پتہ دیں گے۔ اب ابویہزہ نے سوچ میں ایک قائل بھی ہوں، اس لیے قریش میں قتل نہ کریں گے۔ وغیرہ۔ مسلمانوں نے اس وقت مجھے نہات کا مزد دیا تھا اس وقت میں قائل نہیں تھا۔ اب اگر کچھ واپس ہاؤں تو مجھے قتل کر دیا جائے گا یا پھر خون بہا کا مطالبہ ہوگا۔ اسی خیال کے پیش نظر اس نے بیابان کی راہ لی۔

عرب کے شاعر حضرت ابویہزہ کی بات کہہ کر اسے میرے بھائی میرا بھائی پناہ دے کر دیا۔ میں نے بیابانوں کی راہ لی ہے۔ میں وہاں سے ساتھی احمد کو لے گا۔ اسے دوست میرا بھائی پناہ دے گا۔ مجھ میں تپ رہنے کی طاقت ہے۔ تاریک راتوں میں رو پائی کر سکتا

ہوں بیابان میں طاقت ور چیتے، چاک لاک بھڑکے اور اگر کمر میرے دست ہوں گے۔

ابویہزہ نے دوسری بار فرار ہونے کے بعد ایک علاقہ ڈوالرودہ کی راہ لی۔ بعد اس جوگی مسلمان خند سے فرار ہوتا، صحابہ و انصار کو بھی چاہتا۔ بتدریج ڈوالرودہ میں ایک وحدت اسلامی وجود میں آئی گئی۔ یہ ڈوالرودہ کے مسلمانوں کی ہیعت کسی معاہدہ جنگ بندی کا پابند نہیں تھی۔ ڈوالرودہ کا علاقہ جرود میں بھی نہیں تھا، اس لیے محمد ﷺ کے بعد اس اختیار سے وہ باہر تھے۔

ابھی حدیبیہ کے معاہدہ کو ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ ڈوالرودہ میں مسلمانوں کی تعداد خاصی زیادہ ہو گئی اور انھوں نے پناہ کا مفکر لکھیں دے کر خند کے کاروانوں پر جسے شروع کر دیا۔ مگر خالد کے سردار ہند پر آئے تو انھیں قتل کر کے ممالیہ قافلوں کو لے گئے۔

قریش کو بہت مشکل پیش آئی۔ انھوں نے محمد ﷺ سے درخواست کی کہ ڈوالرودہ میں جمع ہوں۔ وہ مسلمانوں کو آپ مدینہ جانیں۔ انھیں رہائش دیں۔ ہم بھی قریش اس کی واپس کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔

محمد ﷺ نے قریش سے تحریری درخواست مانگی، تاکہ ان کے ہاتھ میں کوئی دستاویز ہو۔ اس نیشن سے معاہدہ کی دو شرطیں تھیں جو پہلی پر مسلمان بہت زیادہ غصے اور کوفتہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد دوسری شرط نہ بھی جو پہلے مسلمانوں کے حق میں نہیں تھیں، وقت رفتہ بے ہوش ہوئی گئیں۔ عقد و شرط نہ ہادی رہ گئیں جو مسلمانوں کے لیے سودمند تھیں۔

ی ہیعت قریش نے ایک تحریری دستاویز محمد ﷺ کے ہاتھ دے دی، جو اس لیے بھی کہ کر کن مسلمان خند سے سفراء ہو کر مسلمانوں سے چلے تو مسلمان مکلف نہیں ہوں گے کہ سے قریش کے حوالے کریں۔ پناہ تو مسلمانوں کو قصودی ہی مدت بعد احساس ہو گیا۔ صلح حدیبیہ مسلمانوں کے لیے ایک بہت سودمند معاہدہ تھا۔



دش گماں ہوئے، لیکن جماعت قریش جو مکہ کے اطراف پر مشتمل تھی محمد ﷺ کی دشمنی
راہ محمد ﷺ نے سب کا سامان نہایت سے دو جزا قریش کو دست پانے کا پروگرام بنایا
وہ اپنی محمد ﷺ کا امت اس کو سلام کی پیش رفت سے بے ضروری خیالی کرتے تھے۔ اس
بابت وہ لوگوں کے کہنے کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔

خیرہ بنی نضیر دین ہدای کی پیش رفت کے لیے اصرار کر رہی تھی مگر قبیل کو کوئی ہیبت نہیں
آتی تھے۔ خدا سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ پڑھتی ہی اس کی راہ میں قربان کرے پر ہر
وقت آمادہ رہتے۔ یزید بن ابی اسلم بنی نضیر میں لکھا ہے "خداوند اپنے پیغمبر سے چاہتا ہے کہ
وہ اس سے (خدا سے) اپنی جان و اس سے زیادہ محبت کرے۔ ہر بیخشم سے اسے کرامتیں
آتا ہے تاکہ اس کی راہ میں خدا کرے۔"

محمد ﷺ خدا کو جان و دل سے عزیز جانتے تھے اور اس کے ایمان کی پیش رفت کے لیے
اس کی قسم کی دعا کا رتی میں مصلحت نہیں سمجھتے تھے تو لوگ تسخیر میں شاکہ نہیں۔

محمد ﷺ ایک ایسا خداوند انسان ہے، ایمان بھی ایسا جو ہوش و ہوا مستعد تھا اور جس سے
بان نہ بچتا ہوا ہر اس میں نہیں ہو کرتا اس لیے کہ وہ چاہتا ہوتا ہے کہ بالآخر اس مشکلات پر
خدا ہلے گا۔ انسان جو خدا پر ایمان کا رکھتا ہو ہر جگہ دعا کی رو میں قربان کر دیتا ہے۔ اسی
حکم محمد ﷺ نے بھی عزم کی کوہنہ سلام کی کال فتح کے لیے طرہ پر نہ کہ غلبہ حاصل
کرنا ہے اس مسئلہ میں ایک لڑاکا لڑائی اور کرنا ہوگی۔

محمد ﷺ کو خبر تھی کہ ام حبیبہ دختر ابی نضیران زوجہ حبیبہ مذبذب تھی یہ وہی تھی۔ حبیبہ اللہ
نہ جتنا ایک لطیف قدم کا پیرا کر رہی تھی۔ مسلسل ہونے کے بعد اس نے اپنی زوجہ ام حبیبہ
سے ساتھ حبش ہجرت کی اور چار مہینوں میں اسلام کر کے دوبارہ اپنی اولاد کو اپنی قدیم ام حبیبہ
ابو نضیران سے یزد ہو گئی تھی۔ مگر محمد ﷺ نے راہ کی کہ ام حبیبہ کو اپنے نکاح میں سے
نہیں۔ خیرہ اسماء اللہ نے سوچا کہ ام حبیبہ کے نکاح کے بعد وہ ابی نضیران کے راہدہ ہوں
گئے اور یہ رشتہ مکہ میں ان کے سب سے بڑے دشمن ابی نضیران کی مخالفت میں کی کا باعث ہوگا۔

جنگ خیر

مدینہ سے وہیں مدینہ پہنچنے کے بعد محمد ﷺ کی کوشش تھی کہ مسلمانوں اور ان کے
تعلقات زیادہ سے زیادہ خوشگوار ہوں۔
قدیم حق سے اس سال مکہ میں جنگ سال سے قلعہ ہو گیا۔

حرب میں ایک قبیلہ موسوم بہ بنی نضیر تھا۔ اس قبیلہ کا علاقہ یہاں تک کہ خوراک و
کفایت کیا کرتا تھا۔ بنی نضیر کے قوم افراد مسلمان ہو گئے اور اس وجہ سے انھوں نے خوراک
خوراک کی ترسیل بند کر دی۔

مکہ کے لوگوں نے محمد ﷺ سے رابطہ قائم کیا اور درخواست کی کہ قبیلہ بنی نضیر کو حکم دیں
کہ وہ مکہ میں ساہاں خوراک فروخت کرے۔ خیرہ اسماء اللہ نے ان کی درخواست کو پورا کیا
پیش اور مکہ میں اس سال خوراک کی فروخت مکہ کے لوگوں پر بند نہ کرے۔ اس
کے بعد وہ محمد ﷺ نے پانچ سو سکہ طے کی گنج گواہی اس کو شہر کے خیر میں تقسیم کر دیا ہے۔
ابی نضیران کو جب یہ معلوم ہوا تو کہ محمد ﷺ مکہ کے لوگوں کو خصوصاً جو لوگ اس روپے سے
نہم کرنا چاہتے ہیں۔

محمد ﷺ نے پانچ سو سکہ طے کی کے بعد بہت سا خراہ مدینہ سے مکہ ابی نضیران کے پاس
بجھایا اور کہا ابھی اس قربانی کی قیمت چلے کرے کی صورت میں مجھ کو وہیں اس موقع پر ابی نضیران کے
پاس بہم چلے کرے جو فروخت میں ہو رہا تھا۔ وہ بھی قلعہ کی حالت میں مکہ کے لوگ صرف سامان
خوراک کے خریدار تھے جو چلے کرے گا کوئی کاپک نہ تھا۔ ابی نضیران نے سوچا کہ وہاں کرے۔
لیکن اس کے لیے ایسا کرنا ممکن نہ رہا۔ وہاں کو اس قربانی کا امداد ہوگی۔ چونکہ لوگ قانون
سے تھے انھوں نے خوراک کی وہاں میں درخواست کی۔ ابی نضیران نے تاجر درخشاہ کہ چلے مجھ کو
جب لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ خراہ محمد ﷺ نے مدینہ سے بجھایا ہے تو محمد ﷺ کی نسبت

یہودیوں کی سپاہ کا سپہ سالار تھا۔ اگر اس کی دشمنی کسی وجہ سے وقتی میں تبدیل ہو جاتی تو یہ اسلام کی پیش رفت کے لیے بہت سودمند ہوتا۔ اُم حبیبہؓ بنی امیہ کے ایک معمر خاندان کی فردوسیں۔ اگر محمد ﷺ اس سے روادار بن کر تہ قوم قبیلہ بنی امیہ کے لوگ آپ ﷺ کے قربت و رہو جاسے اور وہ پیش گوشت آپ ﷺ سے دشمنی برقرار نہ رکھ سکتے۔

اُم حبیبہؓ شہر کی وفات کے بعد حبشہ میں تھیں۔ محمد ﷺ نے سچا کہ جب یہ عورت واپس عرب پہنچے گی تو یوحنا بن زبیب اور امیہ بن ابی سفیان کے دوسرے افراد کی طور سے محمد ﷺ سے شادی نہیں کرنے دیں گے۔ انھی وجوہ کی بنا پر محمد ﷺ نے ایک شخص کو پناہ دیکر مقررہ کر کے حبشہ بھیجا۔ کرام حبیبہؓ سے خواہگار ہو اور سے مدینہ سے آئے۔ چونکہ قریش کی عزت کا مکمل تھا۔ اس لیے محمد ﷺ نے سچا دیکل کو بادشاہ (نباشی) کے نام خط دیا اور بادشاہ کی تم سب سے پہلے اُم حبیبہؓ کی رضامندی حاصل کرنا اور اگر وہ موافقت کریں تو اس وقت یہ خط بادشاہ حبشہ (نباشی) کے پاس لے جانا۔

اس خط میں محمد ﷺ نے بادشاہ حبشہ سے خواہش کی تھی کہ اُم حبیبہؓ جو کہ آپ کی ملکیت میں سکونت پائیں یہ کالجھ سے عقد کر دیں۔ نباشی نے خلیفہ اسلام ﷺ کی درخواست قبول کی اور حبشہ میں اُم حبیبہؓ کا عقد محمد ﷺ سے کر دیا۔ عقد کے بعد انہیں نباشی کی نبی حبشہ سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئی۔

یہ عورت قریش کو عقد کی اطلاع ملی۔ محراب و مجبور تھے اور کسی قسم کی مزاحمت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ اس لیے کہ اُم حبیبہؓ اب خلیفہ اسلام ﷺ کی بیوی تھیں اور عرب کی قدر و منصب تھے کہ ایک بیوی کو بچے شوہر کے پاس جانے میں مزاحمت ہوتے۔

اُم حبیبہؓ سے نکاح اسلام کی پیش رفت کے پرکار میں بہت مددگار ثابت ہوا۔ چنانچہ کہ آگے ذکر آئے گا اس شادی نے مکہ و عرب کے مسلمان ہونے میں بڑا موثر کردار ادا کیا کیوں کہ اُم حبیبہؓ ابویسین کی بیٹی قریش کے تمام بڑے بڑے خاندانوں سے دور و نزدیک کی قربت و انھیں۔ جب بھی یسین، محمد ﷺ کی مخالفت کرتا تو وہ سے یاد آتے کہ وہ تمام

۱۱۰ ہے۔ مٹی تھامنے کے لئے سب کی روٹی ایک شاخ ہے۔

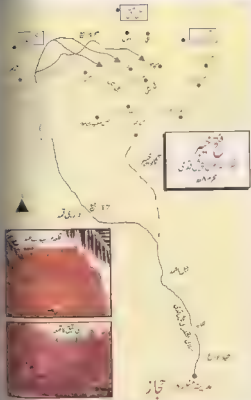
مٹی حدیبیہ کا ایک غریب اثر ہوا کہ حدیبیہ جڑی طور پر اقتصادی محاصرہ توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور مسلمانوں کی طور پر اس اقتصادی محاصرہ کو ختم کرنے کے لیے قرار ہو گیا۔ معاہدہ حدیبیہ میں قریش پابند تھے کہ آئندہ مسلمانوں کے ہر اقدام پر فیہ چاہدہ روئیں گے۔ خیبر حدیبہ کے شہر میں واقع ہے۔ خیبر کے یہودیوں نے حدیبیہ سے حدیبیہ ملے پاجا ملے۔ ۱۱۰ جڑیہ سے آتش کی ترک نہ کی اور حدیبہ کے قاتلوں کی راہ روکنے والے۔ حدیبیہ ۱۱۰ کی تجارت شام اور دوسری شان ملکوں سے متصل تھی۔ خیبر کے یہودی خود کو اس قدر قوی تصور کرتے تھے کہ اس گھمبہ میں تھے کہ وہ تمام مسلمانوں سے بہتر ہو سکتے ہیں اور دوسروں سے حدیبیہ کی انجمن کا مفاد ضرورت نکلتی۔

محمد ﷺ نے سچا کہ معاہدہ حدیبیہ سے حدیبہ کے یہودی سمت محاصرہ تو ختم ہو چکا ہے۔ یہ شان سمت کا محاصرہ توڑنے کے لیے کوئی اقدام نہ کر سکا۔ لیکن خیبر کے یہودی کسی خارجی تھوڑے سے مٹی پر تھوڑے ہوئے وہ یہودی جو حدیبہ سے نکل مکانی کر کے خیبر چلے گئے تھے خیبر کے یہودیوں کو اس سے روکتے تھے۔

خیبر ۱۱۰ کے شہر میں ۸۳ کوئلے کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں پانی کی افراط ہے۔ یہاں یہ علاقہ درختوں سے بھرا ہوتا ہے۔ خیبر شہر کی حدود سے تھوڑی دور ایک وسیع جنگل تھی۔ یہاں کا سلسلہ شروع ہوا تھا ہے اس علاقے میں کسی قسم کا بڑا پتھر نہیں ہوتا اور اسے بھر رہا تھا۔

قلعہ کوثری میں خیبر بھی کہتے ہیں۔ اس شہر میں آٹھ جنگلی قلعے تھے۔ درہنگام جنگ وہاں بڑا جنگجو میدان جنگ میں لائے گئے۔

خیبر عرب کا ایک قدامت شہر شمار ہوتا ہے۔ ۵۳۰ مسلمانوں میں یہ ایک عربی شہر تھا۔ اسی سال خیبر عربوں نے وہاں (شاہین) کے ساتھ چلائی تھی۔ یہاں وہاں اس شہر میں یہودیوں



نظر میں وہ علیؑ ہے، لہذا میں لشکر کی کمان کو سونپا ہوں۔ آپ سب کی خدمت کریں۔

جس وقت علیؑ کو لشکر کی کمان سونپی گئی تو کوہ قنقہ، مگر انھوں نے یہ دوسرا علیؑ قس فرمایا اور اسی دن خیبر کے ایک قلعے حالت کا محاصرہ کر دیا۔ دوسرا انھوں جو دین علیؑ پر لے لیا علیؑ کے انتخاب کو قدرے غلط فہم کیا۔ وہ لکھتے ہیں جب محمد بن حنفیہؓ یہاں آئے تو کہاں ایک کمان کو سونپی گئی، انھوں نے قلعے پر حملہ کر کے اس چوڑے سے لشکر کو کافی نقصان پہنچا کر ہار پیا ہونا پڑا جس کی وجہ سے بوکڑے اس دوسرا علیؑ کی انہی مادی سے معذوری ظاہر کی۔ محمد بن حنفیہؓ بخار تھے۔ لشکر کی کمان عرض انتخاب کو سونپی۔ انھوں نے بھی کسی کیسے، ہاں غرض معذوری ظاہر کی۔ محمد بن حنفیہؓ نے فرمایا لشکر کی کمان علیؑ کے سپرد کی جائے۔

محمد بن حنفیہؓ نے جب لشکر کی کمان علیؑ کو سونپ کر حکم فرمایا، علیؑ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ وہ آپؐ کو کافی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوسرا علیؑ مسلمانوں کا انکار کیا۔ اسی روز قلعہ طائت پر محاصرہ ہوئے۔ بنوئی اور ابلی بھڑے نے دیکھا کہ یہاں پر محمدؐ کے پیچھے ہی دن ایک شخص جس نے جتنی خود چہرنا ہوا تھا قلعہ کی دیوار کے اوپر سے آواز لگائی "مسلمانو! تمہارا خدا، لوگوں ہے؟"

علیؑ نے قلعے کے نیچے سے جواب دیا میں علیؑ بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا سپاہی ہوں۔ اس شخص نے ابلیؓ اور ابلیؓ میں بنا قنقہ کر دیا۔ علیؑ میں عرض ہوئی "ختم قلعہ" میں سے ایک قلعہ میرے نام پر ہے کیا تم خود اس قلعہ پر آتے ہو کہ میرے ساتھ ہی جنگ کرو؟ علیؑ نے جواب میں سے "آج تک دولت میرا ہر دشمن کی اور میری دولت میری دشمنی کروں گا۔" عرض کیا کہ اس صورت میں قلعہ سے باہر آ کر تم سے مقابلہ کروں گا۔

عرض کیا کہ اس صورت میں قلعہ سے باہر آ کر قلعہ کا دروازہ اس کے پیچھے بند کر دیا گیا۔ علیؑ کی آنکھوں میں درد تھا۔ انھوں نے رد بھی نہیں مانتی تھی۔ وہ چاروں اس کے ساتھ بیٹھے رہے۔ آخر عرض ہوئی کہ میں نے خود اپنی (مقرر) کمانی ہوئی تھی، قلعہ کو دیا۔

عرض ہوئی کہ قلعہ کے بعد علیؑ نے حکم دیا کہ قلعہ حالت کے دروازوں کو ڈالنے کے لیے

دروازوں کے انھوں کو مستحق کیا جائے کہ دروازے کے نیچے کوئیں چاہیں یا نہ چاہیں کہ رعیت کے ساتھ دروازے کو بے قلعہ کے دروازے سے نکراتے تھے۔ چنانچہ یہ ضرورت کے بعد قلعے کا دروازہ ٹوٹ جایا کرتا تھا۔

مسلمانوں نے دشمنوں کے تین سے سخت کیے۔ ہر جس کو پہچان چاہا کہ قلعہ کے دروازے سے نکراتے۔ مسلمانوں کی ایک ہوت جس وقت دروازہ دروازے میں مشغول تھی، اس وقت ایک دوسری جماعت دیا دروں کے ساتھ بیڑھیاں لگا کر قلعہ کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔

مسلمان لشکر کی سپہ سالار ہر رات کی دعا سے قلعہ کی دیواروں کے نیچے پہنچتے اور پھر دھڑ دھڑ سے ساتھ بیڑھیاں لگاتے۔ حالات کا قلعہ اور دروازے کی شدید مزاحمت کے بعد پاس ہو گیا۔ دروازہ ٹوٹا اور مسلمان قلعہ میں داخل ہو گئے۔ حالات کے قلعے کے سرنگ ہوتے ہی علیؑ نے دوسرے قلعہ نام کے محاصرہ کا حکم دیا۔

اس جنگ میں علیؑ نے اس روز میں چار قلعے فتح کیے اور باقی چار قلعوں کے محصورین نے قلعہ پر داخل دیے۔ ان دنوں میں علیؑ نے سولہ قلعہ دست بہ دست جنگ کی اور ان سولہ قلعوں کو فتح کر دیا۔ اس قدر دشمنی کہ وہ متحدہ چار دیوے نہ کر سکے۔ جنگ خیبر میں علیؑ کی فتح اور اس آخلاقوں کا سرگرم ہونا شدید محصورین کی بہت بڑی کامیابیوں میں سے ایک ہے۔ یہ ہے کہ لشکر اسلام قلعہ فتح کے اس کے محاصرہ در منگوا محصورین کی تعداد میں اضافہ کی۔ جس وقت "فری قلعہ فتح ہو محمد بن حنفیہؓ بارہ ہزار سات سے آٹھ تھے۔ آپؐ نے ان کو مسلمانوں کی سبوح کی علیؑ کو پناہ دیا اور فرمایا اسے علیؑ کا مسلمانہ یعنی اس کے شہر ہو۔ علیؑ کا یہ لقب بہت مشہور ہے۔

خیبر کی جنگ میں بہت زیادہ ماضیت خصوصاً شیعائے خود اپنی مسلمانوں کے ساتھ "میں" کا نظریہ امام ابوحنیفہؓ فرماتے ہیں رسول اللہؐ کو کافی زبردستی میں علیؑ کو جنگ خیبر سے بعد میں سے پہلے ہر کجگوئی میں لکھیں۔ جنگ خیبر سے پہلے شیعائے خود اپنی جو حکم میں

آئیں ہمیشہ کم ہوتی تھیں اور کچھ بڑی گناہیں کر رہی جاتی تھیں۔

فتح خیبر کے بعد محمد ﷺ نے یہودیوں پر چڑھ کر کشتی فرمائی۔ یہودیوں کو کہا کہ اس دن کی ہر گز وہودی غیرہ لائق نہ مانی جاوے گی اور جو اپنے تو مسلمان کا چاہا اپنے ساتھ سے جاسکتے ہیں نیز ان کی عورتیں بھی نہیں لائیں جائیں گی اور جو باقی رہ جائیں وہ بھی کشتی میں داخل نہ ہو سکیں گے اور جو باقی رہ جائیں وہ بھی کشتی میں داخل نہ ہو سکیں گے اور جو باقی رہ جائیں وہ بھی کشتی میں داخل نہ ہو سکیں گے

جن بیزویں نے خیر عری میں رہنے کی غرض سے نابھ کی تھیں انہیں کہتے ہیں ادا کیا جو احادیث دلی کی کٹر مخالفت ہے کاموں میں مشغول ہو جائیں۔ حق نے اس کی فکر کو طاقت و تخلیقیت میں داخل ہونے پر ان طاقت کے درختوں اور پھولوں کو نقصان پہنچانے سے منع کر دیا۔ مصلحت اور بیزویں چاہے کبھی اور باقی مخلوقات کی استوار کی کے حوالے سے آپ علیہ السلام کی خیر کی ایک بیزویں اور عورت صوفیہ جو سلام سے آئیں سے شادی کر لی۔

ایک دن جب چارہ غیر کے قلعوں کے درمیان سے گزر رہا تھا کہ قتل کر دیا گیا۔ یہاں پر تمام یہودیوں کو جمع کیا اور قاتل کے متعلق استفسار کیا۔ یہودیوں نے قسم کھائی کہ اس کا قاتل کوئی یہودی نہیں اور غیر کے یہودیوں میں سے کسی نے اسے قتل نہیں کیا۔

حق نے یہ سب صارت محمد ﷺ کے حضور عرض کیے کہ قوم یہودی قسم کھاتے ہیں کہ وہ اس قتل میں ملوث نہیں ہیں۔ پھر اس مقتول کا خون ہر کس سے وصول کیا جائے؟

محمد متقی نے فرمایا چونکہ انھوں سے قسم کھائی ہے اس لیے ان کی قسم قبول کرتا ہوں، اور خود بھی اپنی گمراہی سے ان کو روکیا۔ فقیر شہر کے جہاد سے دور ہو کر قلعے جیوادی القری میں رہتے تھے مسلمانوں کو چاہیے ادا کرنے کے عوض صلہ ہو سکے اور اطاعت قبول کر لے۔



خالد بن ولید کا اعتراف

جب تحقیر سے اور اس دروس کا آخری حیش سے خبر آئے۔ ان میں سے ایک آپ علیہ السلام کا دروہدی حضرت علی علیہ السلام اور اسرار عظمیٰ صیغہ۔ ان دونوں مسکنوں سے حیش انحراف کی تھی ورنہ سب سے آخر میں حیش کو چھوڑ کر ان کے پاس آنے کے بعد حیش سے مسکنوں کی پستی ممکن ہو جاتی۔

فیضانِ کبر کے بعد یزید یوں سے حسب سابق اپنے کیمہ میں عداوت شروع کر دی۔ تمام ارباب و غنی کتب جو جنگ کے دوران مسلمانوں کے قبضہ میں آئی تھیں، یزید یوں کو ہارس دی گئیں۔ مسلمانوں اور یزید یوں کے حقائق بہت خوشگوار ہو گئے۔ ایک یزیدی عورت سائب نے جو عداوت کی بیٹی تھی اور مسلمان بن چکی تھی، فیضانِ کبر سلام علیہ کے بے حدام بھونے کی خواہش ظاہر کی۔ ایک بھری کمریاں کیا اور جو کس نے من و نکہ تھا، فیضانِ کبر سلام علیہ کو دتی کہ گوشت بہت پسند ہے، چند اداؤں کی باتوں کو زبردستی آکر کر کے آپ ﷺ کو بھجو دیا۔ جس بے حدام لای گیا آپ ﷺ کے پاس ایک مسلمان بھڑ بن رہا، من و نکہ سے معذور بیٹھے تھے۔ فیضانِ کبر سلام علیہ نے ایک دیکھ دے دی اور دوسری سے اتر چڑھا کر کے سر میں ڈالا۔

شرعی برادری میں معذور نے بظہر اسلام تعلق سے دوسری دکان سے کر کے اتھوڑے
کات کر گوشت میچو کر لو کر کھیا۔ وہ ظہر سم ایٹنے نے جو قمر میں ذال تھا، فوراً منے سے
نکال دیا اور شرعی برادری میں معذور سے کہا: اے منہ کا تیرا زہر آگ ہے۔

بشر میں برائے بن معمر اور کچھ گوشت کھا چکا تھا، لہذا فوت ہو گیا۔ آپ ﷺ زندہ رہے۔

نہب کو گرفتار کر کے اس سے چاچھ گیا کیا تم نے جو گوشت (بھنا سو) فقیر اسلام

کہو کیا تھا ورنہ میں سوچا کہ اگر محمد ﷺ خدا کا بھیجی ہو ہے اور اس کا پیغمبر ہے تو اسے گوشت کے ذریعہ آلودہ ہونے کا علم ہو جائے گا، وہ اسے نہیں کھائے گا۔

جن مورخوں نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے وہ غواش ہیں کہ مسلمانوں نے اس عورت سے کیا سلوک کیا؟ کیا مزاحیہ کلمی یا معاف فرمادیا گیا۔ مسعودی، ابنی ہشام، سعدی، عمری، ابنی جلی، راجزی، سب نے اس واقعہ کا ذکر کیا مگر ہر بات پر غواش قیام کہ یہ چار بیٹے کے بعد کہ محمد ﷺ سے چلیخبر لکھتے ہیں، وہ عورت ایمان لائی یا نہیں۔

بعض مورخین اسلام نے لکھا ہے کہ جب اس جہان سے کوچ کا وقت قریب تھا تو آپ ﷺ نے فرما دیا کہ میری موت کا سبب وہی رہے جو غیر میں مجھے کھلایا گیا تھا۔ اگرچہ میں نے وہ گوشت منہ سے نکال دیا تھا، لیکن میں گوشت چھانے کی وجہ سے کچھ اس کا شریعت سے بیچے گیا تھا، اسی نے مجھے تار کیا اور وہی میری موت کا باعث بنا ہے۔

اگر اس مورخ کا یہ لکھا صحیح ہے تو پھر محمد ﷺ بن عبد اللہ بن خلیفہ اسلام ﷺ نے بھی شہادت کا وجہ پایا، اسی لیے کہ یہ دشمن کے ذریعہ کا اثر تھا۔

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ۳۸ھ بمطابق ۶۵۹ء ہجری محمد ﷺ اور مسلمانوں سے مذہب کا رجحان اور کرنے کی کوشش کی گئی کہ بت پرستوں نے حدیث میں مسلمانوں کو روک دیا۔ اسی جگہ بت پرستوں اور مسلمانوں کے درمیان بڑی فریقیت ابھری۔ مساجد ہوا، غرض کہ وہ مسلمان "مکدہ" میں حد تک میری ریاست کر سکتے تھے اور یہ کہ مسلمان نہ کسی شخص میں سے رواد قیام نہیں کریں گے۔ اس مکدہ حدیث کے بارے میں آپ ۳۹ھ بمطابق ۶۵۹ء ہجری ۱۰ پر افراد کے ساتھ مکہ کو روانہ ہوئے تاکہ زیارت کعبہ کر سکیں۔ رخصت ہونے کی حیثیت سے خوشی کر لی اور اسوان کے پاس چلے گئے۔

جب وقت مسلمان نہ میں وارد ہوئے، قریش کے لوگ ڈر کر مکہ سے باہر چلے گئے اور مکہ کے ارد گرد پہاڑوں پر چڑھ گئے، جھوساں پہاڑوں پر جو مکہ کے ہر گھر پر بند تھے اور ان سے مسلمانوں کو طواف کرتے دیکھتے رہے۔

قریش کے اس غلبہ کی وجہ یہ تھی کہ انھیں مسلمانوں پر اہتمام نہیں تھا، انھیں خدا کا رسول نہیں سمجھتے تھے، انھیں کھنڈر میں اٹھ کر ان کے بعد میں نہ کریں اور ہم سب کو قتل نہ کریں۔

محمد ﷺ سے بھی عہدہ برتی تھی۔ ایک سو سو روپے پر مشتمل ایک دستہ کو محمد بن مسلمہ کی قیادت میں علاقہ عراق میں ان کے لئے معتمر میں تعینات کیا گیا۔ اس کے جو رئیس پہاڑی علاقہ تھا جہاں سے محمد بن مسلمہ اس کے گورنر بن گئے اور مکہ چلے گئے۔

محمد ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو حکم دیا تھا کہ جب تک کہ اس نے مکہ میں مسلمانوں پر حملہ کیا ہے تو اپنے دستے کے ساتھ فوری مدد کے لیے نکلیں، تاہم دوسری صورت میں تمہارا قیام وہیں رہے گا اور تم کو کچھ نہیں ملے گا۔

بت پرست جو پہاڑوں کے اوپر سے مسلمانوں کے مکہ میں وارد کا شکر ادا کر رہے تھے مسلمانوں کے حکم اور ضبط پر بہت عجب ہوئے۔

اس وحشیانہ حملہ اسلام کے دروازوں میں داخل ہونے کے بجائے سورج کے نیچے چلی زمین پر پڑا تھا کہ لڑا تھا، انھوں نے کعبہ کی اونچی چھت پر چڑھ کر ان کو کہا۔

جس پر انہوں نے کہا: **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَفَتُخَفِّرُونَ** لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

مکہ کے لوگ کے دوسوں پر دھشت و خدشت کی وجہ سے لرزوا رہی ہو گی اور وہ شکر رہے کہ بھی کعبہ کا پڑتے مسلمانوں پر تہمت نہ لگایا گیا۔

لیکن کوئی نا مطلوب واقعہ مسلمانوں کے ساتھ پیش نہ آیا، حتیٰ کہ ایک عکبر بھی وہیں سے نہ گرا۔ دشمن ہر لمحہ کبھی مکہ کے گھاٹوں میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی، جس گڑھی کو چھوئے اور مسلمان اسلام کی حسرت میں نہ خندہ کا طواف کر رہے تھے، فرار شوق اور غلوں نہت سے نہ کی گئیں، تو پہاڑی تھے حتیٰ کہ غزوات اٹھا دی، مگر وہ اپنے رہتے تھے، اس سے مسلمان ایک مدت تک نہ خندہ کعبہ سے وارد کر دیے گئے تھے، اور وہاں سے واپس کرتے تھے کہ وہاں نہ خندہ کعبہ گور کچھ نہیں پاس کا طواف کر سکیں گے۔

رج وغیرہ کی رسومات کی، لیکن بعد نبی ﷺ کی خواہش تھی کہ کسی طرح جماعت قریش سے روبرو پیدا ہو، لہذا آپ ﷺ نے عرب کی حراف ترین جمہورتوں میں سے ایک سے ساتھ ازواج کرنے کا ارادہ کیا

پس آپ ﷺ نے مومنیت کی ریت جو عربوں کی پہلی کی بنی تھیں، اسے درون کر پیر یہ ازواج کیے بہت بڑے سیاسی اقدام تھے، اس لیے کہ یہ مومنیت آخوند بنی تھیں اور سب کی سب تک کے بلائے سے اسرا کے گروں میں تھیں۔ محمد ﷺ کی موت سے شادی کے بعد ان کے بلائے افراد کی قربت دار ہو گئے۔

نکد کے دروازے کے دوسرے ہی دن محمد ﷺ نے دعوت کے انکشافات شروع کر دیے تھے۔ اہل مکہ دستور پہ رازوں پر بیٹھے تھے۔ انھیں جرات نہ تھی کہ پہلوں سے آنے کر شہر میں داخل ہوں۔ لیکن مسلمانوں کے علم و مہار، ہلال کی اذان اور نماز مغرب میں صف بندی کے مناظر نے مشرکین تک کو بہت حاشا کیا۔ یہ سنا کہ اس قدر گہر تھا کہ خالد بن ولید مشرکین تک کا ایک سردار جو پہلو سے یہ منظر دیکھ رہا تھا، سہراحت کہہ اٹھا یہ مرد جواب دین کیا ہے اور اس طرح اس کی دھار رکھتا ہے جھوٹا اور فریبی نہیں ہے۔ ہم سب دیکھ رہے ہیں، جو تک اس کے اور مرتعہ ہیں اس پر واقعی یمن رکھتے ہیں۔ مگر یہ مرد جھوٹا ہوتا تو یہ لوگ اس پر اس غلطی سے ایمان نہ لاتے۔

تیسرے روز صبح اربع محمد ﷺ نے قریش کو دعوت دینے کا پیغام بھجوانے کا ارادہ کیا۔ انھیں جو شہر اس کے کہ آپ ﷺ کے پیغام پر قریش کو دعوت دینے کے لیے جاتے تھے، قریش کے تمام لوگوں کی یکجہ جہت شہر میں داخل ہوئی اور سیدھی محمد ﷺ کے پاس آئی۔ ان تمام لوگوں نے دعوت کی قیادت بن محمد اعرابی کے سپرد تھی۔ عربی خواہ کعب کے تھے یا نہ جوں میں سے ایک تھا۔ مکہ کے بعض لوگ اپنے نام سے نسبت سے عبدالموت یا عبدالموتہ عبد اعرابی رکھتے تھے۔

یہ بھی واضح ہو کہ مسلمانوں کا مذ (مذ) بھی خاندانہ کے عداؤں میں شامل تھا یعنی

یعنی قریش کے لیے بھی مشیت مہات اور عربی پرستش کرتے تھے جیسے قبل اس کے محمد ﷺ کے والد ماجد کا نام عبد مذ تھا۔

یہاں پر محمد ﷺ کے والد ماجد کو عبد مذ کہلاتے تھے تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ مسلمان تھے۔ بلکہ وہ جاہلیت میں کعبہ کے خدشوں میں سے ایک عبد مذ شمار ہوتا تھا۔

بنی عبد اعرابی وہاں کے سماجی رسول تھے جیسے کہ آپ ﷺ کے پاس آئے تو انھیں کہ مسلمان نہ تھے کہ وہاں کے مسائل سمجھا کر سنے میں مشغول ہیں۔

بنی عبد اعرابی کو جب یہ معلوم ہو کہ یہ سب عقائد اس لیے کیے جا رہے ہیں کہ محمد ﷺ اپنی شادی پر قریش کو دعوت دیکر سب کو دینا چاہتے ہیں تو محمد ﷺ کو کوئی مکہ چھوڑ جانے کو کہا اس لیے کہ مسلمان معاہدہ کے مطابق انھیں روزانہ مکہ میں قیام کر سکتے ہیں اور چنگ پہ مدت کر رہیں گے بلکہ شہر سے خارج ہو جائیں۔ نتیجتاً محمد ﷺ اس روز قریش کو دعوت دے سکے اور انھیں مسلمانوں کے عہد افروزی طور پر مکہ کو ترک کیا۔

نیک جیسے ہی مسلمان مکہ سے نکلے اور مدینہ کی راہ لی، خالد بن ولید کا یہ پیغام اسلام ﷺ سے قریش میں سے تھے اور جو مسلمانوں کے حکم و مہار اور خالص یمن کی وجہ سے بہت حاشا تھے، مکہ سے نکلے اور مسلمانوں کے پاس پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ خالد بن ولید بعد میں مکہ کے بہت بڑے سرداروں میں سے ہوئے۔ محمد ﷺ کی حراف سے انھیں سیف مذ (مذ کی گوار) کا لقب ملا۔

علی بن ابی طالب کو سب سے پہلے مذ (مذ کا شیر) کا لقب ملا تھا۔ علیؑ کے بعد ان کا خالد بن ولید کی ایک بیوی سردار کے زعمی جسے رسول اللہ ﷺ سیف الذ کا لقب دیا۔ اس سردار کا نام اس کے بعد کوئی بھی سردار اختیار اسلام ﷺ کے نزدیک اس مرتبہ کو نہ پہنچا۔

کس وقت خالد بن ولید اسلام قبول کرنے کی نیت سے مسلمانوں کے قافلہ کے پیچھے چلے آئے تھے تو اس وقت سے ہی عمر بن خطاب نے جو مکہ سے آئے تھے اور مسلمانوں سے ملنے

ہونا چاہئے تھے۔ وہ بھی خاندان ولید کے مراد ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

معدہ حدیبیہ کی زد سے مسلمان متکلف تھے کہ جو شخص قریش کی رضاعتی کے مع مسلمانوں سے متعلق ہوگا، مسلمان سے وہاں کر دیں گے۔ لیکن خاندان ولید کے در سے جس قریش کو جڑ نہ ہوئی کہ ان کے واسطے میں ایسا مطالبہ کریں۔ غرض اُنہیں یہ علم تھا کہ مسلمان بہ بہت قوی ہو چکے ہیں۔

مسلمانوں کے یہ دیکھ چکے تھے کہ ایک واقعہ پیش آیا جس نے تمام مسلمانوں کی دلہنی طرف مبذول کی۔ وہ یہ کہ یمنیوں کی لشکر کا سردار محمد بن حنفیہ نے عداقات کے یہاں سے فرار ہوتا آیا۔ یمنیوں نے بھی لشکر کے یہاں سے فرار ہوتا آیا۔

لیکن مدینہ میں داخل ہونے پر کہ کچھ خوف محسوس نہ کیا، اس لیے کہ اب مسلمانوں کو نہ کہ وہاں کے درمیان صبح کا معادہ موجود تھا۔ یمنیوں کا ساتھ کہ جب تک معدہ موجود ہے، مسلمان اس سے کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ خصوصاً جب کہ وہ بغیر لشکر کے آیا ہے۔ عداوت زمین اسے معلوم تھا کہ محمد بن حنفیہ امین اور راست دہانی میں مشرک ہیں۔

دوسرے یہ کہ حسب الامنیوں بغیر لشکر کے آیا تھا تو یہ یک نوازی کی بناء پر تھی۔ اور عرب پناہ گزینی کے حق میں اہل کا احترام کیا کرتے تھے۔ اپنی طاقت و دست کے مطابق اس کی پناہ دینی کیا کرتے تھے۔

ایمنیوں کے اس طرح ہدایت آنے کی متعدد وجوہیں
صلح حدیبیہ کے متعلق اہل نبیؐ اور مسلمان بھارت تھے کہ جس کسی سے چاہیں متحد ہوں
جنگ کریں۔ ان دونوں حالت میں قریش کا فیصلہ خیرا نہاد رہا ہے۔

قبیلہ خزاعہ پر جو مسلمانوں کا اتحادی تھا قبیلہ بنو نجر کے بعد کہ یہ اور یہ مشہور ہو کر قریش سے قبیلہ بنو نجر کی اس سے اور فرار سے مدد کی ہے اور یہ یاد کرنے کے لیے وہ جو بھی موجود جس کہ اس حملہ میں نہ آیا، اس کا ہاتھ ہے۔ قبیلہ بنو نجر نے قبیلہ خزاعہ پر جو حد کیا، اس میں نہ

ہوں کہ اس وقت کو جب یہ ایک خلاف ورزی تھی جس میں شریف بنو نجر نے سے اس وقت تک کوئی حیت نہ تھی جب تک کہ خیر مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہ ہو گیا۔

جب خیر کا سقوط ہو اور اسی عربستان کے وسیع علاقوں پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا تو شریف نہ کہ وہ کہ خلاف ورزی کا احساس ہوا اور وہ غور فرمایا۔ اسی خوف کا نتیجہ تھا کہ یمنیوں نے یہ آیا کہ اس اختلاف کو کسی طرح دور کرے۔ مدینہ میں داخل ہونے کے بعد وہ سیدہ ام حبیبہؓ سے مل گیا جو محمد بن حنفیہ کی بیوی اور غرض اس کی بیٹی تھی جس وقت یمنیوں کے کمرے میں داخل ہوا، ام حبیبہؓ نے چٹائی پر گر کر وہیں سوئی تھی، چپکے سے چپکے سے

یمنیوں نے چٹائی پر اس حرکت پر تعجب اور حیرت کا کھار کیا اور پوچھا کہ تم نے چٹائی کو کیوں پیٹ دیا ہے؟ ام حبیبہؓ سے پوچھا کہ اس چٹائی پر محمد بن حنفیہؓ اور سوتے ہیں۔ میں کیسے چٹائی پر ایک شرک کو بیٹھنے دوں؟

ایمنیوں نے کمرے سے کمرے سے چٹائی چٹائی سے درخواست کی کہ محمد بن حنفیہؓ کے ایک دو سوتے آتا کہ یہ اختلاف جو دو قبیلوں کے درمیان ہو کر گیا وہ سے پیدا ہوا ہے ختم ہو جائے۔

ام حبیبہؓ نے کہا میں اس میں کوئی ہڈ نہیں کر سکتی۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ آپ مسجد میں محمد بن حنفیہؓ کے پاس پہنچ جائیں اور وہاں سے مسئلہ حل کر لیں۔

ایمنیوں سمجھ میں گیا۔ محمد بن حنفیہؓ سے اس سے کہا بیٹھو۔ جب ایمنیوں میں محمد بن حنفیہؓ سے چچا کھانسی کا کام سے آئے ہو؟ یمنیوں نے کہا۔ محمد بن حنفیہؓ میں آیا ہوں کہ دونوں قبیلوں کو نیک اور خیرا نہی کا حق سے بات کروں۔ محمد بن حنفیہؓ نے فرمایا کہ کہنا چاہئے ہوا؟

یمنیوں نے کہا کہ میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دونوں قبیلوں کو نیک اور خیرا نہی کی لڑائی میں نہ والوں نے جو نیک کوئی ہڈ نہیں کی۔ ہاں اگر تم نہیں کرتے ہو کہ تمہارے ہوں سے قبیلہ بنو نجر کی مدد کی ہے اور اس ہڈ کی وجہ سے قبیلہ بنو نجر کو نقصان پہنچا ہے تو تمہارے ہر قسم کا تاوان اس لئے کو چار ہیں۔

محمد ﷺ نے جو سب اس امر پر اصرار کرتے تھے کہ ہرگز نہ ہو کہ کسی نے ان کی بات کو نہیں سنا ہے تو ہمیں شک نہیں ہوتا چاہیے اور ہم تم سے کوئی تاراج نہیں کریں گے۔

یہ سن کر انہوں نے اس سے زیادہ محمد ﷺ سے کچھ نہ کہو اسکا۔ لہذا حضرت علیؓ نے یہ سنا ہی ہوا اور مکہ کی راہ لی۔



رُوم سے جنگ

جبر پر اعراف کے بعد مسلمان حالتِ درہم گئے تھے محمد ﷺ نے اعراف کے چاٹا ہوں اور حاکموں کو خطوط بھیجے، جن میں رسولِ اکرمؐ کی موت دی گئی، انھیں اسلام ﷺ کے ایک خط شہداء و رزمہ اصغر (تسطیف) کے نام اور دوسرا ایران کے بادشاہ کے نام بھیجا۔ جبر خد جبر کے چاٹا (پاشا) کے نام درہم و دوشا مصر کے نام بھیجا۔

مسلمانوں میں سے ایک حادثہ بنی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت ہے۔ کہ ان کا دیشہ تھا۔ اس وقت وہ کربلا پہنچے اور حضرت علیؑ کی حیات حاصل تھی۔ محمد ﷺ نے حادثہ بنی ابن عمر کے نام کو بخود لکھا ہے ۵۱
خود ایک مسلمان حادثہ بن عمر ازادی کے بعد آگے اور فرمایا یہ جہاد حادثہ بنی ابن عمر کو یاد دلاؤ
اس کا جواب ہے کرتا۔

جیسے ہی مختصر اسلام پانچواں کا مائیکرو حادث بن اہل شرکی مملکت کی حدود میں داخل ہوا،
ن مملکت کے ایک سرحدی حاکم شعیل بن عمرو نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اس واقعہ
سے مسلمانوں نے بہت زیادہ غرہ اس سے کیا اچھی کو قتل کر کے اوروں میں مان دی تھی اور
ایک اچھی کو قتل بھی نہیں کرتا۔

یہ عمر حضرت نے وارث بنی اپنی شریک پیدا کر رکھی تھی ایک حکم شریف بن عمرو
 شیبانی نے عمار سے ایک خط لکھا تو اس نے کہا کہ ایک قاصد کو تم کو اس کا ایک خط
 لکھا ہے جس سے عمار کو یہ خبر ہو کہ وہ آج تم کو اس کی حکومت کی حدود میں داخل ہوا۔ یہ خبر کے

یہاں عربستان سے ۱۰ جزیرہ نوے عرب کے ٹھکانے ملتا ہے ہیں جن میں جتو (دون)، احمدی (شام) اور افریقی الطام و غیرہ شامل تھے۔ (م۔م)

تم تو قہر کی راہیں لاتے ہیں۔ اگر دشمن کو قتل کر کے غنیمت حاصل کریں تو بھی ہمارا مقام بڑھتا ہے اور اگر قتل نہ ہو سکا ہو تب بھی ہم جنت کے امیدوار ہیں۔ دشمن کی کھڑت تھوڑے سے دو لوگ غولزودہ ادا کرتے ہیں جو اپنے انجم سے مطمئن نہیں ہوتے اور ہم جو پستے ہیں کہ ہمیشہ میں جاگیریں گے، دشمن کی کثیر تعداد سے کیوں مرعوب ہوں؟

مسلمانوں نے اپنی ساری خشک (صف بندی) پر عمل کی یعنی جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی صفیں درست کیں۔ مگر اس جنگ میں یہ چال مفید ثابت نہ ہوئی۔ اس لیے کہ روٹی اس امر جنگ سے آگاہ اور بہتر ساز و سامان سے نہیں تھے۔ نہ زمین نہ حادثہ پہ سادہ بشر سودم جنگ کی کھلی ساقیوں میں شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرتزین ابی طالب نے کن سہیل اور لشکر کو عقبہ لشکر کا علم دیا۔ لشکر پیچھے ہٹا ہوا تھا کہ بادی کے نزدیک پہنچ گیا۔

جیسا کہ کہوں میں مذکور ہے، وہاں پہنچے تک حضرتزین ابی طالب کے دو ہاتھ کٹ چکے تھے۔ وہ ہاتھوں سے ہٹا دفاع کر رہے تھے اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ حضرتزین ابی طالب کی شہادت کے بعد لشکر کی کمان عبداللہ بن رباح نے سنبھالی۔ وہ خضاری تھے۔ عبداللہ بن رباح نے مسلمانوں کی قتل قوت کے لیے دو لڑائیوں اور دو لشکریں آوار میں قرآن کی حراست شروع کر دی۔ یہ آپات جہاد سے متعلق تھیں۔ مذکورہ میں فداکاری، شہادت کا دہرا اور شہادت کے بعد ہمیشہ میں جانا۔

اسی حالت میں مشیر رانی کرتے، ابھی کبھی غرے کاغے، لشکر کی صف بندی کی حفاظت کرتے۔ مگر مسلمان جنگ مودہ میں اپنی صف بندی قائم نہ کر سکتے تھے سب سے سب شہید ہو گئے ہوتے۔ صرف اپنی صفیں قائم رکھنے کی کوشش کے باعث اس در مسلمان مصر تک آتے ہوئے لشکر کے سامنے قیامت دکھاتے رہے۔ عصر کے بعد عبداللہ بن رباح بھی شہید ہو گئے اور اسی وقت لشکر کی کمان خالد بن ولید نے سنبھالی۔

مؤرخوں میں دوران جنگ کے متعلق اختلاف پودا پاتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ جنگ مودہ یکے ہی دن میں ختم ہو گئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ جنگ دوسرے دن بھی جاری رہی تھی۔

میر خیاں ہے جنگ پیچھے دوئی جب خالد بن ولید نے لشکر کی کمان سنبھالی ختم ہو گئی تھی۔ اگر جنگ پیچھے ہی دن ختم نہ ہو گئی ہوتی اور دوسرے دن بھی جاری رہی ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ ایک مسلمان فرد بھی زندہ رہتا۔ اس دن داؤد بن مسلمانوں کی کامیاب پہاڑی کا باعث بنیں ایک خالد بن ولید کی جنگی قابلیت اور دوسرے سارے تاریکی۔

خالد بن ولید تمام لشکر کی کمان سنبھالنے سے پہلے پانچ سو سو آدمی کے کھانا تھے اور جنگ کے آثار سے اعلان تک تو کھادیں ان کے ہاتھ میں ٹوٹ چکی تھیں۔ چارے لشکر کی کمان سنبھالنے کے بعد خالد نے صف بندی میں تبدیلی کی اور سب کا علم صادر فرمایا۔ مسلمانوں کی چار صفوں میں سے اس وقت تک ختم نہیں ہو چکی تھیں، سبھی تین سر ریش سے زیادہ ہزار مسلمان شہید ہو چکے تھے۔

خالد بن ولید کا مودہ سے قدر شہید تھا کہ حادثہ میں اپنی شہر کے زوی لشکر کی پیش قدمی ترک کر گئی اور وہ سمجھے کہ مسلمانوں کو ناز و ملک آگئی ہے، جو انھوں نے اس شدت سے دوسروں کو حملہ کیا ہے۔ اس کے بعد خضر، چھوٹے لڑکے، خالد سے پہنچے کہنے کا حکم دیا اور لشکر اس وقت رات کے اندھیرے میں پھیل چڑھنے پر چلا گیا۔

جنگ مودہ میں دو جزا مسلمان شہید ہوئے جس میں محمد بن عوف نے بھی کمان سنبھالی اور ہزاروں رفیق بھی شہید ہوئے۔ یہیں میں حادثہ کی جو خبر اس در پہنچ گئی کہ رات کو غلام تھے اور محمد بن عوف نے انھیں پناہ دے دی تھی تھا اس جنگ میں شہید ہوئے۔ رات میں حادثہ اس چار مسلمانوں میں سے ایک تھے جنھوں نے سب سے پہلے اس در بقول کیا تھا۔

مودہ میں پہاڑی کے باوجود ہمارے چار مسلمانوں کی دھماکا بیٹھ گئی۔ خالد بن ولید بڑی قابلیت اور شجاعت سے ایک ہزار افراد کو پناہ دے کر ہندو پناہ بخانی گئے تھے۔ اسی شجاعت کی بنا پر خالد نے جنگ مودہ میں دھماکا کی سیلف اللہ کا لقب پایا۔

چار جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، ہزاروں سے عرب کی اس پہاڑی پہاڑ کا نام ہے جو بحیرہ احمر کے ساتھ ساتھ ایک بڑے گولہ نما ٹکڑے کا ٹکڑا بن چکی ہوئی ہے۔ گزشتہ دور میں جو

فصل میں رکھنا چاہتا تھا وہ تمام چیزیں اسے عرب کا لہرو ہوتا تھا۔ مسلمانوں نے یہ کامیابی حاصل کر لی تھی اور اسوائے کھدے کے تمام قبائل کے تکیہ مسلمانوں کو پہنچے تھے۔

اب اگر ہم اسے کھدے کو تسلیم کرنے کا ارادہ کیا۔ قریش قبیلہ بنو خزیمہ کے مخالف قبیلہ بنو مکرہ کے مدد کے معاہدہ حدیبیہ کو توڑ چکے تھے۔ لہذا یہ کھدے پر حملہ کرنے اور اسے تسلیم کرنے کی بات ہو سکتی تھی۔ الا یہ کہ قبیلہ بنو خزیمہ کے قصبات کی حفاظت کرنے کی پیشکش کر چکا تھا۔ یہاں تک کہ یہ پیشکش ثابت کر لی تھی کہ قریش نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔

دونوں قبائل کے درمیان جنگ کے واقعات کی شریعتی نقطہ نظر سے دلیل ہے۔

بنو خزیمہ نے پہلے جس قبیلہ کے چند فرد اسلام لائے ہوئے تھے۔ یہ قبیلہ حدیبیہ اور بنو سہیل تھا جو کھدے سے نزیدیکہ درہند سے دور تھا۔ قبیلہ مسلمانوں کا اتحادی تھا۔

قبیلہ بنو خزیمہ اور قبیلہ بنو مکرہ کے درمیان لڑائی نہ جاہلیت سے ہی کینہ چھا رہا تھا۔ فاضل بن سعید یہ قبیلہ بنو مکرہ کے رئیس کے بیٹے قبیلہ کا کہیں اور وہ سب قبیلہ بنو خزیمہ کے حصہ کے لیے چار ہو گئے۔ قبیلہ بنو خزیمہ مسلمانوں سے مدد مانگا تھا لیکن وحی سے درہند بہت مسافت تھی۔ فاضل بن سعید کے مسلمان مدد کو پہنچنے تک قبیلہ بنو مکرہ چکا ہوا تھا۔ لہذا وہ ان کے خوف سے کھدے کے اور حالت کھدے میں پناہ لی، اس امید پر کہ خاندان کعبہ حرم ہے اور حرم میں کوئی قتل و غارت نہیں کر سکتا۔ جس ہم قبیلہ بنو مکرہ سے محفوظ رہیں گے۔

یہ حالت قریش نے نہ صرف قبیلہ بنو مکرہ کو اس غارتگری کے لیے اسطرح ہتھیار دیا تو اب بھی یہی کہتی تھی کہ قریش کے چند بزرگ مثلاً سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ اور کعبہ بن ابی اسلم علی۔ اس سب کو بنو مکرہ کی مدد کو لے کر رہے۔ قبیلہ بنو خزیمہ کے افراد حرم میں پناہ لینے کے بعد خود کو محفوظ سمجھ رہے تھے لیکن فاضل بن سعید نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ہتھیار دیے اور کہا کہ حرم میں داخل ہو جاؤ اور اس امید پر کہ حرم میں سب سے محفوظ جگہ ہے۔ لہذا تمام افراد کو قتل کر دیا جائے۔

قبیلہ بنو خزیمہ کے چند افراد نے فاضل بن سعید کو چار کر کہا یہ خاندان کعبہ ہے۔ تم خداوند کو یہ خبر کرو اور خاندان کعبہ میں کھدے کے ارادہ سے مت داخل ہو۔ لیکن فاضل نے کہا کہ فاضل فاضل خاندان کعبہ کے ملکا کو پیش کیا جاتا۔

قبیلہ بنو مکرہ کے افراد بنو خزیمہ کے قتل کے لیے خاندان کعبہ میں ہجوم کرتے۔ قبیلہ بنو خزیمہ نے ایک ایک طرف سے کھدے کھدے میں خون گرتے گا۔ خاندان کعبہ سے فرار ہو گئے۔

ایک روز کے دوران ان کے چند افراد قتل ہوئے اور ان کے اہل و عیال پر بنو مکرہ نے قبیلہ کر دیا۔ یہاں تک کہ قبیلہ بنو خزیمہ کے اس واقعہ کے بعد ہند گیا اور تمام واقعہ جس طرح پیش آیا تھا منجانب سلام بن مسعود کی خدمت میں عرض کیا۔ کھدے کے واقعہ سے بہت متاثر ہوئے۔ اس لیے کہ ایک طرف بنو مکرہ نے قریش کی مدد سے یہ حملہ کیا تھا۔ دوسرے طرف بنو مکرہ نے حرم کعبہ کو ہلاک کیا تھا اور مقدس حرم میں قبیلہ بنو خزیمہ کے افراد پر حملہ آور ہوئے تھے۔

ایہیں جب اس موضوع پر مذاکرہ کر کے درہند جا رہا تھا۔ فاضل بن سعید درہند سے واپس آ رہا تھا۔ دونوں کی ملاقات غطفان کے مقام پر ہوئی۔ ابوسفیان نے فاضل بن سعید سے پوچھا تو درہند کیسے گیا تھا؟

فاضل بن سعید نے کہا کہ میں اس واقعہ میں گیا تھا اور اب اسے قبیلہ میں واپس جا رہا ہوں۔ غطفانیوں نے اپنے دو آدمیوں کو سامنے کیا کہ جب فاضل بن سعید وہاں آئے اسے چلے تو تھوڑے ہی چلے اس کے فاضل کو قاتل قرار دیا اور جب اس کے وکیل لید کر میں تو دیکھا اس میں میں ہند کی کھجوروں کی ٹھیلیاں موجود تھیں؟ اس لیے کہ اگر فاضل بن سعید درہند گیا تو اس کے فاضل نے ہند کی کھجوریں کھائی ہوں گی۔

ایہیں واقعہ کے آدمیوں نے فاضل کو قاتل قرار دیا۔ قبیلہ میں سے ہند کی کھجوروں کی ٹھیلیاں لے گئیں۔ ایہیں ان کی پیشکش ہوئی کہ قبیلہ بنو خزیمہ کے رئیس نے کھدے کے درہند میں ملاقات کی ہے اور یقیناً حرم و خاندان کعبہ ہلاک ہو گیا۔ ابھی کہ کھدے کے واقعہ کے دوران ابوسفیان نے قبیلہ بنو خزیمہ کے تمام قصبات کا انکار کر کے ان کی پیشکش کی۔

محمد ﷺ جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے

ہم یہ تو ذکر کر چکے ہیں کہ محمد ﷺ نے مدینہ میں پونہ بیس دن کو کیا جو آپ دینا تھا۔ اور غیاب جب مدینہ سے مکہ واپس پہنچے تو اس نے مکہ والوں کو بتادیا یہ ہیں جس کے محمد ﷺ مکہ پر مسند تھوڑے ہیں۔ یہ وہاں کا مکہ ہاں بالکل صحیح تھا۔ محمد ﷺ نے جلد ہی مکہ پر مسند آ رہے تھے کہ فیصلہ کریں اور مسلمانوں کو ایک جنگی سر کے لیے تیاری کا حکم دیا لیکن یہ وضاحت تھی کہ یہ سفر کسی سمت اور کہاں کے لیے ہوگا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پختہ کار اور انتہائی قریبی رفیق ابوبکر اور عمر بن الخطاب کو بھی حکم نہیں تھا کہ آپ ﷺ کا ارادہ کہاں کا ہے۔

تنگی کی تیاری کے حکامات سے مکہ کی کراہت نے مدینہ شہر کا چاروں طرف سے قلع کرنے کا حکم دیا۔ کوئی شخص باہر سے مدینہ میں داخل ہونے کا ہوا نہیں، خصوصاً شہر سے باہر کوئی نہیں جا سکتا۔ محمد ﷺ جانتے تھے کہ افراد کی آمد و رفت جاری رہی تو تنگی کی تیاری کی فریجیل کر قریب تک پہنچ پائے گی یہ خواہ کوئی نہ پ کر قریب کو خیر دار کر سکتا ہے کہ مسلمان مدینہ میں جنگ کی تیاری کر رہے ہیں، تاکہ جنگ کی تیاری کے مقاصد سے کوئی آگاہ نہیں تھا۔ لیکن یہ جرات قریب کو اس لشکر کی کاہف جانے کے لیے ہی ﷺ کے وقت مدد کی وضاحت کی ضرورت میں تھی۔

مدینہ کا بدلہ ملے ہوئے پر دہر سے متفق ہو گئے۔ کوئی مسافر شہر میں داخل ہو سکتا تھا ورنہ کوئی شہر سے باہر نہ جا سکتا تھا۔ کاروان محمد ﷺ آتے شہر سے باہر ہی توقف کرتے۔ وہیں پر اپنی شیا فروخت کرتے۔ بعد ازاں وہ شہر وادہ شہر متحرک کرتی جاتیں۔

مدینہ میں بعض شخص صلیب بن بل جتھو تھا۔ آدمی جھگڑتا، کچھ کیا کہ محمد ﷺ کا ہدف یقیناً مکہ ہے۔ چونکہ اس کے خاوند اسے لوگ مکہ میں تھے اس لیے اس نے ایک خط ہے حکامان دونوں کے نام لکھا اور ایک عورت ہمام سارہ کے پردہ پر لکھ کر کہ مکہ پہنچے پر وہ اس کے حکام

مکہ وادہ شہر متحرک کرتی جاتیں۔



جہاز

(بچے جہازم)

سوڈان

مکہ مکرمہ

مکہ مکرمہ

مکہ مکرمہ

انوں کو دے دے۔ سارہ عید کے ایک ہاجر کی کنیز تھی۔ اس ہاجر کا نام سلی بن عمرو تھا ایک ہاجر کی حیثیت سے اسے شہر سے باہر لے جانے کی اجازت تھی تاکہ شہر جو باہر سے آتی ہیں شہر کے اندر لے آئے۔ اس لیے سارہ کے شہر سے باہر لے جانے پر کسی نے یہ شک نہ کی۔ وہ عید سے نکلی اور گھر کی دوا لی۔

علی بن ابی طالب محمد بن ابی طالب کے علم کے مطابق عید کے طواف میں قدم راستوں کو کنٹرول کرنے پر مامور تھے۔ ان کو خبر ہوئی کہ سارہ گھر کے بے روانہ ہو چکی ہے۔ اسی وقت ان کے تعاقب پر کوئی مامور کیے کہ سے وہیں عید نہ لیں۔ ان آدمیوں کو متنبہ کیا کہ وہ عورت کوئی چیز ضائع نہ کرنے پائے۔ علی کے آدمی اس عورت کو درختہ جو اس کی تحریک میں تھا، لے کر علی کے پاس دیکھ گئے۔ علی نے اسے بڑھا دیکھا گئے کہ یہ عید کا عہد بن ابی طالب نے اپنے خاندان والوں کے نام، جو گھر میں ہیں، بھجوا دیا ہے۔

اعداد سارہ سے پچھ گچھ کی تاکہ معلوم ہو وہ اس خط کے متن سے آگاہ ہے یا نہیں؟ لیکن سارہ خط کے متن سے آگاہ تھی۔ اس علی نے اس واقعہ کی اطلاع محمد بن ابی طالب کی خدمت میں بھجوا دی۔

میکس اسام بن ابی طالب کا عہد کو طلب کیا۔ اس کا خط سے دکھایا اور پوچھا کہ یہ تم سے یہ دیکھ گیا بن عمرو کی کنیز کے ہاتھ لکھوا دیا تھا۔ عاصیہ نے عرض کیا کہ خط اس کا ہے۔ محمد بن ابی طالب نے مزید پوچھا کہ اس کی اطلاع ہے کہ تو نے یہ خط اس کی کنیز کے ہاتھ لکھوا دیا تھا۔

عاصیہ نے عرض کی کہ میں یا رسول اللہ بن ابی طالب اس کی خبر کو اس کی اطلاع نہیں۔

محمد بن ابی طالب چونکہ جانتے تھے کہ عاصیہ کا مقصد کوئی سازش نہیں تھا بلکہ یہ ہے حال وہ کو مطلع

میں اب ہشام (عرب) میں تھا ہے عاصیہ نے جو کام کی تھا اس کے متعلق "ہاں سے نی" لکھا کے پاس دیکھی پتا چلا آپ بن ابی طالب سے علی اور اس کے مراد "چاہے میں ایک عورت کے کسی شخص کے پاس عاصیہ بن ہشام کا قرین کے نام لکھا ہو خط لے گا جس میں اس کے خلاف دہری چارگی ہے" میں خبردار کیا گیا ہے۔ (جلد ۳ ص ۳۷)

کہنا تھا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیں تاکہ جنگ سے فطرت سے مخلوق میں جنت سے صوف کر دیں۔

ہمد میں ہدف کے متعلق دو ذخیرے منظر تھے:

۱۔ یہ کہ محمد ﷺ کو سب کی گستاخی کی ہے وہ ہم پر حملہ کریں گے۔

۲۔ یہ کہ محمد ﷺ کا ہدف قیدہ ہوسکتا ہے۔ وہ قیدہ مسلمانوں کے لیے بہت مشکلات پیدا کر دے گا۔ بہر حال کسی ایک کے دکان میں بھی یہ نہیں تھا کہ آپ ﷺ کا ہدف ٹکڑے ہے۔

مسلمان جب ہمد میں جنگ کی چوٹی کر رہے تھے، محمد ﷺ نے اپنے تمام اہل ن قبائل کو بیجاں بھگا دیا کہ جنگ کے لیے آنا، وہ موبہ میں۔ جس وقت مسلمانوں کا لشکر ہمد سے نکلا تو تھوڑی دیر میں کوٹھڑے میں قیدہ راستہ میں اس سے قتل ہوتے گئے۔

مسلمان سوجھ بوجھ سے محمد ﷺ کے دور رسد کی تاریخ ۸ رمضان، ہجری ۶۱۰ء کی ہے لیکن ہمد سے رادگی کی تاریخ کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سب شہ ہے کہ سلامی لشکر کے ہمد سے روانہ ہونے کے بعد ۸ رمضان شروع ہوا تھا۔ لیکن ممکن ہے لشکر ۱۰ رمضان کی کیم کوئی ہمد سے چلا ہو۔

۱۰ رمضان کے روز قریب مسلمان روزہ سے ہوتے تھے اور ہجر شام کوئی چر نہ کھاتے اور نہ پیتے تھے حتیٰ کہ یہ لشکر قیدہ کے مقام پر پہنچا۔ اس مقام پر پیغمبر اسلام ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: گئے دن روزہ نہ رکھیں۔ لیکن نہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مسافرت میں روزہ رکھ کر لیا کرو۔

اس دن کے بعد مسلمانوں نے روزہ نہیں رکھا حتیٰ کہ وہ فراتھم ان پہنچ گئے۔ یہ سب ٹکڑے سے ایک منزل پر ہے۔ سات کو محمد ﷺ نے فرمایا قریب مسلمان سپاہ اٹھ جائے تاکہ نہ والوں کو معلوم ہو کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا لشکر ہجرت کیا ہے۔ عباس جو کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بچے اور تاجر تھے، انھوں نے سچا اس لشکر کا متبادل ٹکڑے کے سب کی بات نہیں، البتہ خود ترک کرنے کا ارادہ کیا اور اپنی قوم پر اپنے دو چوٹی بندگی کے طور پر فروخت کر دیا۔ عباس چاہتے اور فروخت کرنے کے بعد محمد ﷺ کے پاس نہ بھرتا پہنچے اور مسلمان ہو گئے۔

یوسفین کے بھی پیغمبر اسلام ﷺ کے بچے عباس کی طرح صورتوں کا پڑا ہوا اور وہ سخت شہنشاہتے ہوئے نہ ظہر ان کی راہوں۔ عباس جو پیغمبر اسلام ﷺ کے بچے کہتے ہیں اس بات میں امدادی لشکر کا وہی حدود کے باہر سے نڈر ہوا تھا کہ میں نے اسلام دیکھا ہے میں چاہتا ہوں کہ میں کرتے ہوں۔

ایک کہہ رہا تھا یہ آگ جوتہ دیکھ رہے ہیں قیدہ بختر اہل نے دھڑکی ہے؟

دوسرا کہہ رہا تھا قیدہ بختر اہل قیدہ بختر میں اس قدر آگ کہ اس قدر آگ جوتہ

میں نے دوسرے آگ کی آواز دیکھی تھی، وہ اہل یوسفین تھا۔

میں نے آواز دی: ہاتھ (ابوخلد) یوسفین کی کینت تھی) کیا تم ہو؟

یوسفین نے میری آواز پہچانی اور کہا: ہا، انھیں اپنے ہی قوم (یا افضل عباس) کی کینت تھی، میں نے کہا کہ میں اہل ہوں، اب میرا اس کی طرف بڑھنا، یوسفین سے مجھ سے پچھا یا افضل عباس کی خبر ہے؟

میں نے کہا محمد ﷺ اس ہزار سپاہ کے ساتھ آگیا ہے کہ نہ پر قیدہ کرے اس لیے کہ قریش سے مسخ دیکھ کر کہاں ہیں، قیدہ بختر مسلمانوں کا اتحادی تھا، قریش اس پر حملہ نہ کرے اور جو کہ فرما کر کہیں۔ اس کے سوال کو تاہم کیا۔ جب مسلمان نہ پر حملہ کر کے سے تغیر کریں گے تو سب سے پہلے ہمیں قتل کریں گے اس لیے کہ تم نہ کی فوج کے سپہ سالار تھے اور سبھی ہو تو تم سب سے پہلے کی طرف اڑنے کے بعد ہمارے۔

یوسفین نے پچھا پھر میں کیا کروں؟

میں نے اس سے کہا اگر نہ دہرانا چاہے ہو اور اپنے سوال کو لٹنے سے بچنا چاہے ہو تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ محمد ﷺ کے پاس کر مسلمان ہو جائے، لفظ ایک رستہ ہے جس سے تم اور محمد ﷺ چاہتے ہو تو میں تم میں محمد ﷺ کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ تم نہیں

میں سے علیحدہ کیا کرتے ہو تو میں تم میں محمد ﷺ کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ تم نہیں

نہیں اور میں جا کر آپ ﷺ کا فی اہانت سے آؤں اور جس میں اس پر ہن کر لشکر اسلامی نے درمیان میں سے گزے گا ان کے پاس (یعنی مؤمنین سے) ہفت کی بجائے پچھتر لکھا ہے۔

یوسفین نے کہا مجھے محمد ﷺ کے اہانت پر کس لیے سوار کرنا چاہیے؟

میں نے کہا اس لیے کہ تمام مسلمان جسیں بیچتے ہیں اور تمہارے دشمن ہیں۔ جب اور جب بھی جسیں دیکھیں گے قتل کر دیں گے، لیکن جب تمہارے پیچھے محمد ﷺ کی وقتی سواری ہوگی تو تم سے پریشانی نہیں کریں گے اور اگر کسی شخص قتل کرے گا تو بھی نہیں سمجھے گا۔ یعنی اس پر اگر تم پر قتل کر کے یوسفین، پیغمبر ﷺ کی وقتی پر سوار ہو کر لشکر گاہ سے گزرے، محمد ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔

جہاں پیغمبر اسلام ﷺ کے بھیجے گئے ہیں، جیسے ہی تم محمد ﷺ کے خیمے میں داخل ہوئے، فوراً بعد ازین خطاب بھی وارو جیسو ہوئے اور پیغمبر ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اجازت دے کہ میں یوسفین کی گردن مار دوں۔

میں نے عرض کیا کہ میں یوسفین کو عہد منافق کی اولاد سے ہے، اسی لیے تم اس کی گردن مانتا چاہتے ہو۔ اگر یہی آدمی نبی خدا سے آتا تو کیا میری بھی قہم کرتے؟ غم سے کہا، اگر میرے قہم سے کہ آدمی بھی رسول اللہ ﷺ سے دشمنی سمجھ گے تو میں ان کی گردن مارنے سے بھی دریغ نہ کروں گا۔ میں اس کا دست ہوں جو رسول اللہ ﷺ کا دست ہے اور اس کا دشمن ہوں جو پیغمبر اسلام ﷺ سے دشمنی رکھتا ہے۔

جہاں گئے کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے مجھ سے فرمایا اسے رات اپنے خیمے میں رکھو اور صبح میرے پاس لاؤ۔

میں نے اطاعت کی۔ یوسفین نے رات میرے خیمے میں گزری۔ دوسرے دن صبح میں یوسفین کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

محمد ﷺ نے یوسفین سے کہا یا ہذا خلد اتمہ فہن آدمی ہے اور شریعت کے مطابق

جس میں قتل کیا جانا ہے۔ اگر تم نے اس کو قتل کر لیا تو قتل کر دینے چاہئے۔

یوسفین نے دینی اسلام کو قبول کر لیا۔ اس وقت محمد ﷺ نے چاند اور مسلمان افراد کی موجودگی میں حکم کو اختیار کرنے کے صحیح یوسفین سے مشورہ کیا۔ اس لیے کہ وہ اس حکم میں رسوخ و احرام کا مال تھا۔ وہ دھوکا دہی محمد ﷺ کی طرف سے صادر ہوئے۔

اول، لشکر اسلام مسلح ہو کر یوسفین کے سامنے سے گزرا۔

دوم، ہمیشہ جو کوئی بھی یوسفین کے گھر نہ لے گا، اس میں آگ۔

تیسرے، سلام ﷺ نے اس اور خود یوسفین کو، سو فرمایا کہ (لشکر کی ساری کے بعد) وہ تمہارے حسب ذیل اعلان کر دے۔

اول، تمہارے چکر مہذبہ جدید کو توڑا ہے اور شریعت کے مطابق مستوجب قتل ہیں اور اس کا وہ مسلمانوں پر عدل ہے لیکن براہ شخص جو خدا۔ کعبہ میں پناہ سے قتل نہیں کیا جائے گا اور کوئی اس کی جائیداد پر تصرف نہیں کرے گا۔ اسی طرح ہر وہ شخص جو یوسفین کے گھر میں پناہ لے گا، اس کی جان و مال کو لانا ہوگی، اور اسی طرح ہر وہ شخص جو اپنے گھر سے باہر نہیں لے گا، اسلام کا پناہ میں ہوگا، اس سے کوئی تعرض نہیں کرے گا۔

یوسفین شہزاد ہو کر تھک چکے تھے۔

اس کے تھکے چلنے کے بعد اس کی شکستہ گئے تھکے کے بعد کہ اس کے اطراف پر پیغمبر ﷺ کی گردن کر لیا۔

یوسفین نے تھکے پہنچنے کے بعد صبح کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر عاتق کیا لشکر اسلام تھک

۲۔ مورخ ابن ہشام کے مطابق نبی ﷺ نے یوسفین سے کہا کہ ایک وقت نہیں پڑے گا تو جہاں نے کہ تھک کے سو کوئی مسود نہیں۔ اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں (یوسفین نے جواب دیا آپ سے روئے و شہرہ آپ سے، زیادہ کریم اور آپ سے، زیادہ صبر و تحمل کرنے والی نہیں، اس پر میں بولے تیرے ہوں۔ میں سے پہلے کہ تیری گردن مار دی جائے، سلام ﷺ کر اور اگر لاؤ نہ تھک رسول اللہ ﷺ نے جب اس سے ٹکرا دیا اور سلام قبول کر لیا۔ (مسند ابن ہشام (عربی) جلد ۳ ص ۵۸)

طالب کی کہاں میں ہے؟ انا کہ سعد بن عبادہ انصاری اپنے چنگی کا کام کر رہا کر سکے۔

کسی بھی دست کو امر کا ساتھ نہ دیا۔ نہ عالم کے دست پر جو جہولیت سے نہ دیا۔
اصل ہو، چونکہ حملہ نہ کیا، اور قریش اور اس کے اتحادی قبیلہ ان میں سے کچھ افراد نے علی
ترحمہ کر دیے۔ خاندان عقیل نے دیکھا، قریش کا یہاں پناہ بخش مت بہا، اس لیے
کہ تمہارا عہدہ کے ساتھ کوئی روک سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے آج تک کبیر کرنے کا ارادہ
کیا ہے ان کے آج تک حقی طور پر سحر ہوگا۔

لیکن خاندان کا یہاں افراد نے کوئی اثر نہ کیا اور احمد کر دیا۔ خود ہی اور میں چورہ
فرمان کی ہوئے جس میں دو مسلمان اور تیر دشمنین میں سے تھے۔ اور جو دینی پٹے انھوں نے
محسوس کیا کہ مسلمانوں سے جدال ممکن نہیں، لہذا ہمارے گئے۔

اسلامی لشکر کے چاروں کام مکہ میں چاروں اطراف سے داخل ہو کر نہ کعبہ کے سامنے
پہنچ سکے۔ جب لشکر اسلام کے چاروں کام نہ کعبہ کے سامنے پہنچ سکے تو محمد ﷺ جو سفید
دوٹی پر سو رہے وہاں پہنچے اور کعبہ کا ستارہ داخل کیا۔ عطف کے بعد آپ ﷺ خاندان کعبہ کے
اور دار کی طرف گئے اور خاندان کعبہ کے گلیہ پر بارش میں غوطے سے نہا، خاندان کا دارہ لڑا کھولا۔
جس میں غوطہ کی والدہ نے کچھ باہم تھوڑے سے کعبہ کا دروازہ کھلیں گئے۔ لیکن
جس میں غوطے سے والدہ کو کھینچا اور کعبہ کا دروازہ کھول دیا۔ اس دن چالیس مسلمان
خاندان سے داخل ہوئے

- (۱) محمد ﷺ سے عہد لے
- (۲) علی بن ابی طالب
- (۳) عثمان
- (۴) بلال
- (۵) عثمان بن عففر

جس وقت محمد ﷺ ان چار اطراف کے عہدہ خاندان کعبہ میں داخل ہوئے تو جن لوگوں نے

میں داخل ہوئے کا ارادہ رکھتا ہے اور ہم میں اتنی سکت نہیں کہ اس کی بارہا کیسے محمد ﷺ
نے فرمایا ہے کہ جو شخص کعبہ کا دھڑکے (یا مینا) گھر میں پناہ لے گا، اس سے کوئی حرم
نہیں کیا پائے گا اور جو شخص ان دونوں مکانوں پر پناہ نہیں لے سکتا وہ اپنے بے گھر
میں بند ہو جائے گا اور ہمیں وہیں گھر ان کی جان و مال ان میں ہوگی۔

ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ اسلامی لشکر کے ہمدانی کرنے والے پہنچ گئے اور ہمدانی
کے حاکم کی خبر دی۔ لوگ جو کچھ اس میں پہنچے جہولیت سے نہ دیا۔ اور یوسفین نے کہ
پناہ دینے والے اور ہمدانی گھر ان کے پہنچنے کے بعد میں داخل ہو کر کراہ کر رہا
لیے۔ جہولیت کے گلیہ کو اپنے خاندانی ہو گئے۔

اسلامی لشکر کا پہلا دست جو مکہ میں داخل ہوا، ان میں ابی طالب کی کن میں تھا۔ علی
شیر سوار تھا، کے پریم کو آؤ گئے ہوئے تھے۔ علی مکہ میں داخل ہوئے کے بعد پہلے دست
کے ساتھ خاندان کعبہ کی طرف بڑھ گئے۔

مکہ کا سپہ سالار دارہ وہی تھا جس سے علی مکہ میں داخل ہوئے۔

دو راستہ ڈھرائیں جو مکہ کی قیادت میں طرف کی طرف سے مکہ میں آ رہے۔

سعد بن عبادہ انصاری کی قیادت میں اسلام کے لشکر کا تیسرا دست مشرق سے مکہ میں داخل ہوا۔
لشکر اسلام کا چوتھا دست خاندان عقیل کی کن میں تھا اور خاندان کا جنوب کی طرف سے مکہ
میں داخل ہوا تھا۔

محمد ﷺ نے ان چاروں راستوں سے فرمایا جب تم مکہ میں داخل ہو گے تو چلی کھواروں
کو چاروں سمت لگا کر کسی سے جنگ نہ کرنا۔ الا یہ کہ تم کو قتل کر دے اور یہ صحت
ہوگا کہ لوگ جو خاندان کعبہ یا یوسفین کے گھر پہنچے گھروں میں ہوں وہ ان میں ہیں۔

لیکن سعد بن عبادہ انصاری جو پہلی مکہ میں داخل ہوئے تو چارے ۱۳ ایام یوم
المصلحہ الیوم تسع الحرام یعنی ۹ دن کا دن جنگ کا دن ہے اور آج کے دن کے
لیے رحمت لکھی ہے۔ یہ خبر محمد ﷺ کو ملی۔ پھر تیسرا دست عبادہ انصاری کو شیر میں مشرق
سمت سے داخل ہونے والے دست کی سربراہی سے محسوس کروایا اور اس دست کو بھی علی بن ابی

محمد ﷺ جب مدینہ میں قادیانہ داخل ہوا

کہ مقرر ہو گیا تھا۔ مگر مدینہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے شوہر کے لیے مکان دیا۔ محمد ﷺ نے حکم دیا کہ وہاں کی عورتوں کو اپنے شوہر کے لیے مکان دیا۔ محمد ﷺ نے حکم دیا کہ وہاں کی عورتوں کو اپنے شوہر کے لیے مکان دیا۔

دوسری ہندو زوجہ پر سیدنا یحییٰؑ روایت ہے کہ اس عورت نے حرمت کا بکر چھپا تھا۔ یہی مناسبت سے ہے کہ حضرت خیرؑ کو چاہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس ملک میں عورت کو بھی دعائی دے دی اور تاحیات اسے کسی مسلمان نے آزار نہیں پہنچایا۔

تیسرا مصلوب بن امیہ تھا جو ایک وقت میں بغیر اسلام لے کر آیا تھا اور اس کام کے لیے قاتل معارف پر حاصل کیا تھا۔ ابھی اسے دعائی دے دی گئی۔ مگر اس نے بغیر اسلام چھپنے سے کہہ میں اسلام لے لی نہیں کروں۔ مگر دعائی کے پانچ دن بعد مصلوب بن امیہ نے اسلامی شہر کو ایک سو مدینوں اور پانچ ہزار ہم ہندو قتل کیے اور پھر چند ماہ بعد جب جن کے بعد وہ بھی مسلمان ہو گیا۔

جب محمد ﷺ ہوا چار روز کہیں مدینہ میں آیا تھا۔ کعبہ کے خزانہ میں موجود تھا۔ محمد ﷺ نے حکم دیا کہ یہ قادیانہ حسب سابق خزانہ کے قریب ہے۔ یہ قادیانہ میں اس کو چاند لگا ہے۔

خانیہ کے پچھلے دنوں میں وزیر افراتوہ سے مدینہ سے خانیہ کے لیے مدینہ میں اپنا گھر کیا کہہ۔ یکے بعد دیگرے خانیہ کے خزانہ کے سامنے سے گزرتے تھے۔ خانیہ کو یہاں پر لاتے اور خانیہ میں شہادت فرماتے۔ ان سے پرہیز کرو اور ایک بچے کی کاوش کرو۔

اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ محمد ﷺ جب مدینہ سے خانیہ کے لیے مدینہ سے سفر ہوئے تو وہاں جاتے تھے کہ کسی طور پر خانیہ کو کیا جائے گا۔ اس پر دلیل سورۃ النضر کا یہ ہے کہ خانیہ سے کہہ کہ قرآن کی ایک سورۃ سورۃ قرآن ہے۔ اس سورۃ کی دوسری آیت میں اگر پسند کرنا تو حسن الطوبیہ کو کہی آیت نکال کر کیا جائے۔ خداوند نے فرمایا ہے

﴿وَإِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ (جب اللہ کی مدد اور فتح ملے گی)

اس آیت میں خداوند نے اپنے پیغمبر ﷺ کو بشارت دی کہ تم کو فتح کرو گے۔

اور تیسری آیت میں خداوند نے فرمایا

﴿وَأَوْتَيْنَاكَ الْفَأْسَ يَذْخَبُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ تَوَجَّهْ﴾ یعنی "اور تم دیکھو گے کہ لوگ

میں لوگ اپنے گھر سے گھر تک آ کر تم کو سجدہ کر کے دیں گے کہ آپ ﷺ کا کوئی مکان نہیں تھا جہاں جا کر سکوت ہے یہ ہوتے۔ گشتہ لوگوں محمد ﷺ کے پاس نہ تھے۔ ان سے یہ صورت دوسرا مکان تھا۔ یہ مکان مکہ کے خوبصورت مکانوں میں سے ایک تھا۔

خانیہ کی وفات کے بعد وہ مکان خانیہ کے بھائی مقل کا تھا۔ اور انھوں نے کسی اور کے ہاتھ فروخت کر دی۔ چند مسلمانوں سے محمد ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ سے کچھ لینا ہے۔ بعد آپ ﷺ کا حق حاصل ہے جس مکان کو چاہیں اپنے تصرف میں دے سکیں۔

نیک محمد ﷺ نے فرمایا کہ اب مکہ کی جاں و مال لمان میں ہیں اور جس کسی مکان کو اپنے تصرف میں نہیں لے سکتا۔ چونکہ آپ ﷺ اور خانیہ کے بعد میں نہیں رہ سکتے تھے اس لیے ان کعبہ سے نکل کر شریف کے مقام پر پھر ماریں گے۔

تیسرا گھر سے پہلے وہاں کا حاکم صاحب بن اسد تھا۔

۵۔ مدینہ میں وقت پھر ہوا ان دنوں کے لیے یہاں سے اور کسی کو بھی چھوڑ کر ملاش میں خانیہ کعبہ کی جہت پر چڑھ گئے کہ وہاں کی آواز اور درویش کی آواز تھی۔

جب وہاں کی آواز خانیہ کعبہ کی جہت سے چلے ہوئی تو حاکم صاحب بن اسد فوراً فوراً پر خانیہ کعبہ پہنچا اور ہال سے کہہ "اس جگہ سے بچو اور نہ۔"

لیکن اس نے خود افراتوہ سے کہا اور اس جانی دہی۔ خانیہ بن اسد تاریخ حکمت بکا۔ یہاں سے وہاں سے کہنے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خانیہ بن اسد کی شہادت کی۔

خانیہ بن اسد ایک مشرک تھا۔ اس کا ایک مسلمان کے ساتھ چھوڑ گیا تھا جب کہ وہ دن دسہ رہا تھا۔ ایک بہت بڑا جرم تھا۔ لیکن محمد ﷺ نے اسے کوہنہ کی عورت کی سرداری۔

خانیہ بن اسد چند روز بعد خود ہی محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

خانیہ اسلام لے گئے اس کا منصب، مال رکھا اور مسلمانوں کی طرف سے کہہ کا حاکم مقرر ہوا۔

خانیہ کے بعد محمد ﷺ نے اپنے بہترین دشمنوں کو مدینہ لڑائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاف فرمایا۔ اس بڑے دشمنوں میں ایک عمرہ بن جاحل تھا جو ان کے خوف سے کہہ چھوڑ

است وستر فوق فوج وین طعامی شامل ہوں گے۔

منظور اس سے ہے کہ فتح مکہ کے بعد لوگ دنیاوی صورت میں دین اسلام میں شامل ہوں گے اور ایسے ہی ہوں گے۔

چونکہ آیات میں خداوند نے فرمایا

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّكَ تَكُونُ مِنَ السَّاجِدِينَ﴾ اس باری تعالیٰ کی متابعت سے خداوند کے حضور حمد و ثناء کرو اور استغفار کرو۔ بے شک خداوند توبہ و استغفار کرنے والوں کی پاداشی کرتا ہے۔

مکہ کے امیر لوگ فتح مکہ کے دن تک شراب پیتے تھے، سرکارِ کائنات کے تھے مسلمان ہونے کے بعد ان پر یہ دلوں چڑھ کر حرام ہو گئی۔

عظیم سرور ﷺ نے پھر مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ اور ان دونوں میں تقریباً چار گھنٹے مسلمان ہو گیا۔ مدینہ کے لوگ پیغمبر ﷺ کے قیام مکہ کی خواہش سے پریشان ہوئے اور سوچنے لگے کہ چونکہ آپ ﷺ کی جائے پیدائش مکہ ہے، آپ ﷺ اس شہر سے بے حد محبت رکھیں گے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے انھیں بتائیں کہ جب تک مکہ آئے ہوئے نہیں ہوئے، تم رہو۔ ساتھ میں آج۔ میں اسی جگہ رہوں گا جب تم مراد گے۔ پھر مدینہ منورہ قیام کے بعد پیغمبر ﷺ نے مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔

ہکتے۔ جو دل دست کوڑا سے گزرتے ہوئے دھن کے متعلق کون کھنک نہ گزرا، وہ دھن کے متعلق تحقیق کرنے کی کوشش کی تھی۔

اور ان کی فوق کا سپہ سالار، ملک بن حلف بھری تھا۔ اس نے جنگ میں شہادت کی کہ وہ ایک اٹنی کدھر سے۔ ملک بن حلف بھری سے اپنی سوا کاٹ کر عربیہ بھڑوں کے پیچھے چھپے رہا کہ اسلامی لشکر کے ہزار دست کا فوجی نہ توئی کہ جس حالت میں ہے۔

اسی لشکر کے جہاں اسے جب اتوار سے گزارا ہے، تو ہاکی میں خوف مری نے نہیں گرا، تو ابھی تک حاکم نہ آیا۔ چنے ہاکیوں سے کہ ہر کر، تاکہ اگر کوئی کا اسی لشکر اتوار میں داخل ہوا ہے۔

میر تقی میر اس دن لشکر کے عقب میں تھے اور سفید چم پر سوار تھے، یہ چم شہر جوش نے آپ کو لکھا کہ یہ گھوڑا تھا اور اس کا نام شہب تھا۔ جوش نے کہا کہ میں حضرت قطب راہمداں کو لکھا تھا کہ آپ میر تقی میر کے عقب میں تھے۔ وہ اس چم کے ”مے“ کے گل روئے تھے۔

ہاں، ایک نئی خوف نگری اس قدر خفہ سے اب دو عالم کا ایک تھا کہ سلامی فکری سے اس
عصر کے دزدہ میں داخل ہونے پر بھی حمدا کا حکم نہ دیا، تاہم پھر یہ فکری سلام و دوش داخل
ہو گیا۔ اس وقت ہاں میں خوف نگر نگر سے حمدا کا حکم دیا، وہ دن کے انظر سے کہیں کا ہوا
سے نکل کر سلامی فکری پر چھوڑا اور تیراں کی اس شروع کر دی۔

مسلمان رہ جانے کی حالت میں تھے۔ اس پہنچنے والے حصے سے اس قدر خوفزدہ ہوئے کہ
 دار میں لائن بھی۔ سو رستوں نے اپنی کاتھدک کہ جس راستے سے دار میں داخل ہوئے
 کسی راستے سے لکھ جائیں۔

۱۲ دستوں کے ۱۸ سے صحابہ چاروں ہو گئی۔ سبھی بھگتے تھے۔ خداوند نے اس قدر کے متعلق سورۃ توبہ کی آیت ۲۵ اور ۲۶ میں اس طرح فرمایا:

﴿فَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاجِيئِ كَثِيرَةٍ وَوَهَبَ لَكُمْ يَوْمَ ذَلِكَ إِدْرَاجًا مِمَّا تَسْأَلُونَ ۖ ثُمَّ لَقِيَ اللَّهُ تَعَالَى فِي حُجَّتِهِ أُولَئِكَ لَنُفِخَ فِي سُورَةٍ نَادِيهِمْ فِيهَا يَأْتِيكُمُ الْمَوْتُ أَتُوعَدُونَ ۚ﴾

جب ہوا تو دیکھ کر مسلمان کے ہاتھ کانٹوں سے کے رہے ہیں تو انھوں نے
 عدالتوں سے جنگ کا فیصلہ کیا اور اسے قبائل کو فوجی طور پر جنگ کی تیاری کے لیے کہا۔ چار
 مئی میں ہزار فرار ہوئے۔ مشکل مشکل مشکل صوفیوں سے جنگ کے لیے اکٹھا ہو گئے۔ لشکر کے ساتھ
 عورتوں بچوں اور چار پایوں کی بھی ایک بہت سی تعداد تھی۔ ہوازن عورتوں اور بچوں کو جنگ
 میں اس لیے آئے کہ وہ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ میدان
 جنگ میں ہر چیز دوڑے گا کہ چاروں طرف سے لڑیں گے، تاکہ کوئی تعریف لے سکیں اور انھیں اچھا جیوش کے لیے
 کہہ سکیں کہ عزت کا حق ہے۔ تاکہ کوئی ان کی طرف سے شکوک نہ کر سکے۔

ہاں میں کہی ہیں، خالق نہیں ہوا کہ جو ان میں ہزار افراد چھوڑا کھینٹے کر سکے ہوں۔ جب قریش کو اطلاع ہوئی کہ ہون زن نے ہر جہد کے لیے لشکر کھڑا کر دیا ہے جس جن کے دوسرے مسلمانوں کے خلاف آخری کدورت بھی زائل ہو گئی اور وہ مسلمانوں کے شانہ بشانہ ہون زن سے جنگ کے لیے آمادہ ہو گئے تھے، یہ صلوٰۃ ابھی صبح کی تھی اور دوسری بار کسی نے اسرارِ اقدس مسلمانوں کو دیا تاکہ لشکر کو تھوکتے حاصل ہو۔

[illegible]

عقلمند آدم کے چربول دے بغیر کسی خطرہ کے اس دژ سے گزر گئے۔ اس کے کھار
نے بڑی فحشت کی کہ وہ دونوں کو چھان کے دہر سے عبور کا حکم نہاد۔

گر ہر بول فوج کا کھنڈا کہہ دے اور ہر لڑکے کے لیے کھدائی کے لیے مقرر کر دیا تو وہ یقیناً چار لاکھ کے پیچھے دشمن کو چھپا دیکھ سکتے۔ کہتے ہیں یہ عہدیت اس لیے ہوئی کہ مسلمان جنگ نشین میں اپنی طاقت پر معزز تھے اور عام زحمت کاروں کو ہارن میں جھلست نہیں دے

محمد ﷺ نے فرمایا میں صرف اتفاق کر سکتا ہوں کہ تمام دار کبیریں جو میرے حصے میں آئے ہیں انھیں آزاد کروں۔ اس کے علاوہ میرے حصے میں کچھ بھی نہیں۔ دوسرے تمام غلام اور کبیریں دوسروں کی ملکیت ہیں۔ انھیں آزاد کر کے یا نہ کرنے کا اختیار ملتا انھی کو ہے۔ محمد ﷺ سے اپنے تمام غلاموں اور کبیروں کو تو آپ ﷺ کے حصہ میں آئے تھے آزاد کرو۔

آپ ﷺ کی تقلید میں شیخ بن ابی حباب سے بھی ایسے حصہ کے غلام اور کبیریں آزاد کر دیں۔ ابوبکر اور عمرؓ نے بھی تقلید کی اور اپنے اپنے حصہ کو آزاد کر دیا۔ باقی تمام مسلمانوں نے حسب یہ دیکھا کہ یہ دکان اسلام نے اپنے حصے کے غلاموں اور کبیروں کو آزاد کر دیا ہے تو انھوں نے بھی اپنے حصہ کے غلام اور کبیریں آزاد کر دیں مگر مالی قیمت واپس نہ کیا۔

آزاد ہونے والوں میں ایک بن عوف بھی تھا۔ اس کو اس کا مال بھی واپس نہ لیا۔ اس کا مال محمد ﷺ کے حصے میں آیا تھا۔ وہ آپ ﷺ سے واپس کر دیا۔ مالک بن عوف ہوازن کا پہلا راہی جگہ سہیل ہو گیا۔

اس مرحلہ مالی قیمت کی تعمیر کا مسئلہ نہٹ گیا اور محمد ﷺ واپس خاک شریف لے گئے۔ یہ صریح دین میں کچھ نہیں آیا تھا۔ سلاوی لشکر کے دو لوگ جو خاک شریف میں مصروف جنگ تھے، خاک شریف کو سرنگوں کر گئے۔ لیکن ہوازن قبیل کے سلام قبول کر لینے کے بعد خاک شریف مسلمانوں کے نزدیک ایک خدشا بن گیا۔ بلکہ ایک جڑی کی شکل اختیار کر گیا تھا جس کے چاروں طرف اسلام نے احاطہ کر لیا تھا۔

محمد ﷺ نے دیکھا کہ خاک شریف کے یہ صرہ کے لیے گرا گیا چھوٹا سا لشکر چاروں طرف سے تو یہ شہر بنیر جنگ کیے بھوک اور پیاس کی وجہ سے سرنگوں ہو گیا۔ لہٰذا یمنیان کو ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ یہ صرہ پار دے رکھنے کی ہدایت فرما کر نبی ﷺ مسلمانوں کے ساتھ مل کر شریف سے آئے۔

کی رضائی بہن ہوں۔ جب میرے آپ ﷺ کو دودھ پانا کرنی تھی میں بھی دودھ پیا کرتی تھی۔ اس نے ایک دلم کا ٹکڑا جو کہ اس کے ہاتھ پر تھا دکھاتے ہوئے عرض کی جب میں وہ آپ ﷺ چھوئے تھے اور انکے کھانا کرتے تھے آپ ﷺ نے سوا مجھے بھروسہ نہ کیا تھا۔ یہ نشان اس پر ہے کہ آپ ﷺ مجھے مسلمانوں کی کبیر میں نہ دیں۔

محمد ﷺ نے فرمایا اسے میرا تمام مال ہو کہ مسلمان ہو کر۔ اور دلم کی ہر کرنا

اس عورت نے کہا نہیں، محمد ﷺ میری آزادی دیکھ رہے ہیں کہ میں میرا مال واپس چلی جاؤں اور میری زندگی بسر کروں۔

محمد ﷺ سے فرمایا میں تمھیں آزاد نہیں کر سکتا مگر ایک ترکہ سے اور وہ یہ کہ غلام کی تقسیم کے وقت تو میرے حصے میں آئے۔ اس صورت میں تو میری کبیر ہوگی، میں تمھیں آزاد کروں گا۔

اس طریقہ پر عمل کیا گیا۔ میں محمد ﷺ کے حصے میں شامل ہوئی اور آزاد کر دی گئی۔ نبی آزادی کے بعد میں نے درخواست کی کہ میرا شوہر بھی میرے ہاں آئے۔ ہوازن کے مسالین اسے بھی غلام بنایا جائے گا۔ اسے بھی آزاد کیا جائے۔

محمد ﷺ نے ایک بار پھر درخواست کی کہ اسے میرے حصے میں شامل کیا جائے۔ یہی کیا گیا اور شوہر اسلام ﷺ سے بھی آزاد کر دیا۔

جب بور بور قبیلوں نے دیکھا کہ شہر واپس کا شوہر آزاد ہو گئے ہیں۔ انھوں نے بھی اپنا فرماندار محمد ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ ہم عہدہ کے قید سے ہیں۔ اس نسبت سے آپ ﷺ کے رضائی بنیں بھئی ہیں، واپس ہمیں بھی فدائی کی دکانی کے لیے آزاد کیا جائے تاکہ ہم اپنے قید خانوں میں واپس جا سکیں۔

محمد ﷺ سے فرمایا میں اب انھیں کر سکتا اس لیے کہ تم سب مسلمانوں میں تقسیم ہو چکے ہو۔ ہوازن سے فرماندار نے کہا آپ ﷺ اس طرح برداشت کریں گے کہ آپ ﷺ کے رضائی بہن بھئی تمام و کبیر ہیں۔

ہوئے۔ انصار محمد ﷺ کے مدینہ روانہ ہونے پر اس قدر خوش تھے کہ عقدہ کرتے اور شعر پڑھتے روانہ ہوئے۔

محمد ﷺ نے مدینہ روانہ ہونے سے تقریباً ایک جوتن سزا کو کہ ہنوز اس کی قرین سال بھی نہ تھی۔ مکہ میں بطور خفیہ مقرر فرمایا۔ یہ جوتن قید ہوا ایسے یعنی یوسفیان کے قید سے تھا۔ مکہ میں مسلمانوں کے کام اور مصروفیت اس کے پورا کیے۔

اب ہم خلیفہ اسلام ﷺ کی مدنی کے اس حصہ کو ذکر کرتے ہیں جسے عام الفاظ کہہ گیا ہے سال و ہجری کو مسلمان عام انوفو کہتے ہیں۔ یعنی دو سال جس میں سطر اور لہ اندے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ اس تاریخ سے ۷ سال قبل محمد ﷺ نے اس لیے کہ کئی تکرار اپنے چائیں، انجور، بوکر، گدے کو خرید دیا تھا اور بوکر حضرت کے ہمراہ مدینہ روانہ ہوئے تھے۔ اس غار میں بتائی تھی جہاں ماہر اس کے اٹنے کا بھی خبر دیا۔

اس سطر میں خلیفہ اسلام ﷺ کے سر کی قیمت بھی مقرر ہوئی۔ اعلان ہوا تھا کہ جو شخص محمد ﷺ کو گرنے یا مراد لانے کا یا ایک سواختہ انعام دیا جائے گا۔ آٹھ نو سال بعد محمد ﷺ مکہ تشریف کر کے تھے، درود قرآن لوگ جو غاضب میں آپ ﷺ کے دشمن تھے اور آپ ﷺ کے قتل کے روپ تھے آج اسلام کے مدنی تھے۔ حتیٰ کہ مکرر میں ایضاً آپ ﷺ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان ہوا اور بعد ازاں ایک جنگ میں شہادت پائی۔

الایضاً جو کہ جنگ اُحد و خندق میں مدنی فوج کا پورا رہے، مسلمان ہوئے۔ آپ ﷺ نے انہیں حاکم بن کر مقرر فرمایا۔

خاندان دہید مشرکین کے بڑے سرداروں میں سے تھے۔ اسلام کا ایک بہت بڑا کامیاب اور پھر سالار ثابت ہوئے اور سیف اللہ کا لقب پایا۔

محمد ﷺ نے ۱۱ ہجری میں نہ صرف مکہ کو فتح کیا بلکہ پورے جزیرہ نمے عرب پر اسلام کا پرچم برادر تھا۔ یعنی تمام جزیرہ نمے عرب مسلمان ہو چکا تھا یا اسلام سے موافقت کر چکا تھا۔ جب جزیرہ نمے عرب کی وسعت پر نگاہ ڈالتے ہیں تو عمارہ ہوتا ہے کہ

وفود کی پذیرائی کا سال

محمد ﷺ کے مکہ تشریف سے جانے کے بعد انصار نے ہجرت مدنی کا اہتمام کرتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے موازن کے واسطے میں سے قرین مسلمانوں کو زیادہ حصہ دیا ہے۔

یہ شکایت صحیح تھی۔ مال قیمت کی تقسیم کے وقت آپ ﷺ نے انصار سے زیادہ قریش کا خیال کیا۔ لیکن اب بھی نہیں کہ انصار کا حصہ قریش کو دے دیا ہو۔

قانون کے مطابق مال قیمت کا ایک پنجم خلیفہ اسلام ﷺ اور ان کے اقرباء کے لیے تھا۔ محمد ﷺ ہمیشہ اپنے حصہ و دوسروں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اس سطر میں اپنے حصے کے مال قیمت کو قریش میں تقسیم فرمایا تاکہ وہ خوش ہو جائیں۔ خلیفہ اسلام ﷺ نے قریش کے ساتھ محبت بھرا مذاق ضروری خیال کیا کہ یہ پوراہہ مسلمان ہوئے ہیں۔ اس طرح اسلام سے ن کا قطع پختہ ہو جائے گا۔

انصار کو شکایت کا حق نہیں دیکھتا تھا۔ پھر بھی محمد ﷺ نے ان کی دل جڑی کے لیے فرمایا حصص صرف اس وجہ سے دل گیر نہیں ہونا چاہیے کہ اس سطر میں قریش کو آپ سے زیادہ حصہ ملا۔ آخر وہ مدنی میں رہیں گے اور اس میں تو لوگوں کے ساتھ مدینہ میں رہوں گا اور وہاں ہم باہم لڑ کر زندگی بسر کریں گے۔ آپ ﷺ نے اسے ایک شتر اور چند بکریاں بطور حصہ زیادہ اہمیت دینی تھی یا یہ کہ تم اپنے ساتھ خلیفہ اسلام ﷺ کو زندگی بسر کے لیے جانا۔ یہاں تک کہ تم بے کراں ہو۔ خلیفہ کے ساتھ زندگی بسر کرنا تمہارے لیے کتنا بڑا شرف ہے۔ خداوند اس معاہدے سے نہ صرف حصص بلکہ تمہاری اولاد کو بھی اپنی رحمت کا شوق کرے گا۔

مگر وائیں آئے کہ چند روز بعد محمد ﷺ وودہ کے مطابق انصار کے ساتھ مدینہ روانہ

پیغمبر اسلام ﷺ ان ہجری سے ۹ ہجری تک روز نہ اسلٹا ۸۴۲ مریخ کو مریخ راہی کو مسافت اسلام کے تحت لائے۔

مسلم ابتدا میں اس قدر مطمئن تھے کہ مکہ میں جنگوں میں جو مشرکین سے لڑی گئیں ہر روز مجاہدین کے پاس سواری کے لیے ایک اونٹ ہوتا تھا۔ جنگ ہر میں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے، مجاہدوں کی تعداد صرف تیس سو تیرہ تھی اور گھوڑوں کی تعداد صرف دو تھی لیکن بعد میں مصائب اس قدر آتی و روڑات مندر ہو گئے کہ جنگیں جنگوں میں مسلمانوں کے پاس یہ بزرگ گھوڑے تھے اور جنگ ہتک جس کا ذکر بعد میں آئے گا سو فی ظفر میں دس سو گھوڑے دیکھے جا سکتے تھے۔

مسلمانوں نے مکہ پر حملہ میں صرف چار مجاہدوں کے ساتھ جنگ کی۔
دوسری جنگ، جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۰ تھی۔ جنگ اُحد میں سات سو تین گھوڑے ہتک میں مسلمانوں کا ٹکڑا تیس (۳۰) ہزار افراد پر مشتمل تھا۔
تیسری تعداد، ہزارہ جنگوں میں برائے نام تھے اور بعض میں بیڑا زیادہ۔
مگر جس عقیم رقبہ پر مسلمانوں سے تعریف حاصل کیا اس کے تناسب سے یہ تعدادات قطعی زیادہ نہیں ہیں۔

دو لوگ جو ۹ ہجری تک مسلمان ہو چکے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ اسلام کے پانچ ارکان میں

۱۔ تشہد یعنی خدا ایک ہے، محمد ﷺ اس کے پیغمبر ہوئے رسول ﷺ ہیں۔

۲۔ صوم یعنی نماز پڑھنا نہ ہر روز مقررین اوقات میں پڑھنا۔

۳۔ صوم یعنی سارے کے ایک مخصوص مہینہ میں روزے رکھنا۔

۴۔ زکوٰۃ یعنی سالانہ مال کی مخصوص جو کہ ہر مسلمان اپنے اموال کے تناسب سے

اسلامی حکومت کو ادا کرے۔

۵۔ حج یعنی زیارت خانہ کعبہ اس صورت میں کہ مسلمان مرد یا عورت میں اتنی مالی

تسلطاعت ہو۔

جن چھ ہجری کے سات پیغمبر اسلام ﷺ نے سفیروں اور خلف و فو کو جو بن قباہ کی

حرف سے آتے رہے جب اس کی عمر دس سال تھی، پھر پانچ سال ہوئی۔ چنانچہ اس سال رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی۔ پانچ سال کا نام بوفوؤ کے نام سے یاد کیا گیا۔

محمد ﷺ کی حیثیت چارے کے زیر نمانے عرب میں اس وقت تک مذہبی، سیاسی اور فوجی سربراہ کی تھی۔ لیکن جب سر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مشددہ کرنے کے آپ ﷺ ایک مجھ کی چٹائی پر تشریف فرما ہیں اور مگر کا سامن دیں ہی ہے جسے پیسے ہوتا تھا۔

جب سیرمے تو بائیں کی راہنہ کی فرماتے اور آپ ﷺ کی خدمت میں لے جاتے۔ عربستان کے قبیلوں کے طبر جب مدینہ میں داخل ہوتے تو انہیں مکہ کی وجہ میں روک دیا جاتا تھا۔ عربستان کے قبیلوں کے طبر جب مدینہ میں داخل ہوتے تو انہیں مکہ کی وجہ میں روک دیا جاتا تھا۔ عربستان کے قبیلوں کے طبر جب مدینہ میں داخل ہوتے تو انہیں مکہ کی وجہ میں روک دیا جاتا تھا۔

یاد چوڑاں کے کہ سلام چارے کے زیر نمانے عرب میں بھیج چکا تھا، محمد ﷺ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا تھا، اس لیے کہ ہر دو اہل کتاب تھے۔

خبر اسلام ﷺ نے اراکیت، حلف انہیں کو خود خدا کا اس کا حق حسب ذیل ہے "تسبیحہ اللہ الرحمن الرحیم" خبر اسلام ﷺ کی طرف سے انہیں کے مقتد اعظم اور دوسرے پادریوں کے ہم، اراکیت، مقتد اعظم، اراکیت اور پادریوں پر یہ واضح ہوتا ہے کہ یہی خدا کا حق اور مسودہ ہا کی عمر کی وقت قدم حسب سابق اس کے پاس لے رہے تھے۔ خداوند اس کا رسول ﷺ اس کی حمایت کرتے ہیں۔ (اس خود میں خبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں) کوئی مقتد اعظم، مقتد پادری، اپنے قدم سے ہٹا نہیں جائے گا۔ ان کے حقوق و اعتبار کا خیال رکھا جائے گا اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی اور کسی بھی مذہب کو ہم کو تبدیلی نہیں کی جائے گا اور کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی جائے گی اور ان سے بھی ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ کسی قسم کی مزاحمت نہیں کریں گے۔

اس خط سے یہ ہر ہوتا ہے عیسائی اور اسی طرح یہودی بھی اپنے مذہبی مذہب کی اراکیت



کے بے جزیروں سے عرب میں کافی زادہ تھے اور کوئی مسلمان ان کے مذہبی امور کی دیکھی
میں حرام نہیں مانتا تھا۔

سن ۹ ہجری میں نجران کے یہودیوں کا ایک وفد پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں مدینہ
میں حاضر ہوا۔ یہ وفد اسقف عظیم اور کاروت واسقف مہر ساج اور دیگر رئیس کاروان پر مشتمل تھا۔
نجران کے اس وفد میں دس آدمی تھے جب محمد ﷺ کی ملاقات کے لیے جانے لگے اور پتا
لا دیا کہ انہیں اس پہنچا تو اہل مدینہ ان کے لباس کو تحرمت سے دیکھتے تھے۔

یہ وفد جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو پہنے مذہبی دھنک کی دایم کی اجازت
چاہی۔ محمد ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ مذہبی سبج میں اچھی بات انجام دیں۔ دوسرے بھی
چلے گئے اور عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کر کے اپنے مذہبی وظائف انجام دیے۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ یہاں نہیں کے بے خصوصی احترام کے
قابل تھے اس لیے کہ قرآن میں یہودیوں کو ازہر مجرم شمار کرتا ہے۔ خداوند نے سورۃ مائدہ کی
آیات میں ان کی پانچ باتیں بیان کیں جو کور و عزت و قدر دہانی قرار دیے ہیں۔

﴿تَجِدُنَا أَكْثَرُ النَّاسِ أَهْلًا بِالْغَيْبِ﴾ اَهُلُو الْبَيْتِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَقَدْ جَاءَتْ
الرَّسُولَ مَوْفِدًا لِلْبَيْتِ اَهُلُو الْبَيْتِ فَلَوْلَا اِيَّاكَ تَصَوَّرَ خَلْقًا يَأْكُلُ مِنْهُمُ الْفَيْسُوفِيْنَ وَ
رُحَمَاءُ وَالْقَوْمَ لَا يُشْكِرُونَ ﴿۱﴾ "تم آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عدالت
رکھنے والے، آپ نے یہود اور ان مشرکین کو پائیس کے دور میں مسلمانوں کے
ساتھ دینی رکھنے کے قریب تر ان لوگوں کو پائیس کا جو آپ نے کونھاری کہتے ہیں۔

یہ اس سبب سے ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت سے تارک الدنیا
درویش ہیں اور یہی سبب ہے کہ یہ لوگ حکیم نہیں ہیں۔" (مائدہ ۸۴)

﴿وَقَدْ سَمِعُوا مَا قُرِئَ لَهُمْ فَتَوَلَّوْا مِنْهُمْ وَتَوَلَّوْا مِنْ الْبَيْتِ﴾ اَهُلُو الْبَيْتِ
مِنَ الْحَقِّ يَتَوَلَّوْنَ رُسُلًا كَانَتْ مَعَهُ الشَّاهِدِيْنَ ﴿۲﴾ "اور جب وہ اس کو سنتے
تھے، جو کہ دوسری طرف بھاگ گیا ہے، تو آپ نے ان کی سمجھیں انہوں نے سے ہمتی ہوئی

دیکھتے ہیں۔ اس لیے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا، وہ یوں کہتے ہیں کہ سے وہ اسے دہا
ہم مسلمان ہو گئے۔ ہم کو بھی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ رکھ لیجئے۔" (مائدہ ۸۴)

﴿وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ حَقِّهِمْ أَشَدُّ حَقًّا﴾ وَ تَطْعَمُونَ مِنْ يَدِ جَدِّكُمْ وَ تَسْتَفِئُونَ
الْفَقِيرَ الْمُتَوَكِّلَ ﴿۳﴾ "اور وہ اسے پائیس کون سا سہارے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور حق پر ہم
کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لائیں۔ اور اس بات کی مینہ رکھیں کہ ہمارے ہم کو ایک
لوگوں کی سمیت میں داخل کر دے گا۔" (مائدہ ۸۴: ۵)

﴿لَقَدْ كُنْتُمْ أَهْلًا بِخِلَافِهِمْ خَفَرْتُمْ مِنْهُمْ فَاتَّخَذُوا الْآلِهَةَ حُرُوفًا فَفَتِنَا﴾ وَ قَدْ كُنْتُمْ
جَرَاءَةً الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۴﴾ "سو ان کو اللہ تعالیٰ ان کے قول کے صدر میں ایسے بارش دی
کے جن کے پیچھے نہیں بہہ رہی ہوں گی، یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ ہیں کے اور نیکو کاروں
کا ایکی اصل ہے۔" (مائدہ ۸۵)

یہ موضوع بھی قابل توجہ ہے کہ کچھ آیات سے عیسائیوں کی تشریف میں شہ جوش کے
مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک کی مسابقت سے ناظر ہوئیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ
محمد ﷺ زندگی کے آخری دن تک عیسائیوں کے متعلق نیک خواہش رہے۔

سن ۹ ہجری مطابق ۶۳۱ عیسوی میں حج کے موقع پر بت پرستوں نے بھی مسلمانوں کے
ساتھ ہی حالت خدائی زیارت کی۔ یہاں ہر حال آخری سال تک ہر بت پرستوں نے حج کا
کیا۔ خداوند نے ۹ ہجری کے بعد زیارت خانہ کعبہ پر بت پرستوں کے بے مروت قرار سے وہی
اور یہ حکم قرآن کی نویں صورت کی آیت میں آیت میں درج ہے

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا رَبِّهِ الشُّفُوكُونَ تَعَصُّوا فَلَا تَفْرُقُوا الْفِرَاقَ تَعَصُّوا
غَايِبُهُمُ الْبَيْتِ﴾ "اے ایمان والو! جان لو کہ مشرکین نہیں ہیں۔ اس سال (یعنی
۹ ہجری) کے بعد یہ صحیح حرام میں داخل نہ ہو۔"

چنانچہ ۹ ہجری سے بت پرستوں کے لیے زیارت خانہ کعبہ منور قرار دے دی گئی۔
محمد ﷺ چنانچہ ہزار مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے زیارت کعبہ کے لیے نکلے ہوئے۔ اس

احاط کرتا ہو جو کچھ شتم سے کہتا ہوں اس پر عمل کرنا۔ شاید یہ آخری موقع ہو کہ میں یہاں مسللوں کے اس بڑے اجتماع میں شرکت کر دوں اور انہیں چاہتا کہ آئندہ سال مجھے یہاں آنے کا راجہ سے خطاب کرنے کا موقع ملے گا یا نہیں۔

اسے ہوگا اگر تم خدا سے اڑتے رہو گے، اس کی احاطت کرو گے تو تمہاری جان ویت اور حیثیت پر فوق کے گزرنے سے جب تک خدا کو سحر ہوگا مٹتا رہے گی۔ وہ جسیں اپنے پاس لے گا اور اس روز تمہاری بچکان اس سے ہوگی۔

اس موقع پر پیغمبر اسلام ﷺ نے موضوع غلبہ پر اور فرمایا:

کیا میں نے وہیڈہ پتھری بخولی انہیں دیا ہے یہ جس کا خدا کو ہو رہا کہ یہ تو نے جو عقیدہ میرے پر رکھا وہ انہی کو مانگا ہے یا نہیں؟

لوگوں نے ہنسا اڑا کر اسے کہا، ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے وہیڈہ پتھری بخولی انہیں دیا ہے۔ پھر خدا کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرنا اور کسی طرح انہیں دینا میری وصیت ہے۔ یہ ہر وہ شخص جس کے پاس دوسرے کی نانت ہو اور اس نانت کو اس حالت میں دوسرے کو دینا پس کرے اور امانت میں خیانت نہ کرے۔

اسے لوگوں اور سے پرہیز کرنا، جاہلیت و نادانوں کی اسلام میں ممنوع ہو چکی ہے۔ لیکن تمہارا میں سر دینا تم پر عطا ہے۔ خدا نے فرمایا "سو غریبی مت کرو" اور پھر شخص جس کا سودی میں دین میں غم کرنا ہوں وہ میرے چچا جہاں میں خدا کا مطلب ہیں۔

اسے لوگوں کو کوئی گل کرے تو اس کو اس طرح قتل کیا جائے گا۔ گھر کا نقل ہو جائے اور عمارت ہو اور مستحق پھر یا نکلی کی ضرب سے مراد ہو تو قاتل ایک سو اوت دہت اور کرے اور کسی صورت قاتل سے ایک سو اوت سے زیادہ موت مانگا اور اگر اس سے زیادہ مطالبہ کیا تو گویا تم نے وہ دہت چاہی ہے کہ تم کی جھڑکی کی۔

اس موقع پر پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کیا میں چاہتا ہوں انہیں دینے میں کامیاب ہوں یا نہیں؟ خدا تو گواہ رہا کہ آقا

میں پیغمبر اسلام ﷺ نے انہیں نہایت کج عمل میں پر انہیں دینے کی مناسبت سے وہ طریقہ جس پر آپ ﷺ نے کج دیکھت قرار دیا اور آج تک مسلمان کج میں کسی مرام ادا کرتے ہیں۔

ہمارے کہنے کا یہ مطلب تھا کہ اس سے پہلے پیغمبر اسلام ﷺ نے مسلمان کج میں نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کج میں پیغمبر اسلام ﷺ خود یا دوست کو نہیں گئے تھے اور نہ انھوں نے وہ جنگ کر کے کدش دیا ہونے اور اس سے قبل ایک بار جبکہ ذکر کیا جا چکا ہے، مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ زیارت خانہ کعبہ کے لیے گئے مگر انہیں نہایت کج دیکھتے تھے۔ اس سے قبل سات سال تک آپ ﷺ نے مدینہ میں زندگی بسر کی اور خانہ کعبہ کی زیارت کو نہ گئے تھے۔

پھر اس لمحہ ﷺ نے اس سال مکمل مسلمان کج اور فرمائے۔ احرام باندھا، سات بار طواف کیا اور صفہ دوسروں کے درمیان سہی کی۔ یہ سب عاجز و اذلیل و پست کی یاد میں انہیں دی جاتی ہے۔ وہ ان دنوں کے درمیان پانی کی تلاش میں سرگرداں ہوئی تھیں۔

محمد ﷺ نے ذی الحجہ ۹ کو تمام مسلمانوں کو جو حج کی ادائیگی کے لیے آئے ہوئے تھے عرفات میں جملہ ارعہ پر جمع کیا تاکہ ان سے خطاب کر سکیں۔ اس موقع پر مسلمانوں کے ہزاروں کی فیر دھب کے فریاد اچھڑا دیں۔

محمد ﷺ مسلمانوں کو خیر دینا چاہتے تھے۔ انھوں نے خیال کیا کہ ان ﷺ کی آواز اور تمام مسلمانوں تک جس جگہ تک پہنچی۔ چنانچہ اس مقصد سے کہ سب مسلمان خیر میں نہیں انھوں نے کچھ فرادہ کو بند آواز دے، کچھ کچھ سامنے پر مسلمانوں کے جناح میں کھڑے کیا، تاکہ جو کچھ محمد ﷺ فرمائیں وہ بجا کر لیں۔ بندہ مسلمانوں نے اس خیر کے خیر دہان کا نام دیا۔ حکمرانوں نے اسے فراموش سے یک جہل مٹا دیا۔ دوسرے روئے ہی امید۔

پیغمبر خدا ﷺ نے خیر شروع کیا۔ خیر کا ابتدا خدا کے نام سے کی۔ خدا کی حمد کے بعد شہادتیں پڑھیں اور فرمایا:

اے اللہ کے بندوں میں جسیں وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہنا۔ اس کی

دلیفہ جو تو نے میرے لئے رکھا کیا وہ انہی کو کچھ بھی نہ دے گا۔ لوگ بلند آواز سے پکارے۔ ہم شہادت دیجئے ہیں کہ آپ نے اپنا دلیفہ بخوبی انہماں دیا ہے۔

اس کے بعد پھر چلے گئے فرمایا

اے دو گویا "دلیفہ" جسکی ہے اس لیے کہ اسے معلوم ہے کہ تمہاری سر زمین بھی سر زمین اسلام میں کوئی اس کی پرستش نہیں کرے گا لیکن وہ کوشش کرے گا کہ وہ سرے سے حدات پر اس کی پرستش ہو۔

اسے معلوم ہے کہ تمہارا اے مذہبی امور میں اسے دالعت کی قدرت نہیں۔ لیکن پھر بھی وہ کوشش کرے گا کہ تمہارے غیر مذہبی امور اور تمہاری دینی کے فراموشی میں دالعت کرے۔ اس سے حذر کرنا۔ اس کے چھوٹنے اور بے ہیبت کاسوں میں بھی طوط نہ ہوتا کہ اس کے سے ٹھوڑا کرنے کی جگہ نہ رہے ورنہ ایک دن وہ تمہارے مذہب کو نقصان پہنچائے گا۔

سے کوئی وہ ہائے حرام کا کسی دوسرے میں سے چارہ نہ دالعت ہے۔ بے ایمان لوگوں نے یہ روایت قائم کی ہے۔ چنانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے تھے اس لیے یہ بدعت قائم کی اور اگر وہ ہوتے وہ ایک سال میں جس میں نہ کوئی کام نہ ہوتا کرتے گئے سال اسے اور حرام قرار دے بیٹے۔

اسم میں تمام میں اسے اس طور خداوند انہماں اور اس میں اور کتاب الہی میں ان کا کر کیا، مثنیٰ دارہ میں ہیں۔ اس دالعت سے جب خداوند نے زمین و آسمان بنائے بارہ میں نے ہی تھے۔ ان بارہ میں میں سے چارہ حرام ہیں۔ نا چارہ میں میں سے تین تو کچے ہندو دیگر سے آتے ہیں اور دو عورت کے میں ہیں، دو بیٹھ، ڈی ایل، عزم، اور چھ میں میں ہے جو جمادی الاخرہ اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔

اے دو گویا اس میں تمہاری مستور کی بابت کھٹو کرتا ہوں۔ تمہاری عورتیں تم پر حق رکھتی ہیں اور تم اپنی عورتوں پر حق رکھتے ہو۔ ان کا دلیفہ یہ ہے کہ تمہارے سبز پر کسی

غیر مرد کو تنے کی اجازت نہ دینی اور وہ لوگ جن میں تم پہنچ کر تے انہیں اپنے گھروں میں داخل نہ ہونے دیں۔ اور اگر انہوں نے ان کا خاکہ پر عمل نہ کیا تو خداوند کی طرف سے تمہیں جازت ہے کہ ان سے عہدہ سبز میں اس حاکم کرو۔ انہیں چھڑا کر شدت سے نہیں اور کہ وہ تمہاری طاقت کریں اور اپنا دلیفہ بخوبی انہماں دیں تو انہیں مناسب طور پر انہماں کرو اور مناسب ہاں پہنچا کر انہیں چاہے کہ اپنی عورتوں سے بہترین سلوک کرو اس لیے کہ وہ تمہارے گھروں میں مجھوں ہیں اور خود سے احتیاج نہیں رکھتیں۔ اور وہ جو گھر میں مجھوں ہو اور بخیرانہ ہوں اس سے محبت اور شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ تمہاری عورتیں خداوند کی طرف سے تمہارے پاس لائیں ہیں۔ اس نے تمہیں اجازت دی ہے کہ اس کے کام کے وسیعہ سے اس کے نزدیک آؤ (یعنی سودی قانون کے مطابق ان سے ازدواج کرو)۔ خدا سے ڈرو اور اپنی عورتوں سے بہترین برتاؤ کرو۔

ایک مرتبہ پھر بتلوا کہ انہماں فرمایا

آپ اس کا دلیفہ کس طور پر انہماں دے گا ہوں یا نہیں؟ خدا یا تو گواہ رہا کہ آج جو دلیفہ تو نے میرے پر کیا میں سے کس طرح انہماں دیا ہے یا نہیں؟ لوگوں نے بلند آواز سے جواب دیا ہم شہادت دیجئے ہیں کہ آپ اللہ نے اپنے دلیفہ اس میں طریقہ سے انجام دیا ہے۔

پھر اللہ نے فرمایا

سے لوگو! جو دین اسلام پر یکساں دالعت ہو، تم میں میں بھائی بھائی ہو۔ ایک بھائی کا مال دوسرے میں میں پر چارہ نہیں، اور مسلمان کو چاہت نہیں کہ ایک مسلمان کے مال میں تصرف کرے مگر یہ کہ اس کی رضا مندی سے سے لوگو! میرے مرنے کے بعد ایک دوسرے کی جان دالے کے دے نہ ہو چارہ اور ایک دوسرے کو گل نہ کرنا۔ اسوی انوت کو قائم رکھنا۔ میں چلا جاؤں گا تمہارے دوسرے کو جو نہیں ہوں گا۔ لیکن میری موت کے بعد خدا کی کتاب اور میری سنت تمہاری رہنمائی کرے گی، اور تمہیں گمراہ ہونے سے بچائے گی۔

بر خدا کی رحمت ہوگی۔ تم فرشتے اور افراد بشر اس پر اہست بھینس کے اور روزِ جزا اس قصص سے بہت اور فدیہ قبول نہیں ہوگا۔

محمد ﷺ نے اپن خلیفہ الاسلام بن حکم (مثنیٰ تم پر مسرتی ہو) پُر خوش کیا۔

اس خلیفہ کو کن کر حاضرین بہت حائر ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق اس روز جنبل المرتز پر ایک، کہ چالیس ہزار مسلمانوں کا مجمع تھا، جنہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کا خلیفہ بنا دیا۔ جب محمد ﷺ کلماتِ دعا فرماتے، لوگ اس کی تکرار کرتے۔ خصوصاً اس وقت جب محمد ﷺ اپنے خلیفہ کی بخوبی انجام دہی کے متعلق پوچھتے ہوئے بلند آواز میں جڑ شہادت دیتے وہ دونوں کو بہت زیادہ حائر کر چکی تھی۔

جب لوگ یک آواز ہو کر محمد ﷺ کے جواب میں گواہی دیتے تو کہہ دو من روز آئیں گے۔ وہ دو گھنٹوں میں اسے اس روز حیدتِ زمہ کی کے "خزنی ہو تک انھوں نے اسے فرموش نہ کیا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دن خلیفہ بننے والے مسلمانوں کے جود کے برابر، وہ اس کا انکار نہ کر سکتا تھا۔

ہم جب کہ خلیفہ کو پتہ چلتے ہیں، حالانکہ ہم پر یمن ہیں اور ہم نے پیغمبر ﷺ کی آواز نہیں سنی اور اس روز اس اجتماع میں شامل نہیں تھے، مگر بھی بہت زیادہ حائر ہوتے ہیں۔ کیا وہ لوگ جنہوں سے اس دن جنبل المرتز میں یہ خلیفہ اپنے کاؤس سنا اور ان کی صورت بھی دیکھ رہے تھے۔ یہ بھی گواہی دے رہا ہے کہ عربستان میں کام کی ایک بڑی طاقت اور تاریخی عرب باد کی زون کام سے اس طرح اثر پڑنے پر کوئی قسمی کشیدہ آجہاوری محسوس نہیں ہے۔

اس خلیفہ کو خلیفہ الجبل بھی کہتے ہیں۔

لیکن کثرت نے اس دن کے خلیفہ کو خلیفہ الجبل کا نام دیا ہے اور آج بھی اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ خلیفہ اسلام میں بہت مؤثر ہے۔ آج بھی مؤثر ہے اور تمام مسلمان جو کچھ پڑھ سکتے ہیں اس خلیفہ کو حاکم کہتے ہیں۔



آپ کا خلیفہ انجام دینے میں کامیاب ہو جس کو نہیں؟ خلیفہ کو کو رہنا کہ آج جو خلیفہ بنے میرے (اس کا گایا میں نے ہاں انجام دیا ہے یا نہیں؟)

لوگوں نے بلند آواز میں جواب دیا:

ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنا خلیفہ بخوبی انجام دیا ہے۔

محمد ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو! تمہارا خدا ایک ہے اور تمہارا خدا بھی ایک تھا۔ تم سب دہم کے بیٹے ہو اور آدم حاکم سے پیدا کیے گئے تھے، لہذا تمہارا خیر حاکم سے ہے۔ تم میں سے کوئی کسی سے برتر نہیں۔ خدا کے نزدیک وہ ہے جو خدا سے زیادہ دانا ہو اور جان لو کہ کوئی عرب یا عجمی نہیں کر سکتا کہ وہ کی خبر عرب سے برتر ہے۔ برتری خدا کا حق میں ہے۔

ایک مرتبہ پھر محمد ﷺ نے فرمایا:

آپ میں اپنا خلیفہ بخوبی انجام دے سکا ہوں یا نہیں؟

لوگوں نے بلند آواز میں شہادت دی کہ آپ ﷺ نے اپنا خلیفہ بخوبی انجام دیا ہے۔

محمد ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو! تم جو یہاں جمع ہو، میرے پیغام ان لوگوں کو پہنچا دینا جو یہاں موجود نہیں ہیں تاکہ وہ بھی میرے پیغام سے مطلع ہو جائیں۔

خداوند نے ہر اہل بیت کے لیے ہر اہل بیت میں حصہ مقرر فرما دیا ہے۔ تم اپنا حصہ وراثت کے مطابق وصول کرنا اور بھی انہی وصیت نہ کرنا کہ وہ اس کو مقررہ حصہ سے زیادہ وصول ہو۔ اور اگر تم کسی غیر کے لیے وصیت کرو تو تمہیں موصوم ہو کہ وصیت اس مرتبہ کرنا کہ اس غیر کو جو وراثت نہیں ہے میراث کے ایک تہائی سے زیادہ نہیں پہنچانا ہے۔

اے لوگو! جو تمہیں بچے میں سے متعلق ہیں اور وہ شخص جو تمہیں (شادی شدہ عورت) سے نہ کرے اسے، تمہارا کیا جائے۔ اور وہ شخص جو اپنے باپ کے عہدہ کسی اور کو بنا دے جائے اور وہ تمام ہے جو تمہارے عہدہ کسی دوسرے سے بڑی پہچان کرے، اس

تھے۔ ان دنوں جب بھی مہر شریف لے جاتے تو فرماتے
 سے بھرنے دو، جزا اگر کسی کے ساتھ مجھ سے کوئی روایت ہوئی ہو تو پھر اس کے کہ میں
 اس جہان سے رخصت ہوا ہوں، مجھ سے تمہارا صلہ ہو۔ اگر میں نے کسی کو مارا ہے تو
 آؤ مجھے مارو، میری پٹنہ حاضر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا گھر مدینہ میں (جہاں آپ ﷺ نے اس دنیا سے کوئی نہ فرمایا) مسجد کے
 نزدیک تھا۔ آپ ﷺ کا گھر ایک منزل اور پندرہ چارہ حصہ تھا، جس کی وجہ سے کرسیوں میں
 بہت گرم ہوا کرتا تھا۔ مگر مومن کے درمیان میں بنا ہوا تھا یعنی مومن رہائی حصہ کے چاروں
 اطراف تھا اور ہر وقت چند مہاجرین مومن میں بھرتی رہتی تھیں۔

ایک صبح آپ ﷺ کی حیثیت زیادہ خراب ہو گئی تو آپ ﷺ نے وہاں جمع شدہ افراد
 سے فرمایا کہ جاؤ، میں سے میرے لیے میرے سات کوئوں سے سات بنائے پائی جائیں۔
 لیکن یہ خیال رہے کہ ایک کنویں سے دو بنائے پائی نہ لیا جائے۔ لوگ گئے اور سات کوئوں
 سے سات بنائے پائی سے آئے۔ پھر اسامہ رضی اللہ عنہ نے ہر بنائے میں سے تھوڑا تھوڑا پانی پیا
 اور فرمایا اب میری طبیعت قدرے بہتر ہو گئی ہے۔

یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ محمد ﷺ نے یہ کیا کیا؟ اور کیا سات کوئوں کا
 پانی پینے سے طبیعت میں آوگئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی ایک ہادی عرب کے لیے دو کی
 حیثیت رکھتا ہے۔ پانی کی قدر ہادی عرب ہی حاکم ہے جو تمام عمر تک سے دو چار رہتا ہے۔
 ہم اس کی قدر نہیں جان سکتے کیوں کہ ہادی و دسترس میں پانی کی مقدار ہے۔ ہادی عرب کی
 نظر میں پانی نہ صرف متون روح و جسم ہے بلکہ تمام دوسوں کی دوا ہے۔ عربستان کے بیابانوں
 میں جو شخص بھی پیار ہو اس کا پانی سے علاج کیا جاتا ہے۔

جس دن محمد ﷺ نے سات کوئوں کا پانی پیا فرمایا کہ میری طبیعت بہتر ہو گئی ہے۔ چند افراد
 کے سہلے مہر شریف لے گئے۔ ایک مرتبہ ہمارے لوگوں سے خطاب کیا اور مومن سے خواہش کی۔
 پھر محمد ﷺ نے فرمایا

سے لوگو! اگر میں نے جسیں ضرب لگائی ہے اور ہمت کی ہے تو مجھے ضرب لگاؤ اور

رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں

مدینہ ہر بخت کے ایک ماہ بدھ تک آپ ﷺ کی حیثیت اچھی رہی۔ اس کے بعد آپ
 بیمار ہو گئے۔ لیکن یہی اس طرح کی تھی کہ آپ ﷺ کا بے گاہے گھر سے باہر شریف سے آ
 کرتے تھے اور مسجد میں جا کر کھڑا ہوا کرتے۔

جن دنوں آپ ﷺ خود گھر سے باہر شریف لانے کی حالت میں نہ ہوتے تو آپ ﷺ
 کی حیرت و حیرت میں اور بکڑی مت فرماتے۔ ہر صبح کہ اور بکڑی مسجد میں قرآن پڑھاتے،
 پھر پھر اپنے گھر میں ہی بیٹے رہتے اور کسی وقت اٹھ کر بیٹھ جاتا کرتے اور جو کچھ کہ مسجد
 میں پڑھا جاتا اس کی تکرار فرماتے۔

جب تک محمد ﷺ میں مسجد تک جانے کی سکت تھی حتیٰ کہ دوسروں کی مدد سے آپ ﷺ
 نے مسجد جانے سے گریز نہیں کیا۔ بعض اوقات آپ ﷺ دو دیوئوں کے درمیان کا کپڑا لے
 کر مسجد جاتے تاکہ نہ پڑھا نہیں اور وضو وضعت فرماتے۔ ایک دن جب کہ آپ ﷺ مسجد
 میں وضو وضعت فرما رہے تھے کہ "اے ہوئے احمد ہی تم میں سے ایک شخص جو میں بہت مزاج
 رکھتا تھا، تم سے دو سال سے چلا جائے گا۔" مومن جو مسجد میں جمع تھے یہ سنا کر پڑے۔

اس لیے کہ وہ اس کا مطلب سمجھ گئے تھے۔ جو انہیں دوست رکھتے تھے وہ محمد ﷺ سے اور
 وہ اب وفات پا چکے تھے۔ محمد ﷺ نے ان کی دعا دینی فرمائی اور فرمایا "مگر یہ مت کہو۔"

یہی کہ وہ ان صبح بھی آپ ﷺ کی حیثیت قدرے بحال ہوئی آپ ﷺ گھر سے
 نکل کر قبرستان بیٹھ کی طرف جاتے جہاں جنگلہ کے شہداء کی قبریں ہیں اور خاص دیر آپ
 وہاں توقف فرمایا کرتے تھے۔

یہ صرف خدا کو معلوم ہے کہ محمد ﷺ جنگلہ کے شہداء کی قبروں پر کس بہت سوچا کرتے

اہمیت کرو اور سرت زرد کو آپ کا مجھے ضرب لگانا یا اہمیت کرنا میری رسوائی ہوگی۔ اس ہے کہ اس جہان کی رسوائی اگلے جہان کی رسوائی کے مقابل ہے اہمیت ہے۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں پھر فرمایا اپنے انہوں پر زور دلا دینا یہ کچھ اگلی میرے اور ہو۔ جتنی تمنا کی طلب ہے مجھے وصول کرو۔

ایک شخص افادہ اس نے عرض کیا یا محمد ﷺ: آپ میرے تئیں دوام کے قرض دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا قرض چکا دیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کو بلا کر اس کے پاس لے گئے۔ فرمایا: اے اسامہ! یہ تین عارضہ کا کفارہ ہے تین عارضہ قیہ عکلب سے تھا۔ ابھی یہی تھا کہ ایک جنگ میں اس پر ہوا۔ ایک شخص سلیم بن حرام نے اسے عنون تمام اپنی پہنچی رہا کہ خدیجہ دختر خویلد کے لیے خریدے۔ اور یہ وہی خدیجہ ہیں جو بعد میں منیبر، رسام خدیجہ کی زوجت میں آئیں۔ جب حضرت خدیجہ کی شادی آپ ﷺ سے ہوئی تو خدیجہ نے بے غلام آپ ﷺ کی خدمت میں دے دی۔ محمد ﷺ نے اسے آزاد کر کے اپنی فرزندگی میں سے لایا۔ اسی وجہ سے خدیجہ بعض لوگ رایت بن حارث کے بیٹے پر بھی محمد ﷺ کہنے لگے تھے۔

پھر زید بن حارثہ کی ہدایت خداوند کی طرف سے آیاتِ جازبہ میں جو آج قرآن کی سورۃ احزاب کی چوتھی آیت میں آج ہیں، اہل میں خداوند نے مسلمانوں سے فرمایا کہ زید بن حارثہ کو زید بن محمد کے نام سے مت کا خطاب کرو۔ اگرچہ پیغمبر ﷺ نے اسے فرزندی میں سے لیا ہے مگر وہ حقیقی فریبہ رسول ﷺ نہیں۔ آیات مذکورہ میں زید کا نام لیکن بیعت کا ایک حصہ انھی سے متعلق ہے۔ زید بن حارثہ بعد از نبی جنگ موتہ میں شہید ہو گئے۔ اہل کا ایک گروہ اسامہ تھا جس نے آپ ﷺ کی پیروی کے دوران ایک لشکر تیار کیا۔ اسامہ بن زید کی عمر اس وقت ایکس سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اسامہ کو زوم پر حملہ کرنے کے لیے لشکر کا کماندار مقرر کیا گیا تھا۔

اس پر کچھ مسلمان جنگجوؤں نے برا مانا۔ مگر یہ رسول اللہ ﷺ کے احترام کی وجہ سے ان کی خدمت میں تو کچھ نہ کہہ سکے۔ مگر اس پر کچھ عام تنقید کی کہ ایک ایک سال جو ان کو

رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں

74

توفیقِ سلام اللہ علیہ نے فکر کا یہ سارا حاکم پر حملہ کے بے بھگوا دیا ہے۔ اس کے پاس وہ
ایقت و تجربہ ضحک ہے۔ بالآخر خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی۔ اس روز آپ ﷺ نے
مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

میں نے ہمدردی بن کر یہ کیا کہ انھیں اس مساعیت سے کیا ہے کہ وہ عطاوار اس کے کہ یہ ایک
حادثہ کا ڈکا ہے ایک شہل و دل جل جوت ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ اس مہم سے کی
وہم دار میں سنبھال سکتا ہے۔

اسلام میں نہایت بغیر اسلام کی رعایت کی وجہ سے فوری اس جنگی ہم پر ہوا جیسے۔ جیسے بعد
 میں جب یوکرین طائفہ مسیحین ہوئے تو انھوں نے بغیر اسلام کے رواد کی تائید میں اسلام کو
 دہرا دھکر دے کر رومیوں کے خلاف جنگ کے لیے ہو گئے۔ اسلام شام کے جنگ ہوئی۔
 سلامی لشکر فتح یاب ہوا اور یہ ثابت ہو گیا کہ بغیر اسلام ﷺ کا اسلام پر ستارہ نہیں
 تھا۔ رومیوں کے خلاف جنگ میں اسلام کی اس فتح نے سلام پر شام کے دروازے کھول
 دیے اور مغربی ممالک کے دروازے شام میں شام کی تمام مملکت اسلام کے زیر تصرف آ گئی۔

اس دن کہ عظیمہ رحمۃ اللہ علیہا اسام نے مسجد میں اُس سڑکی پست نصیحت فرمائی، وہیہ کلام انصار تک پہنچایا اور صحابہؓ سے فرمایا

اے سہا جریں! تم نے مکہ سے ہجرت کی اور مدینہ پہنچے۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ اچھی سلوک کرنا انصار میرے سہرا اور احباب ہیں اور میں مکہ سے ہجرت کے بعد مدینہ میں ان کی جگہ سے ان کو سبب ہوں اور تم کو انصار سے تمہاری ذات کوئی رشتہ داری ہو روگئی ہے تو اس سے دل نہ کرنا۔ انصار میرے پیارے ہیں یہاں کی عمرات تھے اور انھوں نے تم تک اپنے دھنک پڑی غوثی سے انجام ایسے ہیں۔ اس کے بعد ان کا یہ عقیدہ نہیں بلکہ وہ حق دہا رہیں۔ اے لوگو! میں جب فوت ہوا کہ تو میرے پھر دھنک کرنا اور میری قبر کے سامنے گویا جگہ نہ کرنا۔ گویا وہ خداوند خداوند کے لیے ہے۔

اس کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ کو سے خط لکھ لے گئے۔



بن عوف اس قدر مالدار ہوئے کہ جب اس جہان سے کوچ کیا تو میراث کا آٹھواں حصہ جو ان کی ایک بیوی کو ملا وہی ہزار مثاقیل سونا تھا۔ عبدالرحمن بن عوف کی چار بیویاں تھیں۔

ابو بکر جو کچھ گھر میں دیکھتے تھے، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ عمر بن الخطاب اپنے اسوال کا ادعا صاحب محمد ﷺ کی خدمت میں لائے۔ ایک شخص عالم بن ہدی کران کے پاس نقدی نہیں تھی، ایک سو وحق بھجوری لائے۔ ابو بکر کے ایک انصاری تھے، ایک صانع بھجوری لائے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس دو صاع بھجوری تھیں، ایک صاع لشکر اسلام کے لیے لے آیا ہوں۔ صاع ایک من سے تھوڑا زیادہ ہوتا ہے۔ اور وحق عربستان میں جس صاع کے برابر ہوتا ہے۔

مسلمانوں نے واقعی نفاذ کاری کی اور تمام اسوال (تھوڑا بہت اپنے گھروں کی کفالت کے لیے چھوڑ کر) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیے۔ چل تیس ہزار کا طاقت اور لشکر بالاجنان افراد پر مشتمل تیار ہو گیا جس میں دس ہزار سوار تھے۔

مدینہ سے لشکر کی روانگی کا منظر بڑا ہشمو تھا۔ تمام لشکر معظم منوں میں شام کی سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسلام کی تاریخ میں اس سے پہلے ایسی مثال نہیں ملتی۔ جس وقت لشکر اسلام شام کی سرحد پر پہنچا، مقامی امراء و سار جو لشکر روم کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا قصد کر رہے تھے، ہلکا گئے اور شام کی سرحدوں کے اندر چلے گئے، یعنی کہ لشکر روم ہوتا مقامی امراء و سار کی مدد سے بڑھ کر حملہ کرنے کی سوچ بھاگ رہا تھا، پناہ ہو گیا۔

تھوڑے روزوں کے بعد در شام کی سرحد پر وقت کیا اور مقامی قبائل کے امراء و سار مذہبی چیزوں کو جو زیادہ تر عیسائی تھے، طبع اسلام کیا یعنی وہ اس عہد کے پابند ہوئے کہ اسلامی حکومت کو جزیہ ادا کریں گے۔ اس وقت محمد ﷺ اپنے طاقت ور لشکر کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے۔ لشکر اسلام نے شام کی سرحد پر ایک کھدہ بنام جوک کو اپنا مرکز بنایا تھا۔ اسی مناسبت سے اس لشکر کئی کو جنگ جوک کا نام دیا گیا۔ محمد ﷺ نے جوک میں جنگ نہیں کی تھی۔ لیکن مقامی قبائلی رؤساء، لشکر اسلام سے خوفزدہ ہو گئے اور مسلمانوں سے غیر جانبدار رہنے کا معاہدہ

ارتحال

جوش تر اس کے کہ ہم عمر محمد ﷺ کی زندگی کے آخری ایام کی بابت گفتگو کریں، ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ہم گفتگو اب تک جوک پر جو محمد ﷺ کی زندگی کی آخری جنگ تھی روشنی ڈالیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، گذشتہ مراجعت کے بعد محمد ﷺ تیار ہو گئے، لیکن گادہ کا وہ آپ ﷺ کا حال بہتر ہو چکا کرتا تھا۔

شام میں بعض سلاطین و امرا قیصر روم کے تحت حمایت تھے۔ وہاں افواہ مشہور ہوئی کہ محمد ﷺ اوقات پائے ہیں۔ اس افواہ کی وجہ سے رومیوں نے پرگرام بنایا کہ شام کے راستے جزیہ لے کر عرب پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کی سرکوبی کریں۔ یہ خبر جب خود محمد ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے ارادہ کیا کہ دشمن کے استعمال کے لیے آگے بڑھیں۔ باوجودیکہ آپ ﷺ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، لشکر کی تیاری کا حکم صادر فرمایا۔

اس وقت بیت المال کی وضع اچھی نہیں تھی اور مدینہ میں کھانے پینے کی ہشیا کی کمی تھی۔ مزید یہ کہ اس سال گرمیوں کے موسم میں شدت کی گرمی کی وجہ سے حالت مزید خراب ہو گئی۔ نتیجہ اسلام ﷺ نے مسلمانوں سے خواہش ظاہر کی کہ ہر مسلمان اپنی استطاعت کے مطابق لشکر کی تیاری میں مدد دے۔ اور ہر مسلمان جس میں مالی سکت ہے وہ اپنے لیے اور خویش کے لیے کھلی ساز و سامان مہیا کرے۔

عبدالرحمن بن عوف اس اہل چار ہزار روم لائے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس آٹھ ہزار روم تھے۔ میں چار ہزار روم گھر کے لیے چھوڑ آیا ہوں اور باقی نصف آپ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہو گیا ہوں۔ محمد ﷺ نے فرمایا: تم جو مال و دولت اسلامی لشکر کے لیے لائے ہو اور جو گھر کے لیے چھوڑ آئے ہو اس میں خداوند اضافہ کرے گا۔ عبدالرحمن

جہک پر نظر کشی کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ نے کسی جنگ میں شرکت نہیں کی۔ لیکن آپ ﷺ تقویت اسلام کی فکر سے غافل نہیں تھے اور بیماری کی حالت میں بھی آپ ﷺ نے ایک نظر اُسامہ کی قیادت میں شام پر حملہ کے لیے تیار کیا، لیکن رحمت پیغمبر ﷺ اس فکر کشی کی روکائی میں مانع ہوئی۔

مجدد خطاب کے دوسرے دن پیغمبر اسلام ﷺ کی حالت نازک تر ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میری بیماری کا سبب وہی ذہر ہے جو اس بیوی عورت نے خیر میں مجھے ٹھکایا تھا۔ وہ ذہر کا ہے، گاہے میرے لیے تکلیف کا باعث بنتا رہا مگر اس طرح کہ میں بستر سے لگ جاؤں۔ اب اس ذہر کا حملہ ممکن ہے۔“

جن دنوں پیغمبر ﷺ اسلام سخت بیمار تھے، مگر سے مسجد جانے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ ابو بکرؓ مسجد میں نماز پڑھاتے تھے، ایک روز آپ ﷺ کی طبیعت قدرے تسہیل تو آپ ﷺ اپنے چچا عباسؓ کے دو بیٹوں کے سہارے مسجد تشریف لے گئے۔ اس وقت ابو بکرؓ مسلمانوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ ابو بکرؓ آپ ﷺ کو دیکھ کر کہنا چکے تھے اُمّہ اور ابی بکرؓ پیغمبر اسلام ﷺ کے لیے خالی کرنا چاہی، مگر پیغمبر اسلام ﷺ نے اشارے سے بیٹھنے کا اذن دیا۔ اور چونکہ طبیعت ٹھیک نہ تھی اس لیے عباسؓ نے دونوں بیٹوں کو سہارا لیے ہوئے واپس مگر آ گئے۔

سن ۱۱ ہجری ماہ ربیع الاول میں محمد ﷺ کی حالت ایک بار پھر نازک تر ہو گئی۔ آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ اب اس جہان سے رخصت کا وقت آ گیا ہے۔ آپ ﷺ کو یاد آیا کہ عائشہؓ کے پاس سات دینار نقد پڑے ہوئے ہیں۔ محمد ﷺ کے پاس ان سات دیناروں کے علاوہ کچھ نقد تھا۔ لہذا عائشہؓ کو بلا کر فرمایا: ”آیا وہ سات دینار ابھی تک ہمارے پاس ہیں؟“ انھوں نے عرض کی: ”ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔“

محمد ﷺ نے فرمایا: ساتوں دینار جہوں میں تقسیم کر دو۔ میں ان سات دیناروں کے ساتھ خداوند کے پاس جا رہا ہوں۔ شریعت کی محسوس کرتا ہوں۔
دو سو سو دینار تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو محمد ﷺ بہت زیادہ بیمار ہو گئے۔

کر لیا یا اتحادی ہو گئے۔ انھوں نے عجم خود دیکھا کہ اسلامی لشکر کی آمد پر ایسی حیرت پھیلی کہ وہی لشکر بھی پہچانی اختیار کر گیا تھا۔

جہک کی جنگ کے لیے لشکر کے کوچ کے وقت چند مسلمانوں نے راحت طلبی کی وجہ سے یا صمت کے خوف سے میدان جنگ میں ساتھ ہو جانے سے گریز کیا۔ وہ کعب بن مالکؓ، عمرو بن ربیعؓ اور بلال بن اسلمؓ یہ تینوں افراد اپنے محل پر چھپان ہوئے اور ابھی محمد ﷺ جہک سے مدینہ واپس تشریف نہیں لائے تھے کہ انھوں نے خود کو مسجد مدینہ کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا اور کہا کہ جب تک محمد ﷺ ہمیں معاف نہیں فرمائیں گے، ہم اسی طرح بندھے رہیں گے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی عادت تھی کہ جب بھی سفر سے مدینہ واپس پہنچتے، سیدھے مسجد جاتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے۔ پس جبکہ اسے مرزا جت پر آپ ﷺ جب وارد مسجد ہوئے تو ان تینوں کو ستونوں سے بندھا دیکھا۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے پوچھا: کیا ستونوں سے بندھے ہوئے ہو؟ انھوں نے عرض کی: ہم گنہگار ہیں کیوں کہ میدان جنگ میں نہیں گئے۔ جب تک آپ ﷺ ہمیں ہماری کوتاہی پر معاف نہیں فرمائیں گے، ہم اسی طرح خود کو بندھے رکھیں گے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: بندوں کے گناہوں کو خدا ہی بخشتا ہے۔ میں بخشتے والا نہیں ہوں۔ اس واقعہ کے بعد سورۃ توبہ کی آیت ۱۱۰۲ اُتار دی گئی:

وَأُوْا فِرْقَانًا فَمِنْكُمْ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ خَلَقْنَاكُمْ عَرَبًا وَغَرَّ شَيْنًا عَلٰى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ
يَتُوبُ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (”جنگ سے گریز کرنے والے دنگ خرابوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا، انھوں نے غے طے طے کیے تھے۔ کچھ بھلے اور کچھ برے۔ خداوندان کی توبہ قبول کرتا ہے۔ بے شک اللہ بخشتی کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“)

اس آیت کے بموجب خداوند نے ان تینوں کو گناہ معاف فرما دیا۔ شکرانہ کے طور پر رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: ہم اپنا تمام مال و دولت بیت المال میں دے دیا چاہتے ہیں۔ لیکن اسی سورۃ توبہ میں دوسری آیت نازل ہوئی جس میں خداوند نے فرمایا: ان تینوں افراد کے احوال میں سے فقط صدقہ لے کر جہاں مال واپس کر دو۔

تاریخ اسلامی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دن تک پیغمبر اسلام ﷺ نے بیماری کے دوران کوئی دوا نہیں کھائی تھی۔ لیکن بعض مؤرخین اسلامی کے مطابق بروز سوموار ۱۳ ربيع الاول کو وہ روز قبل تھوڑی سی دوا محمد ﷺ کوئی لیکن آپ ﷺ نے دوا کھانے سے کراہت محسوس کی۔

آخری خواہش جو محمد ﷺ نے وہاں میں جمع دو گھنٹوں سے کی، وہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کے واثقوں پر سواک کریں تاکہ راحت عطا ہو جائیں۔ آپ ﷺ انکشاف سے بہت شاکس تھے اور انکی سرخ فرمایا: خلافت نصیب ایمان ہے۔

روز سوموار تاریخ ۱۳ ربيع الاول ۱۱ ہجری بمطابق ۸ جون ۶۳۲ عیسوی صلی اللہ علیہ وسلم نے طلبہ، چچا مہاسن کا لڑکا فضل، اسامہ بن زید، خضر بن آب ﷺ کا ایک اور آزاد کو غلام جس کا ذکر اب تک نہیں کیا تھا، اس میں خولی اور تمام ازواج مطہرات آپ ﷺ کی خدمت میں موجود تھیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ان دنوں میں جوان تھی اور نہ کچھ شہرہ اس جہان سے رخصت ہونے والے ہیں۔ میں نے دونوں بازوؤں سے گردن کے ارد گرد حلقہ کیا ہوا تھا اور اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی۔ میں نہ کچھ شہرہ اس جہان سے رخصت ہو چکے ہیں۔ جب گھوڑوں نے آدھوٹھان شروع کی اور مردوں نے گتے گتھے احساس ہوا کہ پیغمبر اسلام ﷺ اس جہان سے تشریف لے چکے ہیں۔

جس لحظہ آپ ﷺ کی موت واقع ہوئی، ایک روایت کے مطابق مہر نبوت جو پشت پر دونوں شانوں کے درمیان تھی، معدوم ہو گئی۔ ایسے بھی رحلت پیغمبر ﷺ سے رسالت کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ جب محمد ﷺ نے اس دنیا سے کوچ فرمایا، ہر ایک سنیہ علیہ علیہ جو شاہدینہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بگولیا تھا اور ہندو گھوڑوں کے کوئی بیڑے میں نہیں چھوڑی۔

عربوں کی ایک یہ رسم بھی تھی کہ جس وقت ایک رئیس قبیلہ وفات پاتا تو اسے اسی جگہ دفن کرتے جس جگہ اس نے جان، جان آفرینی کے سپرد کی ہوئی، لہذا فیصلہ ہوا کہ محمد ﷺ کو اسی جگہ دفن کیا جائے گا جس جگہ آپ ﷺ نے رحلت فرمائی تھی۔

محمد ﷺ اہل بیت کے گرد وفات پانے میں باقی۔ اب عزیز داتا رحمان تھے کہ قبر کی کھدائی

تھکی دم کے مطابق وہ بھینک کی طرز پر کھودی جائے۔ مذہب میں قبر جمودی رکھنے اور مردہ کو اس میں رکھ کر قبر کو ڈھاپ دینے سے کچھ عینہ میں قبر جمودی کھود کر بغیر بغل میں کھدائی کی جاتی تھی اور جب موتی کو اس بھٹی کھدائی میں رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا جاتا تھا۔ بعد ازیں قبر کو مٹی سے پر کر دیا جاتا تھا۔

بالآخر سب نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ گورنری کی اور دفن ہائے جائیں کہ اگر قبر کھودی۔ جو کھود کر پہلے اسکی اسی طرز پر قبر کھودی جائے گی۔ مٹی گورنری پہلے چھپا، لہذا قبر دفن طرز پر کھودی گئی۔

قبر تیار ہو جانے کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ کے جسد مبارک کو غسل دیا گیا۔ عربوں میں غسل دینے کی رسم تھی کہ ان علاقوں میں جہاں پانی میسر آتا۔ آپ ﷺ کے جسد مبارک سے ہوتے غسل استحاضا لباس نہ اتارا گیا اور جسد مبارک کو لباس کے ساتھ ہی غسل دیا گیا۔ اس کے بعد ایک سرخ رنگ کا کپڑا اور بعض روایات کے مطابق سرخ رنگ کے قالین کو جسم اطہر کے ارد گرد لپیٹ دیا گیا اور جسد مبارک کو قبر کی بھٹی کھدائی میں رکھ دیا گیا۔ جسد مبارک ایک پہلو پر رکھا گیا اور قبر اس طرح کھودی گئی تھی کہ چہرہ مبارک کعبہ رخ نہ رہے۔

اس وقت بھٹی کھدائی کا منہ بند کر دیا گیا اور قبر کو خاک سے پر کر کے اس پر ایک چھوٹا سا پونا لگا کر پانی دیا گیا تاکہ بڑا ہو کر سایہ کرے۔

عرب مردوں کو بغیر تابوت کے دفن کیا کرتے تھے۔ وہ جسد مردہ کو تابوت میں بند کر کے ذرا خاک چھوڑ کر پاندہ نہیں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ انسان سے کوئی چیز باقی نہیں رہتی، جز ان اعمال کے جو وہ زندگی میں اپنی نیت کے وسیلے سے وجود میں لایا تھا۔ دوسری تمام چیزیں فنا ہو جاتی ہیں۔

مسجد میں جب مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ پیغمبر ﷺ اسلام اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں تو وہ آدھوٹھان کرنے لگے۔ عمر بن الخطابؓ جب مسجد میں گئے اور پکارے کسی لیے آدھوٹھان کرتے ہوئے پھر تھوڑا عیام سے باہر نکلی اور کہا: جو کوئی یہ کہے گا کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں، میں اس کی گردن مار دوں گا۔ ہمارے پیغمبر ﷺ فوت نہیں ہوئے بلکہ آسمانوں میں خداوند کے

پاس گئے ہیں اور چاندنی داییں آجائیں گے۔

اسی وقت ابو بکرؓ مسجد میں داخل ہوئے اور کہا: اے عزاؤں کا چارہ اور اپنی مشیر کو پیام میں کرو۔ پھر ابو بکرؓ نے لوگوں سے خطاب فرمایا:

اے مسلمانو! محمد ﷺ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں اور ہر انسان کو مرنے سے خواہ وہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے پہلے بھی پیغمبر فوت ہوئے ہیں اور تمہارے پیغمبر ﷺ نے بھی رحلت فرمائی ہے۔ ہر وہ شخص جو مسلمان ہے اور محمد ﷺ بن عبد اللہ کے پیغمبر اسلام ﷺ ہونے پر ایمان رکھتا ہے، جان لے کہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ پیغمبر فوت ہو جاتا ہے، اس کے برعکس خداوند ہمیشہ رہتے والا ہے اور ہرگز نہیں مرے گا۔

عزیزین الخطاب نے جب یہ سنا تو زمین پر بیٹھ گئے۔ سر کو دونوں ہاتھوں میں قیام لیا اور رونے لگے۔ مسلمان جو چہرہ لکھ لیل خاموش ہو گئے تھے، پھر رونے لگے۔

اس واقعہ سے عظیم ترین سرزد جہاں، محمد ﷺ پیغمبر اسلام اس طرح رخصت ہو گئے۔

